موسیٰ بن نصیر

دنیائے اسلام کا ایک فاتح جرنیل جس نے اندلس میں اسلامی حکومت
کی جڑیں مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا

حکیم محمود احمد ظفر

www.kitabosunnat.com

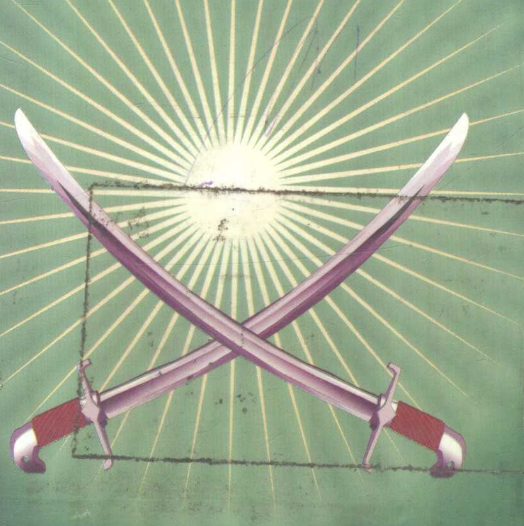

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن نصیر

دنیائے اسلام کا ایک فاتح جرنیل جس نے اندلس میں
اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا

حکیم محمود احمد ظفر

M.I.
12/1/12

24117
LIBRARY

www.KitaboSunnat.com

تخلیقات
علی پلازہ، 3- مزنگ روڈ لاہور، فون: 7238014
Web Site: http://www.takhleeqat.com
E-mail: takhleeqat@yahoo.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ''تخلیقات'' محفوظ ہیں

نام کتاب	:	موسیٰ بن نصیر
ناشر	:	''تخلیقات'' لاہور
اہتمام	:	لیاقت علی
تاریخ اشاعت	:	2005
ٹائٹل	:	ریاظ
کمپوزنگ	:	المدد کمپوزرز' راجگڑھ روڈ لاہور
پروف ریڈنگ	:	محمد آزاد
پرنٹر	:	ندیم یونس پرنٹرز' لاہور
صفحات	:	208
قیمت	:	120 روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Institute of Islamic ... Library ... Punjab University

فہرست

مضمون	صفحہ
⊛⊛ پیش لفظ	7
⊛⊛ اندلس جغرافیائی آئینہ میں	9
⊛ اندلس کی وجہ تسمیہ	9
⊛ اندلس کی زراعت	11
⊛ اندلس مسلمانوں کی حکومت سے پہلے	12
⊛ یہود اندلس	15
⊛⊛ اندلس اور مسلمان	20
⊛ اندلس پر تیسرا حملہ	25
⊛ جولین نے مسلمانوں کو حملہ کی کیوں ترغیب دی؟	28
⊛⊛ فاتح اندلس طارق بن زیاد کا حملہ	31
⊛ چند افسانے	33

مُحکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ

- ڈیوک تھیوڈومیر کی شکست 35
- جنوبی اندلس کے چند اور شہروں پر قبضہ 51
- کاؤنٹ جولین کا ایک مشورہ 52
- موسیٰ بن نصیر کا اختلاف 53
- طیطلہ کی طرف پیش قدمی 54
- قرطبہ کی فتح 55
- مالقہ اور تدمیر وغیرہ کی فتح 58
- طیطلہ کی فتح 61
- وادی اعجاز کی فتح 64
- مدینہ مائدہ کی فتح 64
- شمالی اندلس کی فتح 64
- مفتوحہ علاقوں کا انتظام والصرام 65
- گاتھ شہزادے اور ان کا انجام 72
- ولید بن عبدالملک کے دور خلافت کے کارنامے 75
- گاتھ شہزادے المند اور اس کی اولاد 82
- سارہ کا اموی دربار میں اہم مقام 84
- سارہ کا چچا ارطباس یا اوپاس 85
- ارطباس شاہی عتاب میں 87

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ

- ⊛⊛ موسیٰ بن نصیر کا اندلس میں ورود 92
- ⊛ موسیٰ بن نصیر کون تھے؟ 93
- ⊛ قرمونہ کی فتح 98
- ⊛ اشبیلیہ کی فتح 98
- ⊛ماردہ کی فتح 100
- ⊛ اشبیلیہ کی بغاوت 101
- ⊛ لبلد اور باجہ کی فتح 102
- ⊛ طارق اور موسیٰ بن نصیر کی ملاقات 102
- ⊛ شمال مشرقی اندلس کی فتوحات 103
- ⊛ شمال مشرق اندلس پر قبضہ 106
- ⊛ جنوبی فرانس کے شہروں پر قبضہ 107
- ⊛ یورپی حکمرانوں کی مجلس مشاورت 110
- ⊛ موسیٰ بن نصیر کی تجویز کا رد ہونا 111
- ⊛ ایک عجیب کتبہ کی دریافت 112
- ⊛ مغربی صوبوں کی فتوحات 114
- ⊛ دمشق سے ایک اور قاصد کا ورود 114
- ⊛ موسیٰ کا جانشین عبدالعزیز 122
- ⊛ موسیٰ اور طارق کے کارنامے 122
- ⊛ مال غنیمت کی واپسی 124

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ

- قیروان میں جشن مسرت 144
- اکاؤنٹ جولین کو اس کی خدمت کا صلہ 148
- موسیٰ بن نصیر ایک دوراہے پر 158
- ولید کا انتقال اور سلیمان بن عبدالملک کی تخت نشینی 166
- سلیمان بن عبدالملک کی جانشینی 166
- موسیٰ بن نصیر سلیمانی عتاب کی زد میں 170
- موسیٰ کی زندگی کا تنزل 188
- یزید بن لہلب کون تھا؟ 189
- موسیٰ بن نصیر کی اولاد سے انتقام 191
- عبدالعزیز بن موسیٰ کے خلاف پراپیگنڈہ 193
- موسیٰ بن نصیر کی وفات 197
- طارق بن زیاد کی گمنامی 198

موسیٰ بن نصیر کے بعد اندلس 200

- حر بن عبدالرحمٰن کی ناکامی اور عیسائیوں کا متحدہ محاذ 201

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر نے صرف بڑے بڑے محدث' فقہاء' فلسفی اور سائنس دان ہی پیدا نہیں کیے بلکہ دنیا کے بڑے بڑے جرنیل بھی پیدا کیے جن کی فن سپہ گری کا لوہا پوری دنیا نے مانا ہے۔ وہ ایسے جرنیل تھے کہ جس طرح بھی رخ کرتے کامیابی و کامرانی ان کی ہم رکاب ہوتی' اس وقت کی دنیا ان کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھ کر انگشت بدندان ہو جاتی' اور آج بھی ان کے کارنامے مشعل راہ ہیں۔ ان لوگوں نے صرف انسانوں کے خون سے زمین کو رنگین نہیں کیا بلکہ اللہ کے باغیوں کی سرکوبی کر کے انسانیت کو امن وسکون اور رشد و ہدایت کی راہ دکھلائی' اور پوری دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن گئی۔ ان جرنیلوں میں سے دنیا کے سب سے بڑے جرنیل سیدنا خالد بن ولیدؓ کے حالات زندگی تو اس سے قبل زیور طباعت سے مرصع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ وہ جرنیل تھے جنہوں نے پوری زندگی کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا اور اسلام لانے کے بعد تاریخ اسلام میں نہیں بلکہ تاریخ عالم میں اپنے کارناموں کے لازوال اور ابدی نقوش چھوڑے۔ پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ جنگ احد میں ان کی اسٹرٹیجی (Strategy) پہلے تو کامیاب رہی کہ اسلامی لشکر فاتح ہو کر اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا لیکن مقابلہ چونکہ ایک رسول اور پیغمبر سے تھا لہٰذا مؤرخین کو لکھنا پڑا کہ:

فشلت عبقرية خالد امام عبقرية رسول الله ﷺ

خالد بن ولید کی عسکری عبقریت رسول اللہ ﷺ کی عسکری عبقریت کے مقابلہ میں ناکام ہو گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ اسلام کے ایک نہایت مشہور جرنیل موسیٰ بن نصیر کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ موسیٰ اپنے زمانہ کے ایک بہت بڑے کمانداراور جرنیل تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی جس طرف کا رخ کیا فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ طارق بن زیاد فاتح اندلس انہی کے ایک غلام اور ماتحت افسر تھے' اور انہوں نے ہی انہیں فتح اندلس کے لیے سرزمین اندلس بھیجا تھا' اور طارق بن زیاد کی اندلس میں کامیابیوں کو دیکھ کر آخر کار یہ بھی ایک سال کے بعد ایک لشکر جرار لے کر اندلس پہنچ گئے' اور اب ان دونوں جرنیلوں (طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر) نے چند ہی سالوں میں اندلس کا ایک وسیع علاقہ اور فرانس کے چند شہر فتح کر لیے۔ وہاں افریقہ اور عرب کے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو آباد کیا۔ یہودیوں کو اس زمانہ میں سرزمین اندلس میں مختلف قسم کی اذیتوں سے پریشان کیا جاتا تھا' ان کو اس پریشانیوں سے نجات دلائی اور مسلمانوں کے علاقوں میں ان کو آباد کیا گیا تاکہ وہ عیسائیوں کے ظلم وتشدد سے محفوظ رہیں۔

ان دونوں جرنیلوں نے اندلس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو کچھ کیا اور جس قدر مال غنیمت وہاں سے حاصل کر کے مرکزی حکومت کو دیا' افسوس ہے کہ مرکزی حکومت نے ان کی خدمات کی وہ قدر اور پذیرائی نہ کی جو کہ ان دونوں کا حق تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جرنیل گوشۂ خمولت میں چلے گئے بلکہ موسیٰ کو مختلف اذیتوں اور صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا جس کی تفصیل اس کتاب میں دی گئی ہے۔

اس کتاب کا بیشتر مواد عربی اور انگریزی کتابوں کے علاوہ تاریخ اندلس حصہ اول سے لیا گیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اندلس کی تاریخ پر لکھی گئی ہے لیکن اندلس کی تاریخ ان دونوں جرنیلوں کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے' لہٰذا مولف نے ضمناً ان کے بھی مختصر حالات لکھے ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب بھی ''سیدنا خالد بن ولیدؓ '' کی طرح قارئین کو پسند آئے گی۔

طالب دعا: (حکیم) محمود احمد ظفر' سیالکوٹ

4 رمضان المبارک 1425ھ/ 19 اکتوبر 2004ء

فون نمبر: 0300-6106968

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندلس جغرافیائی آئینہ میں

بیشتر اس کے کہ ہم فاتح اندلس اور تاریخ کے ایک عظیم جرنیل موسیٰ بن نصیر کے حالات زندگی صفحات قرطاس پر رقم کریں' ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اندلس کا تھوڑا سا جغرافیہ بھی بیان کر دیا جائے اور وہاں کے اس وقت کے حالات بھی اجمالی طور پر حیطۂ تحریر میں لائے جائیں جن حالات کے پس منظر میں مسلمان جرنیل اندلس پر حملہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس میں آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک اور سلطنتیں واقع ہیں' لیکن جب مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا اس زمانہ میں اندلس کا رقبہ ان دونوں ملکوں کے رقبے پر مشتمل تھا۔

اندلس کی وجہ تسمیہ

اندلس کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے یونانیوں نے اس کو آئبیریا (IBERIA) کے نام سے یاد کیا جو ایک یونانی گروہ آئبیری (IBERI) کی طرف منسوب ہے۔ بعض قدیم عرب مصنفین نے اندلس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ملک کا یہ نام اندلس بن طوبال بن یافث کے نام پر ہے جیسا کہ سبت بن طوبال بن یافث کے نام پر اندلس کے مقابل کے ساحل افریقہ پر ایک جگہ سبتہ ہے' لیکن اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اندلس نام خاصا پرانا ہے چنانچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

98ھ/ 716ء کے ایک ''دولسانی'' (عربی اور لاطینی) دینار پر بھی ملتا ہے۔ اور اس میں لفظ الاندلس کے لیے لاطینی مرادف سپانیہ (Spania) استعمال کیا گیا ہے۔ ہسپانوی لاطینی مؤرخوں نے پورے جزیرہ نما آئی بیریا یعنی مشترکہ طور پر مسلم اسپین اور مسیحی اسپین کے لیے صرف یہی نام سپانیہ یا اس کا بدل ہسپانیہ استعمال کیا ہے۔ اس کے برعکس عرب مصنفین جب بھی اندلس لکھتے ہیں تو بظاہر اس سے ان کی مراد صرف اسلامی سپین ہوتی ہے خواہ اس کی جغرافیائی حدود کچھ بھی رہی ہوں۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ رومیوں نے اس کو ہسپانیہ کے نام سے پکارا اس لیے کہ یہ رومی سلطنت سے جانب مغرب کا ملک (Hesperie) تھا اور عرب مؤرخین کی توجیہ کے مطابق یہ ''اشبانیا'' کہا گیا جو رومی حکمران اشبان بن طیطش کی طرف منسوب ہے' اور یہ نام شروع میں صرف اشبیلیہ کا تھا جو ''اشبان'' اور ''ایلیا'' (بیت المقدس) سے مرکب ہے۔

دور حاضر کے محقق مؤرخین نے لفظ ''اندلس'' کی وجہ تسمیہ اصل جرمن قوم کے نام واندلس (Vandalus) یا واندال (Vandal) کو قرار دیا ہے۔ جرمن قوم یہاں صرف سنہ 411ء سے 425ء تک حکمران رہی' بایں ہمہ ایک فاتح قوم کے نام پر ایک خطہ کا نام واندلیسیہ (Vandalicia) ہو گیا جو بعد میں ''اندلس'' کی شکل تبدیل کر گیا۔ اس لفظ کا صحیح تلفظ ''اندُلس اور ''اندلس'' ہے۔ (معجم البلدان' یاقوت حموی جلد 1 ص 247)

عربوں نے جب اسپین کے جنوبی حصے کو فتح کیا تو اس کو اس زمانہ میں ''واندلیسیہ'' کہا جاتا تھا' اس لیے انہوں نے اسی واندلیسیہ کو اپنی زبان میں ''اندلس'' کہنا شروع کر دیا' پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور جو جو علاقہ اسلامی عملداری میں آتا گیا اس نام کا اطلاق اس سب علاقے پر ہوتا گیا یہاں تک کہ پورے اسپین پر اس نام کا اطلاق ہونے لگا پھر جنوبی فرانس کے کچھ علاقے بھی مسلمانوں نے فتح کیے' وہ علاقے بھی اندلس کے ملک کی وسعت میں آ گئے۔

عرب جغرافیہ دانوں نے جن میں ادریسی سب سے مشہور ہے' اس نے اندلس کا طول گیارہ سو میل اور عرض چھ سو میل لکھا ہے' لیکن موجودہ پیمائش کے اعتبار سے مشرق سے مغرب کی جانب زیادہ سے زیادہ طول 635 میل' اور عرض 510 میل ہے لیکن اس پیمائش میں فرانس کا کوئی علاقہ داخل نہیں جو اس زمانہ میں مسلمانوں کی عمل داری میں شامل تھا' اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24117

لیے ادریسی کی پیائش کو غلط بھی کہا جا سکتا ہے۔ اندلس کی سطح سمندر سے بلندی قریباً 321 سو فٹ ہے' یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی گئی ہے۔ اندلس کی اس مرتفع میں پہاڑوں کے چھ چھوٹے بڑے سلسلے مشرق سے مغرب کی سمت پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) جبل البرانس (2) الشارات (3) جبال طیطلہ (4) شارات موریینہ (5) جبل الثلج یا جبل الثلیر (6) البشارات

ان چھ سلسلوں کے علاوہ چند پہاڑیاں مغربی اور مشرقی اندلس میں شمال سے جنوب کی طرف بھی پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر ان تمام سلسلوں کے علاوہ اندلس کا ایک اور پہاڑی سلسلہ لائق ذکر ہے جو ''جبل الطارق'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ جنوبی اندلس کے صوبہ قادس کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ نما کی شکل میں واقع ہے۔ یہ شمالاً جنوباً تین میل لمبا اور شرقاً غرباً ایک میل چوڑا ہے۔ اس کی سب سے بلند چوٹی 1439 فٹ اونچی ہے۔ اس کے غربی جانب ایک خلیج ہے جس کو ''خلیج جبرالٹر'' کہتے ہیں۔ جبل الطارق کے آمنے سامنے 25 میل کے فاصلہ پر شہر سبتہ آباد ہے۔ جبل الطارق پر اسلامی دور میں قلعے تعمیر ہوئے۔

اندلس کی زراعت

اندلس کے انہی پہاڑوں سے کئی دریا نکلتے ہیں جن کی تعداد بیس سے کچھ زیادہ ہے۔ ان میں کچھ دریا بڑے ہیں اور کچھ چھوٹے ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں ''نہر'' کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض دریا بحر محیط میں گرتے ہیں اور بعض بحر روم میں اور بعض آبنائے جبرالٹر میں۔ پانی کی اس فراوانی اور زمین کی زرخیزی کی وجہ سے اندلس ایک زرعی ملک تھا اور آج بھی زرعی ملک ہے۔ مسلمانوں نے جب اس پر قبضہ کیا تو زراعت کو بڑی ترقی دی۔ کاشتکاروں کو کاشت کاری کی ترغیب دی گئی' تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا کرنے کے راستے پیدا کیے گئے' تجارتی قافلوں کو مال لانے لے جانے کا رواج دیا گیا اور فصلوں کو دوسرے شہروں میں لے جانے کے لیے گزرگاہوں پر پل تعمیر کیے گئے۔

زراعت کے لیے اندلس میں دو قسم کی زمینیں تھیں۔ ایک وہ جہاں دریاؤں اور نہروں سے آب پاشی کی جاتی تھی' اور دوسری چاہی زمینیں تھیں جہاں کنوؤں سے پانی پلایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا۔ جن زمینوں میں آب پاشی کا سامان تھا وہاں ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا' گیہوں' زیتون' مکئی' چنا' جو اور جوار وغیرہ۔ پھلوں میں سنگترے' لیموں' انجیر' بادام' انار' کیلا' سیب' اخروٹ' کھجور' آڑو' شفتالو اور گنا وغیرہ پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح بہت سی خوشبودار بوٹیاں اور پھول پیدا کیے جاتے تھے جن میں سنبل الطیب' قرنفل (لونگ) صندل' عود' زعفران' دارچینی' ادرک وغیرہ تھیں۔ ان میں سے بیشتر چیزیں مسلمان اپنے دور حکومت میں اپنے ساتھ باہر سے لائے تھے' اور آج بھی وہ چیزیں اسپین اور پرتگال میں کثرت سے ہوتی ہیں۔ کچھ معدنیات بھی مسلمانوں نے وہاں دریافت کیں جیسے قیمتی پتھر' سونا' چاندی' پارا' کہربا اور عنبر وغیرہ۔

ان نباتات اور معدنیات کے علاوہ یہاں کے حیوانات بھی قابل ذکر ہیں۔ یہاں پر درندوں کا وجود بہت کم تھا۔ چوپائے جیسے ہرن' پہاڑی بکری' گورخر' خچر اور مضبوط اور قدآور گھوڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح نرم کھالوں والے جانور بھی تھے جن کے نرم بال اور کھالیں سردیوں میں پوستیں کے کام آتی تھیں۔ دریاؤں اور سمندروں کی وجہ سے مچھلی بھی ہر قسم کی بکثرت پائی جاتی تھی۔ مسلمانوں نے اپنے زمانہ حکومت میں ان قدرتی ذرائع سے خوب فائدہ اٹھایا' حیوانات کی نسلوں کو بڑھایا۔ زراعت کو خوب ترقی دی' ملک کی معدنیات میں اضافہ کیا اور صنعت وحرفت اور تجارت کی داغ بیل ڈال کر اندلس کو کمال ترقی پر پہنچایا جس سے اردگرد کے یورپی ممالک سے یہ ملک ممتاز ہو گیا۔

اندلس مسلمانوں کی حکومت سے پہلے

اندلس کی قدیم تاریخ کیا تھی اور مسلمانوں کی حکومت سے پہلے وہاں کے حکمرانوں کے خاندان اور لوگوں کی حالت کیا تھی؟ اور کن وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کو اندلس پر حملہ کرنا پڑا؟ اندلس میں سب سے پہلی آباد ہونے والی قوم کا نام عرب مؤرخین کے مطابق ''اندلش'' تھا اور مغربی مؤرخین کے بیان کے مطابق ''سلسٹ'' تھا۔ بعد ازیں آئی بیری اور لگوری قومیں اندلس میں آئیں اور اس کے بعد افریقہ کی راہ سے فینیقیون نے کئی سو برس قبل مسیح اندلس کے جنوبی ساحل پر آ کر آبادیاں قائم کیں۔ پھر سنہ 247 قبل مسیح قرطاجنی جنوبی اسپین میں آئے۔ اسی زمانہ میں یونانیوں نے اندلس کے مشرقی ساحل پر بستیاں آباد کیں۔ اب حالات یہ ہو گئے کہ مختلف قوموں کے اجتماع سے زمین کے لیے ایک کشمکش کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ الگ الگ حکومتیں قائم ہو کر لڑائیوں کا ایک سلسلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوگیا کیوں کہ ہر قوم کی خواہش تھی کہ وہ اندلس کے زیادہ سے زیادہ علاقے پر قبضہ کر کے دوسری قوموں پر حکمرانی کرے کیوں کہ اقتدار کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے خصوصی طور پر ایک خدا ناآشنا معاشرہ میں۔ ان جنگوں میں دوسری صدی قبل مسیح میں قرطاجینوں نے شکست کھائی۔ ان کا دارالسلطنت اور حد مقام اشبیلیہ تھا۔ اس کے بعد رومیوں کو اقتدار نصیب ہوا اور وہ کئی سو برس تک اندلس پر اپنے اقتدار کا پھریرا لہراتے رہے۔ آگسٹس کے زمانہ میں اندلس تین حصوں میں منقسم تھا دوسرے لفظوں میں یہ تین صوبوں میں تقسیم تھا:

(1) لوسی ٹینا (2) بٹیکا (3) مٹرا کونس

رومیوں کے عہد حکومت میں اندلس میں بڑے بڑے نامور فلسفی، مکالمہ نگار، شاعر اور دانشور پیدا ہوئے۔

رومی حکومت وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہوتی گئی یہاں تک کہ ملک میں خودمختار حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ چنانچہ پر ٹیرا گونا میں ایک خودمختار حکومت قائم ہوئی جو رومیوں کا مقابلہ کرتی رہی۔ بالآخر جرمن وحشی قوموں نے جنہوں نے رومیوں کے آخری زمانہ میں قوت پکڑ لی تھی، حکومت پر قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ کبھی رومیوں کے باجگوار تھے اور اب یہ خود سری سے حکومت کر رہے تھے۔ یہ وحشی بہت جلد لاطینی قوموں میں مل گئے اور انہوں نے ان قوموں کی طرح لاطینی زبان ہی اختیار کر لی اور بت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ رومی تہذیب وتمدن اور نظام حکومت قبول کر کے اس ملک کے فرماں روا بن گئے۔ پھر پانچویں صدی عیسوی میں ایک نئی قوم گاتھ منصۂ شہود پر آئی جس کو عرب مورخین قوطہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کا قافلہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا اور یونان، اٹلی اور فرانس سے گزرتا ہوا سنہ 414ء میں اسپین پہنچ گیا۔ یہاں انہوں نے شیواہ اور الانی حکومتوں کو سنہ 419ء میں ختم کیا اور جنوبی اسپین سے لے کر فرانس میں دریائے لوئر (Loir) تک کے فرماں روا اور حکمران بن گئے۔

اس قوم کو ملک کا اقتدار سنبھالے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یورپ میں بحر بالٹک کے کناروں یعنی جرمنی کے علاقوں سے ایک وانڈال قوم اٹھی اور فرانس کے علاقہ کو اپنی یورش سے عبور کرتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئی اور جنوبی اسپین کے ایک حصہ میں قریب بیس سال حکومت کر کے اور اپنے نام پر ملک کے اس حصہ کا نام ''واندالیکیہ'' یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وانڈالیشیہ'' مشہور کر کے افریقہ چلی گئی جہاں اس کی حکومت سنہ 534ء تک رہی اور پھر رومیوں نے انہیں اقتدار سے ہٹا کر خود صاحب اقتدار ہو گئے' اور دوسری طرف پورے اسپین میں گاتھک حکومت قائم ہوگئی۔

گاتھ کون ہیں؟ گاتھ ان حملہ آور قبائل میں سے ہیں جو رومی سلطنت کے زوال کے دور میں عروج میں آئے اور سلطنت روما سے ان کی آویزش اور چپقلش تیسری چوتھی صدی عیسوی میں شروع ہوئی' اور پانچویں صدی عیسوی میں تھیوڈاگ اعظم مشرقی گاتھک سلطنت کا بانی ہوا۔ گاتھ فرضی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔

آسٹروگاتھ (مشرقی گاتھ) وزی گاتھ (مغربی گاتھ) مغربی یا وزی گاتھ سے اندلس کا تعلق پیدا ہوا' اور پانچویں صدی عیسوی میں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ گاتھ اگرچہ اپنے خصائل اور اطوار کے لحاظ سے وحشی قبائل میں سے تھے' لیکن انہوں نے تاتاریوں کی طرح اپنی قوت اور زور بازو سے ترقی کی اور رومی سلطنت کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کر کے آزادی حاصل کر لی۔ ان کی حکومت کا ایک مستقل نظام' ایک شاہی کونسل اور ایک صحیفۂ قوانین پر قائم تھا۔ شاہی کونسل کو مذہبی کونسل بھی کہا جاتا تھا۔ اس کونسل کے ارکان اندلس کے معزز پادری ہوتے تھے اور صدر بادشاہ ہوتا تھا۔ ایک طرف بادشاہ پادریوں کو اسقف کے عہدہ سے عزل ونصب کا پورا اختیار رکھتا تھا اور دوسری طرف بادشاہ کی تخت نشینی پادریوں کی منظوری کے بغیر ممکن نہ تھی۔ اس موقع سے پادریوں نے فائدہ اٹھایا اور اپنی قوت اکٹھی کر کے حصول اقتدار کی کوشش کی یہاں تک کہ حکومت کی باگ دوڑ پورے طور پر ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ملک کے ارباب ثروت آگے بڑھے اور انہوں نے بھی حکومت کے اقتدار میں برابر کا حصہ لینا چاہا' اور اس کوشش میں وہ ایک حد تک کامیاب ہو گئے۔

چھٹی صدی عیسوی سے اندلس میں کیتھولک مذہب کا دور شروع ہوا جس کی وجہ سے پادریوں کے اقتدار میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ اندلس کے سیاہ وسفید کے مالک ہو گئے۔ خود شاہ اندلس اب اپنے آپ کو ان کا دست نگر سمجھنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اقتدار اور پادریوں میں کشمکش شروع ہوئی' لیکن اس باہمی کشمکش میں پادریوں کی برتری میں کوئی فرق نہ پڑا' اور وہ زیردست ہونے کے بجائے زبردست ہی رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود اندلس

اندلس میں عیسائیوں کے علاوہ یہود بھی آباد تھے لیکن ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ یہود نے جب سے انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کی اور ہر زمانہ میں ان کے خلاف سازشوں کا جال تنا' وہ ذلت و مسکنت کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اگرچہ وہ ہر زمانہ میں ملکی معیشت پر قابض رہے' لیکن اقوام عالم کی نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہ تھی اور ہر ملک کے عوام ان کو اپنی ہر مصیبت کا منبع سمجھتے تھے۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی زندہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ احسان فراموش قوم ہے۔ اندلس میں بھی یہود ذلت و خواری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ شہری حقوق سے محروم تھے بلکہ ان سے توطن کا حق بھی چھین لیا گیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت اس کے حلف میں اس بات کا اقرار ضروری قرار دیا گیا کہ یہودیوں کو خواہ وہ کتنے ہی بلند منصب پر کیوں نہ ہوں' جلاوطن کیا جائے گا۔ یہ ملک کا قانون قرار دیا گیا۔ اس قانون کے نفاذ سے اندلس کے یہودیوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ ان پر عام دارو گیر شروع ہوئی۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو جلاوطن کیا گیا اور کچھ قتل کیے گئے' کچھ زندہ جلائے گئے' کچھ کو جیلوں میں سڑنے کے لیے قید کر دیا گیا' بہت سے غلام بنا لیے گئے۔ ان کی ساری دولت و ثروت کچھ لوٹ لی گئی اور کچھ بحق سرکار ضبط کر لی گئی' لیکن یہ قوم اپنی تاریخ کے ہر دور میں نہایت سخت اور سازشی ثابت ہوئی۔

نزول قرآن کے وقت یہود کی جو حالت تھی وہ قرآن حکیم اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ صدیوں کے مسلسل انحطاط نے ان کو اصل دین سے دور کر دیا تھا۔ ان کے عقائد میں بہت سے غیر عناصر کی آمیزش ہو گئی تھی۔ ان کی عملی زندگی نہایت گندی اور انحطاط پذیر تھی۔ انہوں نے تورات کو انسانی کلام میں خلط ملط کر دیا تھا اور خدا کا جو کلام کچھ محفوظ تھا اس کو بھی انہوں نے اپنی من مانی تاویلوں سے گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیا تھا۔ صرف ظاہر مذہبیت کا ایک بے جان ڈھانچہ باقی تھا جس کو وہ سینے سے لگائے رکھتے تھے۔ ان کے علماء اور مشائخ' ان کے سرداران قوم' ان کے عوام سب کی اعتقادی' اخلاقی اور عملی حالت یک قلم بگڑ چکی تھی اور وہ اب کسی اصلاح کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے یہ لوگ حقیقت میں بگڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاں بدعتوں' تحریفوں' تاویلوں'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موشگافیوں اور فرقہ بندیوں اور خدافراموشی اور دنیا پرستی ان کی زندگی کے ایک ایک عمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ آج بھی ان کا یہی حال ہے اور اندلس میں بھی ان کی حالت یہی تھی؛ لیکن ان لوگوں نے اپنی سخت جانی اور سازشی ذہنیت' شاطرانہ چالوں اور اپنے ذہنی اور علمی تفوق سے ان بے شمار آلام و مصائب کے باوجود اپنا امتیاز قائم رکھا۔ دولت چھننے کے بعد ان کے سودی کاروبار سے دولت کے انبار پھر ان کے قبضہ میں آ گئے۔ اس طرح انہوں نے مختلف سازشوں اور حیلوں سے اندلس میں اپنے وجود کو ختم ہونے سے بچائے رکھا۔ اس میں ایک طریقہ تو انہوں نے یہ اختیار کیا کہ اپنے خزانوں کے منہ پادریوں کے لیے کھول دیے۔ اندلس میں اس زمانہ میں پادریوں کا دور دورہ تھا اور وہ دنیا اور دولت کی طمع میں غلطاں اور حریص تھے لہٰذا ان پادریوں کو بڑی بڑی رشوتیں دے کر اپنا ہم نوا بنا لیا جس طرح وہ اپنی دولت کے خزانوں کے منہ امریکہ کے صدر کے الیکشن کے لیے کھول کر اس کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت کے مالیات (Finance) کا عہدہ انہی کے ہاتھوں میں آ گیا' مختلف علاقوں میں وہ سفارت کی خدمات انجام دینے لگے اور مختلف علمی' ادبی اور دوسری تمدنی اور تہذیبی ترقیوں میں پیش پیش رہنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے اندلسی امراء اور جاگیردار جو اکثر و بیشتر ان پڑھ تھے' یہودیوں کے علمی تفوق اور برتری کے باعث انہیں اپنی جائیداد کا منتظم اور منصرم بنانے لگے۔

وزی گاتھ کے زمانہ میں اندلس کی علمی' تمدنی اور صنعتی ترقیاں اپنے زمانہ کے لحاظ سے پورے عروج پر تھیں۔ دولت و ثروت کے انبار کا یہ حال تھا کہ جب مسلمان فاتحین یہاں پہنچے تو ان کا بیان ہے کہ مال و دولت کے ایسے انبار کسی دوسری جگہ انہوں نے نہیں دیکھے تھے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے وہ عیش و تنعم کی اعلیٰ تمدنی زندگی مختلف طریقوں سے گزارنے کے عادی تھے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں دولت و ثروت کی فراوانی سے پادریوں کے دلوں میں حرص و طمع پیدا ہو گئی تھی کیوں کہ دولت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ جتنی بھی زیادہ ہو کم ہی نظر آتی ہے۔ پھر اس کی مثال سمندر کے نمکین پانی کی طرح ہے سمندر کا پانی جتنا چاہیں پئیں' پیاس نہیں بجھے گی بلکہ اور زیادہ پیاس لگتی ہے۔ ایسے ہی مال و ثروت جتنا بھی ہو' اس کی حرص روز بروز زیادہ ہوتی ہے' گویا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہفت اقلیم ار بگیرد پادشاہ
ہم چناں در بند اقلیمے دگرا

چنانچہ ان پادریوں میں بھی جاہ طلبی، عیش پرستی، عیاشی اور عیش و عشرت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اسقف کا محل شبانہ روز فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ پادریوں کی عیاشیوں اور مترفانہ زندگیوں کے ساتھ سلاطین اور اس زمانہ کے بیوروکریٹس بھی بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے تھے اور جاہ و منصب اور دولت وثروت کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور سبقت لے جانے میں سرگرم رہنے لگے۔ اس مسرفانہ اور مترفانہ زندگی گزارنے کے لیے اور ذاتی اغراض کی تسکین و اطمینان کے لیے عوام کو نہایت بری طرح ستانے لگے، خصوصاً غلاموں کے ساتھ تو جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ عوام الناس پر جب ظلم وتشدد زیادہ ہونے لگا تو ان میں حرکت ہوئی۔ وہ کوئی پتھر کے بت نہیں گوشت پوست کے چلتے پھرتے انسان تھے۔ ان کی انسانی غیرت وحمیت نے کروٹ لی اور انہوں نے امراء کے در و دیوار ہلانے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک میں بغاوتوں کا دور شروع ہوا۔ بالآخر ویمبا (Wamba) فرمان روائے اندلس جو کچھ ہوش وخرد رکھتا تھا، اس نے سمجھا اور بالکل درست سمجھا کہ اب اندلس کا غریب اور پس ماندہ طبقہ پادریوں کے اس ظلم وستم کی وجہ سے زیادہ دیر تک بے حس وحرکت نہیں رہ سکتا کیوں کہ اب وہ طبقہ بیدار ہو چکا ہے، اس کے علاوہ مسلمانوں کے ابتدائی حملے بھی اندلس پر ہو چکے تھے، لہٰذا اس نے ایک فوجی حکم کے ذریعے پادریوں کے اختیارات میں تحدید اور تجدید کی۔ لیکن پادریوں کو جو عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے تھے اور بے حد اختیارات کے مالک تھے، وہ بھلا کب برداشت کر سکتے تھے کہ فرماں روائے وقت ان کے اختیارات پر کسی قسم کی کوئی قدغن لگائے، لہٰذا پادریوں نے اس کے خلاف جنگ کی آگ سلگا کر اس کو جلد ہی تخت نشین سے خاک نشین اور فرمانروا سے زیر فرمان کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پادریوں کے جن بے حد وعد اختیارات پر اس نے جو قدغن لگائی تھی اور ان کو محدود کیا تھا، وہ اس کے معزول ہونے کے بعد پھر غیر محدود ہو گئے اور انہوں نے پھر وہی بے لگام اقتدار حاصل کر لیا اور عوام ان کے ظلم وستم سے پھر کراہنے لگے اور وہ اپنے دل سے پادریوں سے شدید نفرت کرنے لگے۔

بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ اندلس میں عیسائیوں کا کیتھولک فرقہ اریوسی عقائد پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلبہ حاصل کرنے کے بعد ملک پر پوری مضبوطی سے مسلط ہو چکا تھا۔ طلیطلہ کی چھٹی مجلس نے یہ ضابطہ بنایا تھا کہ تمام حکمرانوں کو یہ حلف دینا چاہیے کہ وہ سوائے کیتھولک مذہب کے کسی اور مذہب کی پیروی کی اجازت نہیں دیں گے اور ان لوگوں کے خلاف نہایت سختی سے قانون کا نفاذ کریں گے جو دین مسیحی سے انحراف کریں گے۔ اس کے بعد ایک اور قانون بنایا گیا کہ جو شخص مقدس کیتھولک کلیسا یا بائیبل کے احکام' مذہبی پیشواؤں کے ارشادات' کلیسا کے فتاویٰ اور دینی رسومات پر شک یا اعتراض کرے گا اس کی تمام جائداد مکمل طور پر ضبط کر لی جائے گی اور اسے حبس دوام (عمر قید) کی سزا دی جائے گی۔ ارباب کلیسا نے اپنی جماعت کے لیے امور سلطنت میں بڑا اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا' چنانچہ جو قومی مجالس مملکت کے نہایت اہم امور کے انتظام و انصرام کے لیے منعقد ہوتی تھیں' پادری اور کلیسا کے دیگر اعلیٰ عہدیداران ان میں شرکت بھی کرتے تھے کہ اگر سربراہ مملکت اور بادشاہ وقت ان کے فیصلوں کی پابندی نہ کرے تو وہ اس کو تاج و تخت سے معزول کرنے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اندلس میں پادریوں کا زوال شروع ہوا' اس زوال میں فرمان رائے اندلس کو کامیابی ہوئی۔ اندلس کا اسقف اعظم (لاٹ پادری) اپنے عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔ پادریوں کے اس زوال کو دیکھ یہودیوں نے ایک سازش کے ذریعہ سلطنت پر قبضہ کرنا چاہا لیکن ان کو اپنے اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس سے انہیں جلاوطن ہونا پڑا اور ان کی دولت و ثروت اور تمام جائدادوں پر ایک مرتبہ پھر قبضہ کر لیا گیا' لیکن کچھ عرصہ کے بعد عیسائیوں کے اشتعال میں کمی ہوئی تو یہ احکام واپس لے لیے گئے اور یہودیوں کو اندلس میں دوبارہ آباد ہونے اور ان کے مال و دولت اور جائدادوں پر قبضہ رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس کے بعد حکومت کی باگ دوڑ ایک ہوش مند وٹیزا (غیطشہ) کے ہاتھوں میں آئی۔ یہ بڑا سمجھ دار' ذی ہوش اور رعایا پرور حکمران تھا۔ اس نے اپنی خدمات سے بڑی ہردلعزیزی حاصل کر لی۔ یہودیوں کے ساتھ جو کئی سالوں سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے ہوئے تھے' اس نے بڑی نرمی کا سلوک اختیار کیا' لیکن ابھی اسے بادشاہ بنے چند سال ہی ہوئے تھے کہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہو گیا۔ اس کی اس عیش پرستانہ زندگی نے کلیسا کے پادریوں کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ وہ اس کی حکومتی پالیسیوں میں دخل اندازی کریں۔ وٹیزا اقتدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نشہ میں چُور تھا پھر عیش و عشرت کے نشہ نے اقتدار کے نشہ کو دو آتشہ کر دیا' لہٰذا اس نے پادریوں کی اس دخل اندازی کی پروا نہ کی' لیکن پادری غالب آ گئے اور بالآخر اس کو تخت شاہی سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس کا دست بردار ہونا تھا کہ ایک غیر ملکی قائد رزریق (راڈرک) اس کا جانشین مقرر ہوا اور اندلس کے تخت شاہی پر براجمان ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے تخت نشین ہوتے ہی وٹیزا گاتھ خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ رزریق یا راڈرک گاتھ نسل سے نہ تھا بلکہ اصفہان کے کسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ 82 سال کی عمر میں اندلس کے تخت شاہی پر بیٹھا وہ خلیقیہ اور دوسری کئی جنگوں میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ وٹیزا کے زمانہ میں وہ اندلس کا سپہ سالار اعظم (کمانڈر انچیف) تھا اور لوگوں میں نہایت اچھی شہرت رکھتا تھا۔ کامیابی کے ساتھ اس نے اندلس کی زمام حکومت سنبھالی۔ لوگ اس کے بادشاہ بننے سے نہایت خوش تھے کیونکہ وہ لوگوں میں پہلے ہی سے ہر دلعزیز تھا' لیکن تخت اندلس پر بیٹھنے کے بعد وہ جلد ہی اقتدار کے نشہ میں مخمور ہو کر اپنے فرائض منصبی سے یک قلم غافل ہو گیا' جس سے لوگوں میں نہ صرف مایوسی نے جنم لیا بلکہ برہمی بھی پھیلی۔ ایک طرف تو یہ سب کچھ ہو رہا تھا' دوسری طرف جن لوگوں سے حکومت چھینی گئی تھی اب اس گاتھ خاندان کے شاہزادوں کے دلوں میں اپنی حکومت کے زوال کا احساس پیدا ہوا کیوں کہ اقتدار کا نشہ بہت مخمور کر دینے والا ہوتا ہے۔ وہ کہاں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خاندان کی برسوں کی حکومت دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے' چنانچہ ان شہزادوں نے فوج اور عوام سے رابطہ کیا تو انہوں نے رعایا اور فوج کے لوگوں میں شاہزادوں کے لیے ہمدردی کے جذبات پائے۔ اس لیے جلد ہی ایک جماعت تیار ہو گئی جو رزریق کو تخت شاہی سے ہٹا کر قدیم شاہی خاندان کے افراد کو برسر اقتدار لانے کی خواہش مند تھی' اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اب رزریق کو گاتھ خاندان کے لوگوں سے بہتر نہیں سمجھتے تھے کیوں کہ یہ بھی اب اسی طرح عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا جیسی زندگی وہ بسر کرتے تھے۔ بہر حال طارق بن زیاد کے حملہ کے وقت رزریق ہی اندلس کا حکمران تھا۔

جزیرہ نما اندلس میں مسلمانوں کے قدم رکھنے کے وقت کوہ پائیرینس کے اس پار علاقہ جنوبی فرانس میں جرمن قبیلہ فرینک (Frank) کا قبضہ و اقتدار تھا اور یہی لوگ شمالی فرانس کے حکمران تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندلس اور مسلمان

اسلام کا آفتاب عالمتاب فاران کی پہاڑیوں سے طلوع ہوا اور پھر وہ اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ چمکا کہ تمام دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ اس زمانہ کی دو سپر پاورز سلطنت ایران اور سلطنت روما اس آفتاب کی روشنی کو برداشت نہ کر سکیں اور ان کے جاہ و جلال کے ستارے جھلملانے لگے۔ اسلام کے آفتاب عالمتاب کی کرنوں کی روشنی پھیلی اور پھیلتی چلی گئی یہاں تک کہ وادی نیل کی فضا بھی رومی گردوغبار سے پاک و صاف ہو گئی۔ ایرانی سلطنت کا تو چند ہی سالوں میں خاتمہ ہو گیا البتہ بازنطینی سلطنت نے کچھ سالوں تک قدم جمائے رکھے لیکن پھر اس کو بھی دم توڑنا پڑا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے خلافت فاروقی میں مصر سے رومی سلطنت کے اقتدار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا لیکن رومی حکومت نے مصر سے نکل کر افریقہ میں اپنے قدم جما لیے' مگر والی مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کی سمت بھیجا۔ وہ افریقہ کی چوکیوں رذیلہ اور برقہ کو اسلامی حدود میں لے آئے اور آگے بڑھ کر طرابلس پر حملہ کیا۔ جب سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ عہد عثمانی میں مصر کے گورنر بنائے گئے تو انہوں نے رومی حاکم افریقہ بطریق جرجیر سے مقابلہ کیا۔ وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر میدان میں آیا تھا۔ چالیس روز تک زور کا رن پڑا لیکن جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یرموک اور قادسیہ کے بعد یہ سب سے زبردست جنگ تھی جو مسلمانوں نے سیدنا عثمانؓ کے عہد خلافت میں لڑی۔ صبح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ظہر تک ہر روز لڑائی ہوتی لیکن ظہر تک کوئی فیصلہ نہ ہوتا۔ کفر اسلام کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار نہ تھا اور اسلام بھی باطل کے سامنے دبنے والا نہ تھا۔ جب لڑائی نے طول کھینچا تو سیدنا عثمانؓ نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ' سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ' سیدنا عبداللہ بن عباسؓ' سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ اور سیدنا حسن بن علیؓ کو سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ یہ حضرات محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثناء میں سیدنا عثمانؓ نے ایک تیسرا لشکر سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کی زیر قیادت بطور کمک روانہ فرمایا اور انہیں تاکید کی کہ نہایت سرعت اور عجلت کے ساتھ محاذ جنگ پر پہنچیں۔ چنانچہ یہ لشکر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ منزلوں پر منزلیں طے کرتا محاذ جنگ پر پہنچا۔ ادھر محاذ جنگ پر جس قدر فوج تھی وہ طویل جنگ سے کچھ تھک چکی تھی' لہٰذا جب انہیں اس تازہ دم فوج کی آمد کی اطلاع ملی تو لشکر اسلام کے سپاہیوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ ان کی تھکاوٹ دور ہوگئی۔

اگلے روز جب جنگ شروع ہوئی تو سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ میدان جنگ میں گئے۔ آپ نے اپنے لشکر میں منادی کرادی کہ جو کوئی جرجیر کا سر کاٹ کر لائے اسے مال غنیمت میں سے ایک لاکھ دینار اور جرجیر کی لڑکی حوالے کر دی جائے گی۔ اور خود فوراً عقب لشکر سے قلب لشکر میں پہنچ کر بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے شروع کر دیے۔ جرجیر نے جب اس منادی کی بابت سنا تو سخت گھبرایا۔

(ابن اثیر جلد 3 ص 45)

دوسرے روز جب لڑائی شروع ہوئی تو ایک طرف رومی اور بربر اسلامی لشکر کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے اور دوسری طرف سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کی نگاہیں جرجیر کو ڈھونڈنے لگیں۔ وہ اپنی فوج کے عقب میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور لڑکیاں اسے مورچھل سے سایہ کیے ہوئے تھیں۔ چنانچہ ابن زبیرؓ چند جنگ جو سپاہیوں کے ساتھ اس کے سر پر جا پہنچے۔ اس نے بھاگنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے سر پر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر ابن زبیرؓ نے نہایت مستعدی اور سرعت کے ساتھ اس کو اپنی تلوار پر لے لیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر کاٹ کر اپنے نیزے پر چڑھا لیا۔ اس طرح افریقہ فتح ہوگیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افریقہ کی جنگوں سے فراغت کے بعد اب اندلس کی طرف رخ کیا گیا۔ اندلس براعظم یورپ میں واقع ہے۔ گویا سیدنا عثمانؓ ہی کے زمانے میں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے صرف 17 سال بعد مسلمان یورپ کے براعظم تک پہنچ گئے۔ افریقہ کی فتح کے بعد امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عبداللہ بن نافع بن حصین فہری اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو فوری طور پر اندلس بھیجیں اور اسے جلد از جلد فتح کریں۔ وہ دونوں حضرات سمندر کے راستے اندلس پہنچے اور مجاہدین اسلام ان کے ساتھ اندلس گئے۔ سیدنا عثمانؓ نے انہیں لکھا:

''اما بعد! بے شک قسطنطنیہ اندلس کے راستہ سے فتح ہوگا۔ جب تم اندلس کو فتح کر لو گے تو تم لوگ ان مجاہدین کے ساتھ اجر و ثواب میں شریک ہو گے جو قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ والسلام۔

(البدایہ والنہایہ جلد 7 ص 152 'ابن اثیر جلد 3 ص 47)

یہ دونوں حضرات سمندر کے راستہ سے اندلس میں داخل ہوئے۔ اس فوج میں افریقہ کے نومسلم بربروں کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد تھی۔ اس زمانہ میں اندلس میں عیسائی حکومت قائم تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جب اندلس کے ساحل پر اترا تو عیسائی حکومت نے اسلامی لشکر کی سخت مزاحمت کی لیکن عیسائی فوجیں اسلامی لشکر کے مقابلہ میں ٹک نہ سکیں اور جلد ہی اندلس کا ایک ساحلی علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور انہیں سرزمین اندلس میں قدم جمانے کا ایک ٹھکانہ مل گیا۔ گویا اندلس اور براعظم یورپ پر لشکر اسلام کا یہ پہلا حملہ تھا جو خلافت عثمانی میں کیا گیا۔ اندلس کی زرخیز اور سرسبز زمین پر شتربان عربوں نے سمندر کی تلاطم خیز موجوں سے کھیلتے ہوئے پہلی مرتبہ عہد عثمانی میں قدم رکھا۔ پھر طارق بن زیادؒ اور موسیٰ بن نصیرؒ جیسے جانباز مجاہدوں اور بہادر جرنیلوں نے یہاں فتح و ظفر کے اسلامی پرچم لہرائے اور عربوں اور بربروں کے مختلف قبائل نے یہاں کی سرسبز و شاداب وادیوں میں مستقل سکونت اختیار کر کے اس کے ایک وسیع و عریض خطہ کو اسلامی مملکت کا جزو بنالیا۔ پھر چشم آفتاب اور دنیا کی نگاہوں نے یہ نیرنگی بھی دیکھی کہ دولت بنی امیہ کا آفتاب اقبال مشرق میں غروب ہو کر مغرب میں طلوع ہوا اور اس کی تابانی اور درخشانی سے قریباً آٹھ سو سال مغرب کا یہ افق روشن رہا اور اس نے تمام مغربی ممالک کو روشن اور درخشاں کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح سسلی کے مسلمانوں نے اٹلی کی سرزمین کو اپنی آماجگاہ بنائے رکھا اسی طرح اندلس کے مسلمانوں نے دو صدیوں تک فرانس کی سرزمین میں سبز ہلالی پرچم کو بلند رکھا اور موجودہ اسپین، پرتگال اور فرانس کے کئی علاقے اسلامی حدود میں داخل رہے اور اندلس میں مسلمانوں کی علمی، تمدنی، تہذیبی، عمرانی اور روحانی ترقیوں کی جو شمع روشن ہوئی اس سے تمام مغربی ممالک نے روشنی پائی اور یورپ کے نئے علوم وفنون اور سائنسی تمدن کے مینارے انہی بنیادوں پر قائم کیے گئے ہیں۔

سنہ 27 ھ میں مسلمان بربری مجاہدین کے ساتھ اندلس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے بعض شہروں پر قابض ہو گئے اور افریقہ کے بربری قبائل سے انہیں ہر قسم کی مدد ملتی رہی لیکن جب ابتداً، بربری قبائل مرتد ہو گئے تو پھر اندلس اور افریقہ کی تعلق داری منقطع ہو گئی اور جو مجاہدین اسلام اندلس میں موجود تھے وہ وہیں رہ گئے اور ان کے تعلقات کا سلسلہ اسلامی حکومت سے منقطع ہو گیا۔ (ابن اثیر جلد 3 ص72)

مسلمانوں کے اس حملہ کے بارہ میں گبن نے اپنے عیسائی ہونے کا مکمل ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے:

''عثمانؓ ہی کے زمانہ میں ان کے غارت گروں کی جماعت نے اندلیسیا کے ساحل کو تاراج کیا تھا''۔ (The Decline and fall of the Roman Empire)

اس کے لکھنے کے اس انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب یہاں آئے اور تاخ و تاراج کر کے واپس چلے گئے۔ یہ اسی طرح ہی ہے جیسے موجودہ زمانہ میں بش صدر امریکہ اور اس کے حواری اسامہ بن لادن، ملا عمر اور الظہراوی اور ان کے مجاہدین کو دہشت گرد کہتے ہیں۔

اندلس پر مسلمانوں کا دوسرا حملہ سیدنا معاویہؓ کے زمانہ میں اس وقت کیا گیا جب سیدنا معاویہ بن خدیجؓ افریقہ کے گورنر تھے، لیکن اس حملہ کی تفصیلات تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتیں۔ مگر جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ بربری قبائل دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے جن کی وجہ سے اندلس میں مقیم مسلمان وہاں پھنس گئے اور مزید فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس کا تدارک سیدنا معاویہؓ نے یہ کیا کہ وہاں ایک چھاؤنی تعمیر کی جس میں مستقل طور پر اسلامی فوجوں کو مقیم رکھا۔ یہ چھاؤنی بعد میں قیروان نامی شہر کی صورت اختیار کر گئی۔ اس شہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ تعمیر تاریخ کے اوراق میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عقبہ بن نافعؒ افریقہ کے گورنر تھے۔ 1

اس سے قبل سیدنا معاویہ بن خدیجؓ نے افریقہ کے بیشتر علاقوں کو فتح کیا تھا اور یہاں کی بربر قوم کو مطیع و منقاد بنایا تھا۔ اہل اسلام کی زبردستی کو دیکھ کر بربر قبائل زیردست ہو گئے اور وقتی طور پر انہوں نے اسلام کا حلقہ بھی اپنی گردن میں ڈال لیا لیکن جونہی مسلمانوں کا لشکر وہاں سے ہٹتا تو وہ سارے لوگ جو مسلمان ہوتے تھے' اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتے۔ اور اسلامی لشکر کے رہے سہے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیتے۔ سیدنا معاویہ بن خدیجؓ کے بعد سیدنا عقبہ بن نافعؒ وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے بربروں کی اس آئے دن کی غارت گری سے اہل اسلام کو بچانے کے لیے وہاں ایک چھاؤنی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا' لیکن جس جگہ شہر اور چھاؤنی بنانا مقصود تھا وہاں میلوں میں گھنا جنگل تھا اور اس میں نہایت موذی قسم کے سانپ اور جنگلی درندے رہتے تھے' اور انسانی فکر میں یہ ممکن نہیں تھا کہ ان سانپوں اور درندوں سے اس گھنے جنگل کو خالی کروا کر وہاں کوئی شہر آباد کیا جا سکے۔ بربر قبائل مسلمانوں کے اس منصوبے کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کی تکمیل کو بالکل ناممکن خیال کرتے تھے۔ ایک روز سیدنا عقبہ بن نافعؒ گورنر افریقہ نے جنگل کے ایک کنارے پر کھڑا ہو کر جنگلی جانوروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

ایتها الحیات والسباع! نحن اصحاب رسول الله ﷺ' ارحلوا عنا فانا نازلون' ومن وجدنا بعد ذالک قتلناه" (ابن اثیر جلد 3 ص 231)

اے سانپو اور درندو! ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں' تم یہاں سے نکل جاؤ کیوں کہ ہم اس جنگل کو اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتے ہیں' اور اس کے بعد ہم جس جانور کو اس جنگل میں دیکھ لیں گے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے"۔

---

1 سیدنا عقبہ بن نافعؒ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ صحابی نہیں بلکہ تابعی تھے' لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا عمرو بن العاصؓ کی طرح انہیں بھی بے شمار صفات سے نوازا تھا۔ یہ نہایت قابل اور تجربہ کار جرنیل تھے۔ صرف دس ہزار مجاہدین کو لے کر بلاد افریقہ میں گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک وسیع وعریض علاقہ فتح کر کے قلمرو اسلامی میں داخل کیا جس میں سوڈان' برقہ اور بربروں کا علاقہ بھی شامل ہے۔ ایک خالہ زاد بھائی سیدنا عمرو بن العاصؓ فاتح مصر تھے تو دوسرے بھائی عقبہ بن نافع الفہریؒ فاتح بلاد افریقہ تھے۔ **ذالک فضل الله یوتیه من یشاء۔**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روز ایک نہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ جنگل کے سانپ اور درندے اور دوسرے موذی جانور اپنے بچوں کو چمٹائے اس جنگل کو چھوڑ رہے تھے اور اسی روز وہ جنگل ان موذی جانوروں سے یک قلم خالی ہوگیا۔ یہ دیکھ کر بربروں کی ایک کثیر تعداد خلوص دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ (ابن اثیر جلد 3' ص 231 'معجم البلدان حموی جلد 7' ص 194' البدایہ والنہایہ جلد 8 ص 35' ہسٹری آف سیرسنز ص 79 از سید امیر علی)

جنگل خالی ہونے کے بعد وہاں قیروان نامی ایک شہر آباد کیا گیا اور جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ لوگوں نے بھی اپنے مکانات تعمیر کیے اور اپنے محلوں میں مساجد بنائیں۔ اور ایک چھاؤنی قائم کی گئی۔ شہر کی وضع اس طرز کی تھی کہ شہر کے عین وسط میں دار الامارہ تھا اور اس کے اردگرد چاروں طرف مسلمانوں کے محلے بنائے گئے۔ اس شہر کی تکمیل سنہ 55ھ میں ہوئی۔ یہ شہر صرف اس لیے بسایا گیا تھا تاکہ افریقی بربروں کو مطیع و منقاد رکھا جا سکے کیوں کہ وہ ایک ایسی قوم تھے کہ جب تک ان کے سروں پر فوجی طاقت مسلط نہ رہتی وہ بغاوت سے باز نہ آتے۔ اس شہر نے بعد میں اس قدر ترقی کی کہ یہ شمالی افریقہ کا ایک بہت بڑا شہر بن گیا۔

اندلس پر تیسرا حملہ

سیدنا معاویہؓ کے زمانہ میں اندلس پر مسلمانوں کا دوسرا حملہ ہوا جس کی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی۔ تیسرا حملہ اسلامی تاریخوں کے مطابق اس وقت ہوا جب عقبہ بن نافعؓ کو یزید بن معاویہ نے افریقہ کی گورنری پر دوبارہ بھیجا۔ عقبہ بن نافع پیش قدمی کر کے طنجہ تک پہنچے۔ کاؤنٹ جولین (یولیاں) جس نے بعد میں اندلس کے معاملات اور اس کی فتح میں ایک نمایاں کردار ادا کیا' ان دنوں یہاں کا حکمران تھا۔ اس نے عقبہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد عقبہ نے جولین سے اندلس کی طرف بڑھنے کا مشورہ کیا۔ یہ بات اسے شاق گزری' تو انہوں نے اس سے بربر قبائل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا:

> ''وہ عیسائی نہیں ہیں بلکہ کافر ہیں۔ اب وہ کتنے ہیں؟ ان کی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ان کی زیادہ تر آبادی سوس ادنیٰ کی طرف ہے۔ اس طرف پیش قدمی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ عقبہ اس موقع پر جولیس کے مشورہ کے مطابق طنجہ سے اندلس کی طرف پیش قدمی کرنے کے بجائے مغرب کی سمت سوس کی طرف نکل گئے''۔ (ابن اثیر جلد 4 ص 89)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

... بہر حال یہ اندلس پر ابتدائی حملے تھے۔ ان کو حقیقی معنوں میں اندلس پر فوج کشی نہیں کہا جا سکتا۔ صحیح حملہ اور فتح کی نیت سے صحیح معنوں میں فوج کشی طارق بن زیاد ہی نے کی اور اس حملہ کے بعد مسلمانوں نے اندلس کو اپنا وطن بنا کر اپنی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع کیا اور پھر چشم فلک نے وہ دن بھی دیکھا کہ پورے اندلس پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔

اس زمانہ میں شمالی افریقہ میں خلافت امویہ دمشق کی سیادت میں موسیٰ بن نصیر جیسا بیدار مغز حکمران تھا۔ اس نے چند برسوں میں شمالی افریقہ کو نئے سرے سے مطیع و منقاد کر لیا' اور اسلامی دستوں کو بحر روم کے مختلف جزیروں میں چھاپے مارنے کے لیے بھیجتا رہتا تھا۔ وہ سبتہ پر بھی دو مرتبہ پیش قدمی کر چکا تھا لیکن کاؤنٹ جولین نے پوری طاقت اور قوت سے اس کی مدافعت کی تھی۔ ان دنوں طارق بن زیاد طنجہ کا والی اور حکمران تھا۔ کاؤنٹ جولین نے اس سے مراسم پیدا کیے اور اسلامی حکومت کی اطاعت اور اس کو اندلس پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ طارق بن زیاد نے جولین سے کہا کہ تم براہ راست موسیٰ بن نصیر سے بات کرو۔ چنانچہ اس نے موسیٰ سے براہ راست مراسلت کی۔ جولین نے موسیٰ کو اپنی اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی سبتہ آنے کی دعوت دی جس کو موسیٰ نے قبول کر لیا کیوں کہ جولین کی یہ پیش کش بڑی خوش آئند تھی۔ چنانچہ وہ سنہ 90ھ میں خود قیروان سے سبتہ آیا (لیکن بعض تواریخ میں ہے کہ جولین خود سبتہ سے قیروان آیا) جولین نے نہایت خندہ پیشانی سے موسیٰ کا خیر مقدم کیا اور اس کو حملہ آور ہونے کی ترغیب دی اور اس کو اندلس کی زرخیزی اور شادابی' میووں اور زرعی فصلوں کی بہتات' دریاؤں کی کثرت' پانی کی شیرینی اور سیاسی حالات کے سلسلہ میں یہاں کے باشندوں اور مختلف گروہوں کے باہمی اختلافات اور ایک غیر شاہی خاندان کے قائد اور سربراہ کے برسر اقتدار آ جانے کی تفصیلات بیان کیں' اور اس مہم میں اپنی طرف سے پوری پوری امداد فراہم کرنے کا یقین دلایا۔

موسیٰ بن نصیر نہایت دوربین اور گہری سوچ کا مالک تھا' یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جولین اس کے ساتھ کوئی دھوکہ اور فریب کر رہا ہو۔ اس لیے موسیٰ نے نہایت غور و فکر سے اس کی اس تجویز کا جائزہ لیا' وہ اس کی اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے جولین کو پورے طور پر آزما لینا چاہتا تھا۔ موسیٰ نے جولین سے کہا کہ پہلے وہ خود کسی مختصر لشکر سے حکومت اندلس سے چھیڑ چھاڑ کرے۔ اس سے موسیٰ کا مقصد یہ تھا کہ جولین کے اندلس کی حکومت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلقات کھلے طور پر خراب ہو جائیں اور آئندہ اس کے انحراف اور غداری کا کوئی موقع باقی نہ رہ جائے۔ جولین نے موسیٰ کی اس تجویز کو نہایت خوشی سے منظور کر لیا اور ایک مختصر لشکر تیار کر کے اس کو دو جہازوں پر سوار کر کے اندلس کے ساحلی شہر جزیرہ خضراء بھیجا' جہاں اس لشکر نے معمولی چھیڑ چھاڑ کی اور لوٹ مار کر کے واپس سبتہ آ گیا۔ جب جولین کے اس حملہ کی اطلاع موسیٰ بن نصیر کو ملی تو وہ بہت خوش ہوا کیوں کہ اسے جولین کے اخلاص اور اس کی سچائی میں اب کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اب موسیٰ نے خلیفہ مسلمین ولید بن عبدالملک کو ان تمام حالات سے باخبر کر کے اس سے اندلس پر فوج کشی کی اجازت طلب کی۔ ولید نے جواب دیا کہ: ''بغیر تجربہ کے مسلمانوں کو متلاطم سمندر کے خطرات میں پھنسانا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے وہاں کے مکمل حالات معلوم کرو''۔ موسیٰ نے جواب دیا ''متلاطم سمندر نہیں بلکہ ایک معمولی خلیج ہے۔ اس پار سے اس پار کی تمام چیزیں صاف نظر آتی ہیں''۔ اس اطلاع پر ولید نے اجازت دے دی۔ لیکن یہ تاکید کی کہ فی الحال کسی بڑی لشکر کشی سے باز رہا جائے اور کسی چھوٹے دستہ کو بھیج کر آزمائش اور تجربہ کر لیا جائے کیوں کہ چھوٹے دستہ کی صورت میں اگر نقصان بھی ہوا تو کم ہوگا۔ موسیٰ کو بھی ولید کی یہ بات اچھی لگی' چنانچہ موسیٰ نے فرمان خلافت کی تعمیل میں مسلمانوں کا ایک مختصر سا دستہ جس کی تعداد پانچ سو تھی سنہ 91ھ میں اپنے ایک غلام طریف بن مالک نخعی کی زیر قیادت اندلس پر حملہ آوری کے لیے روانہ کیا۔ بعض روایات میں لشکر کی تعداد چار سو ہے۔ یہ لوگ چار کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور جنوب مغربی اندلس کے ایک شہر میں جا کر اترے جس کا نام بعد میں جزیرہ طریف پڑا۔ یہ لوگ وہاں حملہ آور ہوئے اور پھر اندلس کے ساحلی شہر جزیرہ خضراء میں اترے یہاں بھی انہوں نے حملہ کیا اور بہت سا مال غنیمت اور تنومند قیدیوں کو اپنے ہمراہ لے کر رمضان المبارک سنہ 91ھ میں بخیر و عافیت واپس آ گئے۔[1]

(نفح الطیب جلد 1 ص 106' افتتاح الاندلس ابن قوطیہ قرطبی ص 8)

طریف بن مالک کی اس مہم کی کامیابی نے اہل اسلام میں ایک خوشی اور مسرت کی لہر دوڑا دی۔ ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس غزوہ میں شرکت پر آمادہ ہو گئی۔ خود موسیٰ کو بھی اندلس کی راہ کی آسانیاں نظر آنے لگیں اور اس نے اندلس پر حملہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑے لشکر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ جلد ہی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم لشکر طارق بن زیاد کی سرکردگی میں تیار ہوگیا۔ طارق ایک نہایت قابل اعتماد قائد اور سپہ سالار تھا' اسی قائد اور جرنیل نے آگے چل کر فاتح اندلس کا لقب حاصل کیا۔

جولین نے مسلمانوں کو حملہ کی کیوں ترغیب دی؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جولین نے مسلمانوں کو اندلس پر حملہ کرنے کی کیوں ترغیب دی؟ بلکہ وہ خود سبتہ سے قیروان آیا اور موسیٰ بن نصیر کو اندلس پر حملہ کرنے کے لیے کہا اور اندلس کی سرزمین کی زرخیزی و شادابی' فصلوں اور میووں کی بہتات' پانی کی شیرینی اور دریاؤں کی کثرت اور ملک میں سیاسی خلفشار کا تذکرہ کر کے ان کے دل میں ایک حرص کی کیفیت پیدا کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اپنی مدد کا یقین بھی دلایا۔ اس کی چھوٹی بڑی وجوہات تو کئی ہو سکتی ہیں لیکن مؤرخین نے جو اہم وجہ بیان کی ہے وہ یہ ہے۔

شمالی افریقہ میں جب طنجہ تک کا علاقہ اسلامی اقتدار میں داخل ہوگیا تو اندلس کے ساحل کے قریب کے تمام اضلاع اندلس کے بادشاہ کی سیادت اور عمل داری میں داخل ہوگئے تھے سبتہ ان اضلاع کا دارالحکومت تھا اور کاؤنٹ جولین جسے عرب یلیان کہتے ہیں اور جو پہلے طنجہ کا والی تھا' یہاں کا گورنر تھا۔ جولین اندلس کے سابق گاتھ فرماں روا وٹیزا کا داماد تھا۔ اندلس کی عام رسم کے مطابق اس کی لڑکی فلورنڈا طلیطلہ میں اندلس کے نئے حکمران راڈرک کے شاہی محل میں تعلیم و تربیت سیکھنے کے لیے سکونت پذیر تھی۔ وہ جب وہاں گئی تو چھوٹی تھی لیکن جب جوان ہوئی تو راڈرک اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اپنے مقام' مرتبہ اور ذمہ داریوں کا احساس نہ کرتے ہوئے اس کے شیشۂ عصمت کو زبردستی چور کر دیا۔ اس زبردستی کے واقعہ پر ایک ایسی چنگاری اٹھی جس سے نہ صرف راڈرک کا تخت و تاج جل کر خاکستر ہوگیا بلکہ ملک میں ایک ایسا سیاسی اور مذہبی انقلاب آیا جس نے صدیوں تک اس ملک کی نہ صرف تاریخ بلکہ تہذیب بھی بدل دی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب یہ نئی تہذیب رائج نہیں ہوئی تھی یورپ میں بے غیرتی' بے حمیتی اور بے حیائی کا وہ چلن نہیں تھا جو آج ہے۔ آج کے یورپ میں تو حیاء نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی۔ عورت کو اشتہاری چیز بنا دیا گیا ہے حالانکہ حیا انسان کا وہ فطری وصف ہے جس سے اس کی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی آبیاری اور پرورش ہوتی ہے۔ عفت اور پاکبازی کا دامن اسی کی بدولت ہر داغ سے پاک رہتا ہے۔ یہ وصف انسان میں بچپن ہی سے فطری ہوتا ہے'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر اس کی مناسب تربیت کی جائے تو وہ قائم رہتا ہے بلکہ بڑھتا جاتا ہے اور اگر بری صحبت لگ جائے اور اچھے لوگوں کا ساتھ نہ رہے تو جاتا رہتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس کی مناسب نگہداشت کا حکم دیا۔ ستر عورت کا خیال کرنا' نگاہیں نیچی رکھنا' بے حیائی کی باتوں کو بولنے اور دیکھنے سے روکنا' برہنگی اور ننگا پن کو منع کرنا یہاں تک کہ غسل خانہ' باتھ روم اور خلوت میں بھی اس کی اجازت نہ دینا' اسی لیے ہے کہ آنکھیں شرم کے منظر سے جھینپتی رہیں۔ اگر تھوڑی تھوڑی بے شرمی اور بے حیائی کی جرأت بڑھتی جائے گی تو رفتہ رفتہ انسان پکا بے حیا بن جائے گا جیسا کہ آج کل مغربی ممالک اور امریکہ میں نئی تہذیب اور نئے تمدن کے سایہ میں مرد و عورت بے حیائی کی تمام حدود کو پھلانگ چکے ہیں اور اب حالت یہ ہے کہ ان کی جنسی زندگی کتوں اور خنزیروں کی زندگی سے بھی بدتر ہو چکی ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ابھی نوبت یہاں تک نہیں پہنچی تھی۔ عورتوں میں بھی حیاء باقی اور مردوں میں بھی غیرت و حمیت کا جذبہ موجود تھا اور اس جذبہ کے تحت وہ بڑے سے بڑا کام کر گزرتے تھے۔ چنانچہ فلورنڈا کے شیشۂ عصمت کو جب زبردستی چکنا چور کیا گیا اور وہ بھی بادشاہ راڈرک (Roderic) کے ہاتھوں' کیوں کہ بادشاہ تو پوری رعایا کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے' اور فلورنڈا تو اس کے محل میں اس کی لڑکی کی طرح تعلیم و تربیت حاصل کر رہی تھی' تو اس نے اس کی اطلاع اپنے باپ کاؤنٹ جولین (Count Juline) کو پہنچائی۔ وہ اس شرمناک واقعہ کو سن کر غیرت و حمیت میں ڈوب گیا اور جوش انتقام میں راڈرک (رزریق) کو تخت و تاج سے یک قلم محروم کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ چنانچہ وہ یہی منصوبہ باندھ کر فلورنڈا کو شاہی محل سے لے آنے کے لیے طلیطلہ گیا۔ راڈرک جولین کی طلیطلہ میں غیر متوقع آمد کا سن کر حیران ہو گیا کیونکہ وہ جو کچھ فلورنڈا سے کر چکا تھا وہ اس کے سامنے تھا۔ اس کے دل میں خوف کے کچھ جذبات پیدا ہوئے لیکن جولین نے اسے محسوس نہ ہونے دیا کہ اسے اس شرمناک واقعہ کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ اسی کے لیے آیا ہے۔ راڈرک نے جب اس سے طلیطلہ آنے کا مقصد پوچھا تو جولین نے اپنی خانگی پریشانیوں کی ایک فرضی داستان اس کو سنائی کہ اس کی بیوی بستر مرگ پر ہے اور وہ اپنی بیٹی فلورنڈا سے آخری ملاقات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ راڈرک کو جولین کی پریشانی کا حال دیکھ کر اس پر ترس آ گیا اور اس نے فلورنڈا کو واپس لے جانے کی اجازت دے دی۔ روانگی کے وقت راڈرک نے جولین سے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سنا ہے کہ افریقہ کے باز بہت اچھے ہوتے ہیں' چند باز بھیج دینا۔ کاؤنٹ جولین نے جواب دیا: اگر میں زندہ رہا تو ایسے باز بھیجوں گا جن کو آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا''۔

ان بے نظیر بازوں سے جولین کی مراد عرب کے شہ سوار تھے۔ چنانچہ جولین نے سبتہ واپس آتے ہی شمالی افریقہ کی اسلامی حکومت سے اندلس پر حملہ آور ہونے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کر دی جس کا تذکرہ گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ:

''عام طور پر کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے یہ قدم (یعنی اندلس پر حملہ) شہر سبتہ (Septem) کے سابق حکمران کی طرف سے امداد کے وعدے پر اٹھایا تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں قرطاجنہ (Carthage) کے سقوط کے بعد بھی سبتہ بدستور بازنطینی سلطنت کے قبضہ میں تھا۔ اس کے حاکم کا نام کاؤنٹ جولین (Julian) تھا اور اس نے مسلمانوں کو سپین کی سرزمین پر پہلی بار قدم رکھنے کی سہولت بہم پہنچائی' لیکن یہ محض افسانہ ہے۔ موسیٰ بن نصیر اپنی قوت اور فاتحیت کے پیش نظر اس امر کا محتاج نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک معمولی شہر کا حاکم مدد دے تو اندلس پر حملہ کیا جائے۔ دراصل اس سلسلے میں بہت سے اسباب فراہم ہو گئے تھے' مثلاً ہسپانیہ کے عوام کی حالت زار' قوطیوں کے ظلم و جور سے بیزاری جو صرف پادریوں کی دلداری کا خیال رکھتے تھے' عوام سے خود پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کی بے اعتنائی' یہاں تک کہ ہسپانیہ کے یہودی بھی مسلمانوں کا خیر مقدم کر رہے تھے جن پر مسیحوں کی طرف سے برابر مظالم ہوتے رہتے تھے' اور سب سے بڑھ کر عوام سے مسلمانوں کا حسن سلوک اہل ہسپانیہ کے لیے بطور خاص باعث کشش تھا''۔ اس حملے کی نوعیت محض ایک تاخت کی سی تھی جو بربری سپہ سالار طریف کی سرکردگی میں جزیرۂ طریف (Tarif) پر عمل میں آئی۔ طریف کی اس کامیابی کے بعد موسیٰ کا نائب طارق سات ہزار جمعیت کے ساتھ باقاعدہ میدان جنگ میں کود پڑا۔ رجب یا شعبان سنہ 92ھ اپریل یا مئی سنہ 711ء میں اس جمعیت نے اس پہاڑ کے قریب پاؤں جما لیے جو بعد میں طارق کے نام سے جبل الطارق (Gibralter) کہلایا''

(دائرہ معارف اسلامیہ جلد 2 ص 338)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فاتح اندلس طارق بن زیاد کا حملہ

طارق بن زیاد فاتح اندلس افریقہ کا باشندہ تھا اور بربر نسل سے اس کا تعلق تھا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کے افریقی ہونے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فارسی الاصل تھا اور اس کا تعلق ایران کے شہر ہمدان سے تھا' لیکن ہمارے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ طارق کا تعلق افریقہ ہی سے تھا اور یہ موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ یہ پہلے مختلف فوجی خدمات پر مامور رہا اور فوج میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ چنانچہ اسے طنجہ کا والی بنا دیا گیا۔ اسی دوران کہتے ہیں کہ سبتہ کے حکمران کاؤنٹ جولین سے اس کی مراسم اور تعلقات قائم ہو گئے۔ ان تعلقات میں یہاں تک گہرائی پیدا ہوئی کہ ایک روز جولین نے انہیں اندلس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی' لیکن طارق نے کہا کہ آپ اس بارہ میں موسیٰ بن نصیر سے بات کریں۔ چنانچہ جولین نے براہ راست موسیٰ سے بات کی لیکن جس مجلس میں یہ گفتگو ہوئی اس میں طارق بن زیاد بھی شریک تھے۔ موسیٰ نے پہلے طریف بن مالک کو چار پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ بھیجا جن کا حملہ نہایت کامیاب رہا۔ اب اندلس کی مکمل فتح کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے جو فوج بھیجی گئی اس کا سپہ سالار موسیٰ نے اپنے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) طارق بن زیادہ بربری کو بنایا۔ جولین نے وعدہ کے مطابق اپنے چار تجارتی جہاز افریقہ بھیجے اور ان جہازوں پر طارق سات ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر لے کر اندلس روانہ ہو گئے۔ ان میں تین سو عرب اور باقی بربر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اگرچہ اسلامی لشکر کی تعداد میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن اثیر نے تعداد سات ہزار لکھی ہے۔ پھر پانچ ہزار کمک کا اور تذکرہ کیا ہے۔ ابن خلدون نے تین سو عرب اور دس ہزار بربر لکھا ہے۔ بہرحال یہی تعداد تھی جو فاتح اندلس بنی۔ اس لشکر کی راہنمائی کاؤنٹ جولین کر رہا تھا۔

یہ اسلامی لشکر چار جہازوں پر بروز پیر 5 رجب سنہ 92ھ کو آبنائے کو عبور کر کے ایک پہاڑی پر اترا جو بعد میں طارق بن زیاد کی طرف منسوب ہو کر جبل الطارق کے نام سے موسوم ہوئی۔ جس کو اب جبرالٹر (Gibralter) کہا جاتا ہے۔ مسلمان چونکہ اپنے جہازوں پر نہیں آئے تھے بلکہ جولین کے تجارتی جہازوں پر اندلس میں وارد ہوئے تھے اس لیے ان کے اترنے سے کسی کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ کوئی باہر سے حملہ آور آیا ہے۔ یہ چاروں جہاز سپاہیوں کو ساحل پر اتار کر باقی ماندہ سپاہیوں کو لانے کے لیے واپس چلے گئے۔

بعض کتابوں میں ہے کہ طارق بن زیاد نے اثنائے راہ میں ایک مبارک خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کی معیت میں تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرامؓ تلواریں لٹکائے اور مونڈھوں پر کمانیں چڑھائے ہیں۔ آپؐ نے طارق سے فرمایا:

''طارق! اسی شان سے قدم بڑھائے جاؤ''۔ پھر آپؐ نے اس کو مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی ہدایت فرمائی۔
اس کے بعد طارق نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہ کرامؓ کے جلو میں اندلس میں داخل ہوئے اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے ہے''۔

یہ خواب نہایت مبارک تھا۔ اسے دیکھ کر طارق بہت خوش ہوئے اور اس سے انہیں اپنی کامیابی اور فتح مندی کی امید بندھی۔ طارق نے یہ خواب اپنے ساتھیوں کو بھی سنایا' وہ بھی سن کر بہت خوش ہوئے اور اس خواب نے ان کے حوصلے بلند اور ارادے مضبوط کر دیے۔

طارق نے اس پہاڑ پر چند روز قیام کیا۔ اس اثنا میں جولین کے تجارتی جہاز باقی ماندہ مجاہدین کو بھی لے کر آ گئے۔ ابتدائی انتظامات مکمل کرنے کے بعد اب اس لشکر نے فوجی نقل و حرکت شروع کی۔ جبل الطارق کے بالکل شمالی ساحل پر قدیم تاریخی شہر قرطاجنہ آباد تھا۔ طارق نے عبدالملک معافری کو ایک دستہ دے کر اس کی طرف روانہ کیا۔ اہل شہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے کوئی مزاحمت نہ کی اور وہ بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوگیا۔ پھر یہ جزیرہ خضراء کی طرف بڑھے۔ یہاں بھی کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ یہ جزیرہ گزشتہ سال طریف کے ہاتھوں پامال ہو چکا تھا لہٰذا اسے فتح کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی' پھر ایک چھوٹا سا لشکر طریف ہی کی قیادت میں جزیرہ طریف کو فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا جس نے کسی بڑی مزاحمت کے بغیر اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ تین شہر قرطاجنہ' جزیرہ خضراء اور جزیرہ طریف مسلمانوں کے زیر نگین تھے اور مجاہدین کا ان پر مکمل کنٹرول تھا۔ طارق نے ان شہروں کی فصیل اور قلعوں کو درست کرایا۔ جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی وہاں مرمت کرائی اور ان شہروں کو اپنی پشت پناہ بنا کر اندلس کے شاہی لشکر سے کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔

چند افسانے

بعض تواریخ میں ہے کہ اندلس میں اس زمانہ میں نجوم و طلسمات کے بہت سے افسانے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض عرب مؤرخین کے کانوں تک بھی پہنچے' اور انہوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ اپنی کتابوں میں انہیں نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جزیرہ خضراء میں تفاول کے طور پر ایک واقعہ پیش آیا۔ یہاں طارق بن زیاد سے ایک بڑھیا نے کہا کہ اس کا شوہر علم نجوم میں بڑا ماہر تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اس ملک میں ایک امیر اور جرنیل داخل ہوگا جو سب پر غلبہ حاصل کرلے گا اور اندلس کا پورا علاقہ اس کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر بڑا ہوگا اور اس کے بائیں بازو پر ایک تل ہوگا جس پر بال اگے ہوں گے۔ طارق نے اس بڑھیا سے جب یہ بات سنی تو اسے دلچسپی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس نے اپنا بایاں بازو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پر تل موجود تھا جس میں بال اگے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس بات سے بھی طارق کا حوصلہ بہت بلند ہوا اور وہ صحیح معنوں میں اپنے آپ کو اس ملک کا فاتح سمجھنے لگا۔

جس طرح طارق کے بارہ میں اس قسم کی باتیں کتابوں میں ہیں جس سے اس کا فاتح ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح راڈرک شاہ اندلس کی طرف بھی اس قسم کی کئی باتیں منسوب کرکے لکھی گئی ہیں جن سے اس کی حکومت کا زوال اور عربوں کی فتح کی بشارت ملتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلیطلہ میں ایک قدم تاریخی عمارت تھی جو بیت الحکمت کے نام سے موسوم تھی۔ یہ عمارت مقفل تھی' اور کئی پشتوں سے دستور یہ چلا آتا تھا کہ اندلس کا نیا فرمان روا اس کے دروازہ پر ایک تالہ چڑھا دیتا تھا اور اس کی چابی اس تالے کے ساتھ لٹکتی رہتی تھی۔ کسی فرمان روا اور صاحب اقتدار کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس تالے کو کھول لے کیوں کہ تالے کے کھولنے کے معنی ملک کو آفات و حوادث اور زوال و انحطاط میں مبتلا کر دینے کے تھے۔ اس عمارت کی حفاظت کے لیے کئی دربان مقرر تھے تا کہ کوئی اس کا تالہ نہ کھول سکے۔ چنانچہ راڈرک جب تخت نشین ہوا تو اس کی تخت نشینی کے وقت بھی دستور کے مطابق عمائدین سلطنت دربار میں حاضر ہوئے اور اس عمارت کے دروازہ پر قفل چڑھانے کی رسم انجام دینے کی درخواست کی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت عمارت کے دروازے پر 26 قفل چڑھے ہوئے تھے اور ستائیسواں قفل راڈرک کی خدمت میں پیش کیا گیا تا کہ وہ بھی اپنے حصہ کا قفل چڑھائے۔ لیکن راڈرک کا تعلق چونکہ شاہی خاندان سے نہیں تھا کہ وہ گزشتہ خاندانی روایات کا احترام کرتا' چنانچہ بجائے قفل چڑھانے کے اس کو اس طلسمی عمارت کی حقیقت سے آشنائی پیدا کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے سمجھا ہوگا کہ اس عمارت کو تالے اس لیے لگتے ہیں کہ شاید پچھلے بادشاہوں کی دولت اس میں چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اس لیے اس نے اسپین کے عمائدین کے سامنے اس قفل کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن عمائدین سلطنت نے یک زبان ہو کر اس کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ کہا کہ اگر آپ کو زر و جواہر اور مال و دولت کا خیال ہے تو ملک سے ڈھیروں دولت جمع کر دی جائے گی' لیکن اس عمارت کے طلسم کو توڑ کر ملک کو کسی نئی مصیبت اور آفت میں مبتلا نہ کیا جائے۔ مگر راڈرک بضد تھا کہ اس طلسمی عمارت کے سربستہ رازوں کو وہ ضرور معلوم کر کے رہے گا۔ عمائدین کے سمجھانے سے وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اس نے خود جا کر ایک ایک کر کے سارے قفل کھول دیے۔ بیت الحکمت کا دروازہ کھلا تو سامنے ایک زر و جواہر سے مرصع زرنگار خوبصورت میز رکھی ہوئی ملی۔ معلوم ہوا کہ یہ ''مائدہ سلیمان'' ہے جو بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں لایا گیا تھا۔ پھر اسی کمرے میں ایک مقفل صندوق ملا۔ راڈرک نے اس کے تالے کو بھی کھولا تو صندوق میں نہایت عمدہ قسم کی بنی ہوئی سواروں کی چند تصویریں نکلیں جن کی شکلیں عربوں سے ملتی تھیں۔ وہ جانوروں کی کھالیں پہنے' عمامے باندھے' گیسو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لٹکائے، عربی گھوڑوں پر سوار، ننگی تلواریں سونتے اور برچھے تانے کھڑے تھے۔ انہی تصویروں کے ساتھ ہرن کی ایک جھلی رکھی ہوئی تھی۔ راڈرک نے اس جھلی کو کھلوایا تو اس میں مکتوب تھا کہ:

''جب اس مقفل عمارت اور صندوق کو کھولا جائے گا تو وہ قوم جس کی تصویریں اس صندوق میں بنی ہوئی ہیں، جزیرہ اندلس میں داخل ہوگی، اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں ملک ہوگا، ان کی حکومت ہمیشہ کے لیے جاتی رہے گی''۔

راڈرک نے اس طلسمی عمارت اور صندوق کو کھول تو لیا لیکن وہ اس نوشتہ کو پڑھ کر اپنے کیے پر پچھتایا اور اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ اس واقعہ پر چند روز ہی گزرے تھے کہ اس نے سنا کہ مشرق سے شہنشاہِ عرب کی فوج اندلس کی فتح کے لیے ملک میں داخل ہوگئی ہے۔ اس خبر نے اس کے ہوش اڑا دیے۔

یہ واقعات کہاں تک درست اور صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بہرحال ہم نے زیب داستان کے لیے ان کو نقل کر دیا ہے۔ اگر یہ واقعات اور افسانے درست بھی ہوں تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

ڈیوک تھیوڈومیر کی شکست

طارق بن زیاد جولین کے تجارتی جہازوں پر آبنائے کو عبور کر کے اندلس میں پہنچ تو گیا اس کا پہنچنا ارباب اقتدار سے مخفی رہا لیکن جب چند ہی دنوں میں اس کے جرنیلوں نے چند شہروں پر قبضہ کر لیا تو پورے علاقہ میں ایک ہلچل مچ گئی اور لوگ سراسیمہ اور پریشان ہوگئے۔ ڈیوک تھیوڈومر (تدمیر) اس علاقہ کا گورنر تھا۔ اس کا تعلق گاتھ خاندان سے تھا۔ وہ ان اجنبی حملہ آوروں کی کاروائیوں اور اندلس میں ان کی موجودگی سے سراسیمہ اور پریشان ہوگیا۔ اس نے اس فوج سے جبرالٹر کے قریب ہی مقابلہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ اجنبی فوجی اس کے مقابلہ میں جلد شکست کھا جائیں گے، لیکن معاملہ برعکس نکلا اور تھیوڈومیر (Theodomir) پہلے ہی حملہ میں ان اجنبی فوجیوں سے شکست کھا گیا۔ شاہ راڈرک ان دنوں شمالی علاقہ میں اپنے دشمنوں سے نبرد آزما تھا۔ تھیوڈومیر نے جب مسلمان مجاہدین سے شکست کھائی تو وہ اس قدر خوف زدہ ہوگیا کہ اسی خوف میں اس نے ایک تیز رفتار قاصد راڈرک کے پاس بھیجا اور ان اجنبی حملہ آوروں کی اطلاع اس کو ان الفاظ میں دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خط کے ایک ایک لفظ سے خوف ٹپکتا تھا۔ اس نے لکھا:

"ہماری اس سرزمین پر ایک قوم اتر پڑی ہے کہ نہ ان کا وطن معلوم ہے اور نہ اصلیت۔ معلوم نہیں یہ کہاں سے آئے ہیں' زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں' کاؤنٹ جولین ان حملہ آوروں کا دلیل راہ ہے"۔

اس خط کے ملنے پر راڈرک کو سخت پریشانی ہوئی۔ وہ اس وقت بلبلونہ میں مقیم تھا۔ یہ خط پڑھ کر اس نے بلبلونہ کی مہم ملتوی کر دی اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ چنانچہ ملک میں عام فوجی بھرتی کا اعلان کرایا گیا اور لوگوں سے اپیل کی گئی کہ ان اجنبی فوجوں کو فوراً ملک سے نکال باہر کیا جائے۔ راڈرک کا دارالحکومت طلیطلہ تھا۔ وہ بلبلونہ سے گھبراہٹ میں قرطبہ چلا آیا اور طلیطلہ کے بجائے اب اس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔

اس نے حملہ آوروں کو سرزمین اندلس سے نکالنے کی جو عام اپیل کی تھی عوام نے اس کا مثبت جواب دیا' باوجود اس بات کے کہ وہ راڈرک سے سخت نالاں تھے' لیکن اجنبی فوجوں کو برداشت کرنا ان کے لیے بھی ممکن نہ تھا۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق قرطبہ آ کر فوج میں شریک ہونا شروع ہو گئے۔ راڈرک نے چونکہ گاتھ خاندان کی حکومت پر ناجائز قبضہ کیا تھا اس وجہ سے اس کے مخالفین بھی بہت تھے' لیکن اس نازک موقع پر اس نے دل کڑا کر کے اپنے مخالفین سے بھی ملاقات کی اور ان کو مذہب' وطن اور قوم کے نام پر مادر وطن کی حفاظت کی اپیل کی۔ اس کی اس اپیل کا یہ اثر ہوا کہ گاتھ خاندان کے تین شہزادے بھی اپنے حلقہ اثر سے فوج اکٹھا کر کے دارالحکومت قرطبہ کی طرف چل پڑے' لیکن انہیں راڈرک پر کوئی بھروسہ اور اعتماد نہ تھا' اس لیے انہوں نے شہر میں داخل ہونے سے گریز کیا اور قرطبہ سے باہر وادی کبیر کے اس پار مقام شقندہ میں فوج کے ساتھ اترے۔ ان شہزادوں کی فوج کو دیکھ کر دوسرے لوگ جو جنگ کی نیت سے آئے تھے وہ بھی یہیں ٹھہر گئے۔ اور رفتہ رفتہ یہی مقام فوجی چھاؤنی بن گیا اور راڈرک کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد تک پہنچ گیا جو کہ اس وقت کے لحاظ سے ایک بہت بڑا لشکر تھا۔

طارق بن زیاد نے جب دشمن کی اتنی بڑی فوج کے اکٹھے ہونے کا حال سنا تو کچھ پریشان سا ہوا کیوں کہ اجنبی ملک میں ہر طرف دشمن اور پیچھے گہرا سمندر' اب حالت یہ تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن''۔ اس لیے پریشان ہونا ایک فطری بات تھی۔ انہوں نے موسیٰ بن نصیر کو اس بارہ میں مطلع کیا اور کچھ کمک طلب کی۔ موسیٰ بھی غافل نہ تھے۔ وہ کمک کے لیے پہلے سے کشتیاں تیار کروا رہے تھے۔ چنانچہ جونہی طارق نے کمک طلب کی تو انہوں نے فوری طور پر پانچ ہزار فوج بھیج دی۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔ لیکن ایک لاکھ کی فوج کے مقابلہ میں بارہ ہزار فوج کی کیا حیثیت تھی۔ لیکن مسلمان کا اعتماد اسلحہ اور فوج کی تعداد پر تھوڑا ہی تھا' وہ تو دنیا میں اپنے کو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ سمجھتے ہوئے لڑتے تھے اور اسی ایمانی جذبہ کے تحت وہ سمندر پار کر کے ایک اجنبی ملک میں وارد ہوئے تھے۔

طارق کی تعلیم و تربیت موسیٰ بن نصیر ایسے ماہر حرب اور عظیم سپہ سالار کی زیر نگرانی ہوئی تھی اور فن سپاہ گری میں طارق کا ایک نہایت بلند مقام تھا۔ اس کی جنگی چالوں اور بہادری کے چرچے دور دور تک تھے۔ وہ جنگی منصوبہ بندی میں بڑا ماہر تھا اور غیر معمولی ذہین' دوربین اور مستعد قائد تھا۔ انہی قابلیتوں کے باعث اندلس پر حملہ آور ہونے سے قبل طارق کو طنجہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔

طارق بن زیاد نے جنگ کے لیے ایسی جگہ منتخب کی جو فوجی لحاظ سے اسلامی لشکر کے لیے محفوظ تھی۔ اس کے قریب پانی اور سامان رسد کی سہولتیں موجود تھیں۔ یہ جگہ وادی رباط کے کنارے تھی (جس کا دوسرا نام وادی بکر ہے) اور اسلامی لشکر کے عقب میں جھیل لا جندا (La Janda) تھی جسے البحیرہ کہنے لگے تھے۔ اس اثناء میں راڈرک بھی کوچ کرتا ہوا جنوبی اندلس کی طرف چلا۔ دونوں فوجوں کا سامنا گواڈالیٹ کے داہنے کنارے بحر محیط کے ساحل سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر مقام شریش میں ہوا۔ دونوں فوجوں نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیے اور طرفین لڑائی کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔

راڈرک کی یہ ایک لاکھ کی فوج گھوڑوں اور قیمتی اور جدید اسلحہ سے آراستہ تھی جب کہ مجاہدین اسلام صرف بارہ ہزار تھے۔ اگرچہ یہ بڑے قوی ہیکل' جنگ جو' بہادر اور عزم و ہمت کے مجسمہ تھے لیکن ان کے پاس نہ گھوڑے تھے اور نہ پورا اسلحہ' ہاتھوں میں صرف برہنہ شمشیریں تھیں اور بعضوں کے پاس صرف نیزے تھے تلوار بھی نہ تھی لیکن:

مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور کافر کو اپنے اسلحہ اور شمشیر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ فوج کی تعداد اور اسلحہ کے لحاظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان دونوں فوجوں میں کوئی مقابلہ نہیں تھا خصوصاً اس لیے کہ اندلسی لشکر میں وطن اور مذہب کی مدافعت کا جذبہ کارفرما تھا اور اسی جذبہ کے تحت اندلس کے گوشہ گوشہ سے چیدہ چیدہ سپاہی اکٹھے ہو کر آئے تھے کہ غیر ملکی فوجوں کو اپنے وطن اور خطے سے نکال باہر کریں گے' لیکن مسلمان فوج دلوں میں ایمان کے نور کی روشنی لے کر اور اللہ پر توکل کر کے' اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے سمندر پار سے آئی تھی اس لیے وطن کی حفاظت کا جذبہ ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ اللہ کے دین کے پرچارک اور اس کے رسول ﷺ کا نمائندہ بن کر اس ملک میں آئے۔ نہ مال غنیمت اور نہ کشور کشائی ان کا مقصد زندگی تھا اس لیے اللہ کی تائید و نصرت ان کے ساتھ تھی۔

نصرت خداوندی اور مدد ایزدی سے ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی جس نے راڈرک کی قوت میں ضعف اور اضمحلال پیدا کر دیا۔ ہوا یہ کہ کاؤنٹ جولین اسلامی لشکر کے ہم رکاب تھا بلکہ ان کا دلیل راہ تھا۔ وہ اس خطہ کے ہر شخص سے آشنا اور ان لوگوں کی ہر چال سے واقف تھا۔ چنانچہ جب طرفین کے لشکر آمنے سامنے خیمہ زن تھے تو جولین کے آدمی دشمن کے فوجیوں میں مل جل گئے تھے' انہوں نے جاسوسی اور تفرقہ اندازی کی حکمت عملی اختیار کی کیونکہ اس میں طارق کی فوج کا بہت فائدہ تھا۔ اسی اثناء میں کاؤنٹ جولین اپنا کمند گاتھ شہزادوں پر پھینکنے میں کامیاب ہوگیا جو اس لشکر میں وطن و قوم کی حفاظت کے جذبہ کے تحت راڈرک جیسے غدار قوم و وطن کے ساتھ آئے تھے۔ حالانکہ وہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے آباو اجداد اور خاندان کی حکومت پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے' لیکن مسلمان چونکہ دوسرے وطن سے آئے تھے اس لیے یہ شہزادے اپنے لشکر کے ساتھ وطن کی حفاظت کرنے اور وطن کو اجنبی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے راڈرک کے ساتھ تھے۔ جولین نے ان شہزادوں کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلا کر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینے اور درخشاں مستقبل کی یاد دلائی۔ شہزادوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ راڈرک اس اجنبی فوج سے ہمارے لیے زیادہ خطرناک ہے۔ دوسرے مسلمان ایک بااصول قوم اور وعدہ کی پکی ہے جو معاہدہ ہم ان کے ساتھ کریں گے وہ اس کو ضرور پورا کریں گے جب کہ راڈرک ایک غاصب اور غدار شخص ہے۔ یہ وقتی طور پر ہم سے وعدہ وعید کر رہا ہے' وقت گزرنے کے بعد یہ اپنے کسی وعدہ کو پورا نہیں کرے گا۔ اس نے پہلے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمارے خاندان کو نقصان پہنچایا اور اگر یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح مند اور کامیاب ہو گیا تو پھر اس سے کسی خیر کی توقع رکھنا عبث اور فضول ہے' بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ چنانچہ گاتھ شہزادوں نے اپنے قاصد اور پیام بر کے ذریعہ راڈرک کے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کر لینے اور ان لوگوں کا اپنے حقوق سے دست بردار نہ ہونے سے مطلع کیا' اور اپنی موروثی جاگیریں واگزار رکھنے کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ شاہی جاگیریں اندلس کے نہایت ہی زرخیز علاقوں میں تین ہزار کی تعداد میں تھیں۔ طارق بن زیاد نے ان کی اس شرط کو منظور کر لیا اور دونوں فریقوں میں یہ عہد و پیمان خفیہ طور پر طے پا گیا۔

ادھر یہ خفیہ عہد و پیمان طے پایا تو دوسری طرف راڈرک کے لشکر میں یہ خیالات پھیلائے گئے کہ راڈرک سلطنت اندلس کا غاصب اور غدار ہے۔ شاہی خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کو کامیاب و کامران بنانے کے لیے کوئی اپنی تباہی و بربادی کیوں مول لے کیونکہ اس سے کسی قسم کی کوئی اچھی توقع ہو ہی نہیں سکتی۔ باقی رہے مسلمان تو یہ چلتی پھرتی قوم ہے۔ یہ سمندر پار سے آئی ہے۔ اسے اس سرزمین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے صرف مال غنیمت چاہیے' مال غنیمت حاصل ہو جانے کے بعد انہیں اس ملک میں رہنے کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں۔ یہ مال غنیمت لے کر جب افریقہ روانہ ہوں گے تو یہ وطن ہمارا ہے۔ ہم خود اندلس کے شاہی تخت و تاج کے لیے کسی کو منتخب کر لیں گے۔

راڈرک اس رازدارانہ عہد و پیمان اور لشکر میں ان باغیانہ خیالات کی نشر و اشاعت سے یک قلم بے خبر تھا۔ وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی مختلف قسم کی جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس کے جاسوس بھی اسلامی لشکر کے گرد چکر کاٹ رہے تھے۔ انہیں بھی اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ ان کے اپنے لشکر میں کسی قسم کے باغیانہ خیالات کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے۔ یہ اس کے جاسوسی کے محکمہ کی ناکامی تھی۔ پھر جن جاسوسوں کو اس نے مسلمانوں کی عام حالت کا اندازہ لگانے کے لیے بعض جری اور معتبر آدمیوں کو بھیجا تھا' وہ اپنے کو مسلمانوں سے نہ چھپا سکے' لہٰذا وہ جاسوسی کرنے میں بالکل کامیاب نہ ہوئے' لیکن یہ ان کی خوش بختی تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان جاسوسوں نے واپسی پر اپنے جو تاثرات راڈرک سے بیان کیے وہ اس کے لیے اور زیادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوصلہ شکن ثابت ہوئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے راڈرک سے کہا:

''بادشاہ! یہ وہی صورتیں ہیں جو اس طلسمی صندوق میں دکھائی گئی تھیں۔ ان سے مقابلہ آسان کام نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یا تو اپنی موت کے خواہاں ہیں یا اس زمین کے جو آپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ انہوں نے واپس اپنے وطن جانے کے خیال کو یک قلم مٹانے کے لیے اپنے جہازوں کو بھی جلا کر راکھ کر دیا ہے اور وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ آپ کے مقابل صف آرا ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے ہماری اس سرزمین پر کوئی ایسا مقام نہیں جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں' لہٰذا انہیں یا تخت چاہیے یا تختہ' تیسری شے ان کے لیے اور کچھ نہیں ہے''۔ (مقری جلد 1 ص 121)

جاسوسوں کی یہ رپورٹ راڈرک کے لیے نہایت حوصلہ شکن اور اس کے اوسان خطا کرنے والی تھی' لہٰذا اس سے اس کی فوج میں ایک خاصا اضطراب و انتشار پھیل گیا' لیکن دوسری طرف مسلمان سپاہی بھی دشمن کی کثرت تعداد اور اس کے قیمتی اور اعلیٰ قسم کے سامان جنگ کو دیکھ کر مرعوب ہو رہے تھے جو ایک اچھی بات نہ تھی۔ ایسی مرعوبیت حوصلوں کو پست اور عزم کو ضعیف کرتی ہیں' لیکن اسلامی لشکر کا سپہ سالار طارق بن زیاد اس سے بے خبر نہ تھا' مگر وہ جلد ہی فوج کے اس خوف و ہراس کو دور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ اسی رات کو جس کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی تھی' مسلمانوں میں جوش و ولولہ اور عزم و استقامت کی روح پھونکنے کے لیے' اس نے ان کے سامنے ایک بڑی پرزور اور ولولہ انگیز تقریر کی جس نے مسلمانوں کے پست ہوتے ہوئے حوصلوں کو بلند اور ان کے ڈوبے ہوئے دلوں کو سنبھال لیا بلکہ مضبوط کر دیا اور وہ لڑنے مرنے اور فتح مندی اور کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ طارق کی یہ تقریر مختلف تاریخوں میں تھوڑے تھوڑے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔ ہم نے ان تاریخوں سے جستہ جستہ فقرات نقل کیے ہیں اور اس ترجمہ میں اصل تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھ کر ان فقروں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ طارق بن زیاد نے حمد و ثنا کے بعد کہا:

''مسلمانو! یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اب تمہارے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ سمندر تمہارے پیچھے ہے اور دشمن تمہارے سامنے۔ بخدا! اب سوائے عزم و ہمت' جرأت و بہادری اور پامردی و استقلال کے تمہارے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ یہی دونوں طاقتیں ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں۔ یہی دونوں فتح مند فوجیں ہیں جنہیں فوج کی قلت تعداد نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ کسی فوج کی کثرت' بزدلی' سستی' نامردی' اختلاف اور غرور کے ساتھ کسی کو فائدہ پہنچا سکتی۔ یہ بات سمجھ لو! تم اس جزیرہ میں ایسے ہو جیسے یغمائی بخیلوں کے دستر خوان پر ہوتے ہیں۔ تمہارے دشمن اپنی فوج اور قیمتی سامان جنگ کے ساتھ تمہارے سامنے آ چکے ہیں۔ ان کے پاس سامان رسد کا ذخیرہ بھی وافر ہے لیکن تمہارے پاس کوئی سامان نہیں' بجز تمہاری تلواروں کے تمہارے لیے کوئی رسد نہیں سوا اس کے کہ تم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے چھین کر حاصل کر لو۔ اگر تم نے اس معاملہ میں ذرہ برابر بھی کوئی کوتاہی کی اور کچھ حاصل نہ کیا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارا رعب پیدا ہونے کے بجائے تم سے مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرأت پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے تم اپنے آپ کو کسی ایسی رسوائی میں پڑنے سے اس سرکش (راڈرک) کو اپنے زیر کر کے بچا لو جو اس قلعہ بند شہر سے تمہارے مقابلہ کے لیے نکلا ہے۔ اگر تم بہادری کر کے اپنی جانوں پر کھیل جاؤ تو کامیابی تمہارے قدم چومنے کے لیے فرش راہ ہے اور کامرانی تمہارے استقبال کے لیے کھڑی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ میں تمہیں ایسی کوئی دعوت نہیں دیتا جس کو میں خود قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ میں تمہیں ایسے مقام پر لایا ہوں جہاں سب سے سستی چیز انسانوں کی جانیں ہیں' اور سب سے پہلے میں اپنے آپ سے شروع کرتا ہوں کہ اپنی جان اللہ کے راستہ میں قربان کرنے کے لیے نکلوں۔ اس بات کا اچھی طرح یقین رکھو کہ اگر تھوڑی دیر کی تکلیف اٹھا لو گے تو اس کے بدلہ میں ایک زمانہ دراز اور مدت طویل تک عیش و راحت اٹھاؤ گے اور آئندہ آنے والی نسلیں تمہیں اچھے نام سے یاد کریں گی۔ تم اپنی جانوں کو میری جان سے زیادہ قیمتی نہ بناؤ۔ تمہارا اور میرا حصہ برابر ہے۔ اس وقت جو کچھ جزیرہ میں ہے وہ سب کچھ تمہارا ہے۔ یہیں وہ حوروش اور خوبصورت یونانی لڑکیاں ہیں جو موتی اور مرجان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزین، سنہرے لباس میں ملبوس اور امراء اور ملوک کے محلات کی زینت اور ان کے لیے سامان عیش ہیں۔ امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک نے تم جیسے بہادروں اور حوصلہ مندوں کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ تم اس جزیرہ کے تاجداروں اور رئیسوں کے داماد بن جاؤ۔ یہاں کے بہادروں اور شہ سواروں سے دو دو ہاتھ کرلو۔ تم اس جزیرہ میں اللہ کے کلمہ اور اس کے دین کو سر بلند کرنے کے لیے آئے ہو اور تم اس کا اجر عظیم پاؤ گے۔ یہاں کا مال غنیمت صرف اور صرف تمہارے ہی واسطے ہے۔ تم جس عزم پر استوار اور جس ارادے پر پختہ اور مضبوط رہو گے، اللہ اس میں تمہاری مدد اور نصرت کرے گا اور دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں تمہارا نام باقی رہ جائے گا۔

''یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ میں تمہیں جو دعوت دے رہا ہوں اس کو قبول کرنے والا سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں۔ مجھے تم لوگ جو کچھ کرتے دیکھو اسی کی پیروی اور اتباع کرو۔ اگر میں حملہ کروں تو تم بھی ٹوٹ پڑو، اگر میں رک جاؤں تو تم بھی ٹھٹھک کر رک جاؤ۔ جنگ کے میدان میں سب مل کر ایک شخص واحد کی ہیئت اختیار کرلو۔ جس وقت دونوں فوجیں آپس میں برسرپیکار ہوں اور تلواریں تلواروں سے ٹکرائیں اس وقت میں خاص طور پر اس سرکش (راڈرک) کی طرف رخ کروں گا۔ اگر میں اس سرکش اور اللہ کے باغی کا کام تمام کرنے کے بعد مارا جاؤں تو میں تمہارے کام کو پورا کر جاؤں گا۔ تم لوگ بہادر اور عقل مند ہو، اس کے بعد تم اپنے کاموں کو خود سنبھال سکتے اور ان کا انتظام کر سکتے ہو۔ اگر میں اس تک پہنچنے سے قبل ہی کام آجاؤں اور دشمن کے ہاتھوں مارا جاؤں تو تم خود میرے اس عزم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینا اور اس پر شدت سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دینا اور اس جزیرہ کی فتح کو مکمل کر لینا، کیوں کہ اس کے قتل کے بعد ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں اور ان کے ارادے کمزور اور نحیف ہو جائیں گے۔

''یہ بات بھی نہایت غور اور توجہ سے سن لو کہ اگر میں مارا جاؤں تو کچھ غم نہ کرنا، رنج و ملال کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دینا اور نہ ہی آپس میں الجھ کر ایک دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے لڑنے لگنا' ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور دشمنوں کے لیے تم پیٹھ پھیر دو گے اور قتل یا گرفتار ہو کر برباد اور پامال ہو جاؤ گے۔ خبردار! خبردار! پستی اور ذلت کو قبول نہ کرنا اور اپنے کو دشمنوں کے حوالے نہ کر دینا۔ تمہارے لیے مشقت اور جفاکشی کے ذریعہ شرف وعزت' راحت و آرام اور حصول شہادت کے ذریعہ ثواب آخرت مقدر کیا گیا ہے۔ ان سعادتوں کے حصول کے لیے آگے بڑھو۔ اگر تم نے یہ سب کچھ کر لیا تو اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہیں آئندہ ہونے والے بڑے خسارے سے اور کل اپنے جاننے والے مسلمانوں کے درمیان برے لفظوں سے یاد کیے جانے سے بچائے گا۔ پس اب میں حملہ آور ہوں گا اور اس پر چھا جاؤں گا۔ میرے حملہ آور ہوتے ہی بہادرو تم بھی بھوکے باز کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑنا کیوں کہ اسی میں قوموں کی زندگی مستور اور مخفی ہوتی ہے۔

(الامامۃ والسیاسۃ جلد 2 ص 60 'نفح الطیب جلد 1 ص 112)

یہ تقریر کیا تھی؟ ایک بارود تھا جس نے فوج میں عزم و ہمت' جوش و خروش اور فتح و ظفر کا جذبہ کچھ اس طرح پیدا کیا کہ پوری فوج مرنے مارنے پر تیار ہو گئی۔ ان میں سے بعض نوجوان آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے جرنیل کی جوابی تقریر میں اپنے عزم و ہمت اور اطاعت و انقیاد کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''اگر اب سے پہلے ہمارے دلوں میں کوئی بات اس کے برخلاف تھی جس کا آپ نے اپنی تقریر میں اظہار فرمایا ہے تو یقین جان لیں کہ اب ہم نے اس کو اپنے دلوں سے یک قلم دور کر دیا ہے۔ اب آپ قدم بڑھائیں پوری فوج کے قدم آپ کے ساتھ اور آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ اس بارہ میں آپ کوئی فکر نہ کریں۔ ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے جسم کے خون کا ایک ایک قطرہ بہانے کے لیے تیار ہیں''۔

طارق بن زیاد کی اس تقریر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ چنانچہ اس تقریر کے بعد فوج کے نہ صرف نوجوانوں بلکہ بڑی عمر کے لوگوں میں بھی ایک ولولۂ خاص اور جذبۂ اخلاص پیدا ہوا جس سے ہر شخص عزم و ہمت اور بہادری و جانبازی کا پیکر بن گیا۔ اسی جوش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وخروش میں انہوں نے ساری رات آنکھوں میں کاٹی۔ جب سپیدۂ صبح نمودار ہوا اور عروس شمس نے حجلۂ مشرق سے جھانکا تو طبل جنگ بجایا گیا۔ یہ 27 رمضان المبارک سنہ 92ھ مطابق 19 جولائی سنہ 711ء کی مبارک صبح تھی جب یہ دونوں فوجیں حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لیے میدان جنگ میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں جن کی تعداد میں قریباً ایک اور نو کی نسبت تھی' لیکن ایک طرف ایمان کی روشنی تھی تو دوسری طرف کفر کا اندھیرا' ایک طرف دین اسلام کی سربلندی اور کلمۃ اللہ کی سرفرازی تھی جب کہ دوسری طرف تاج و تخت کا تحفظ اور وطن کی مدافعت۔

اسی واقعہ کے بارہ میں علامہ اقبالؒ نے پیام مشرق میں کہا ہے ؎

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا ست
دور یم از سواد وطن باز چوں رسیم؟
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید دست خویش بہ شمشیر بردوگفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

طبل جنگ بجنے کے بعد مسلمانوں نے تو اپنی صفیں درست کیں۔ ایک تو ان کی صفیں ہی کتنی تھیں؟ لیکن اس کا جرنیل ایک منجھا ہوا اور مختلف جنگوں کے نشیب و فراز سے آشنا' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کے ایک نہایت تجربہ کار اور بہادر جرنیل موسیٰ بن نصیر کا تربیت یافتہ تھا۔ اس نے نہایت اچھے اور احسن طریق سے اپنی فوج کی صفوں کو درست کیا۔ دوسری طرف راڈرک نے بھی میدان جنگ میں فوج کی صفیں درست کیں۔ وہ فوج کے اندرونی حالات سے یک قلم ناواقف تھا۔ اس وجہ سے اس نے شہزادوں کو اپنا ہمدرد سمجھتے ہوئے میمنہ اور میسرہ ان کے سپرد کر دیا اور فوج کے قلب کی کمان خود اس کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ وہ بڑی شان و شوکت اور عظمت و جلال سے قلب فوج میں دو گھوڑوں کے تخت رواں پر سوار موتی' یاقوت اور زبرجد سے مرصع چتر شاہی کے زیر سایہ قیمتی لعل و جواہر سے مزین لباس میں ملبوس کھڑا تھا۔ اس کے جلو میں مسلح پاسبان اور زرق برق لباسوں اور خیرہ کن اور حیرت زا ہتھیاروں سے آراستہ و پیراستہ جاگیردار اور امراء صف آرا تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طارق بن زیاد کی فوج میں یہ غرور و نخوت اور ظاہر عظمت و شان نہ تھی۔ یہاں یہ شان تھی کہ طارق اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوج میں آگے آگے تھا۔ اسلامی لشکر زرہیں پہنے سفید عمامے باندھے ہاتھوں میں عربی کمانیں لیے کمروں میں تلواریں حمائل کیے اور بغلوں میں نیزے دبائے ہوئے تھے۔ راڈرک نے جب اسلامی لشکر کو ایک نظر دیکھا تو اس کو اس ہیئت میں دیکھتے ہی پکار اٹھا:

''خدا کی قسم! یہ تو وہی صورتیں ہیں جن کو ہم اپنے شہر کے بیت الحکمت میں دیکھ چکے ہیں''۔

مسلمانوں کی اس ہیئت نے بھی اس کے اوسان خطا کر دیے لیکن کیا کرتا کیوں کہ اب جنگ کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان تو پہلے ہی تلواریں سونتے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ چنانچہ اندلسیوں کی حملہ میں پیش قدمی کے لیے مسلمان بھی آگے بڑھے اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ ایک طرف ایک لاکھ انسانوں کا جنگل جو ہر طرح کے جدید اور قیمتی اسلحہ سے آراستہ تھا۔ اس میں ملک کے نامور قائد' جرنیل' شہ سوار' بہادر اور جاگیردار اپنی اپنی فوجوں کے قائد اور سرخیل بن کر میدان میں موجود تھے۔ اپنی سرزمین تھی جس کی حفاظت کرنی تھی۔ مادر وطن کی حفاظت تو ان کا جزو ایمان تھا' اور اگرچہ اندلس گزشتہ تین سال سے قحط کی مصیبت میں مبتلا تھا' لیکن سامان رسد کا وافر ذخیرہ فوج کے ساتھ تھا' اور وہ سارے ذرائع موجود تھے جو فوج میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ کوئی کمانڈر اور جرنیل نہیں بلکہ شہنشاہ راڈرک خود فوج کی کمان کر رہا تھا۔ وہ خود قلب فوج میں موجود تھا ہر جرنیل اور کمانڈر پر اس کی نظر تھی' لیکن اس کی بدقسمتی یہ کہ ایک لاکھ کی فوج میمنہ اور میسرہ یعنی دائیں اور بائیں بازوؤں کے جرنیلوں نے طارق ابن زیاد سے خفیہ طور پر عہد و پیمان کر لیے تھے۔ علاوہ ازیں امراء اور جاگیرداروں کا بھی ایک بہت بڑا طبقہ بادشاہ سے ناخوش تھا' اور جو عام کسان فوج میں آئے تھے وہ بھی بادشاہ کی پالیسیوں سے بددل تھے۔ پھر اندلس کا شہنشاہ راڈرک غاصب سلطنت تھا۔ سلطنت کے حقیقی وارث اور دعویدار لشکر کے میمنہ اور میسرہ کے کمانڈر تھے' اور یہ سمجھ کر کہ یہ حملہ آور مال غنیمت لے کر واپس جائیں یا یہیں سکونت پذیر ہوں' وہ ان کی سرسبز و شاداب جاگیروں سے انہیں محروم نہیں کریں گے' وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملہ آوروں سے عہد و پیمان کر چکے تھے۔ یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی بادشاہ سے ناراض تھی کیوں کہ جو لوگ اصطباغ لینے سے انکار کرتے تھے ان کے خلاف وحشیانہ قسم کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ ان سختیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مسلمانوں نے اندلس پر چڑھائی کی تو یہودیوں نے مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ جن شہروں کو عرب فتح کر چکے تھے ان کی حفاظت کے لیے سپاہ کا کام دیا اور جن شہروں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ان کے دروازے ان کے لیے کھول دیے۔ (مقریزی جلد 2 ص280) چنانچہ اس لشکر میں جتنے یہودی شامل تھے وہ اندر راڈرک کے خلاف اور مسلمانوں کے حامی تھے۔

اسی طرح اس لشکر میں جتنے بھی غلام تھے وہ بھی اندر سے مسلمان فوج کے حامی تھے اس لیے کہ قوطی حکومت میں ان کی حالت بڑی خستہ اور ناگفتہ بہ تھی اور انہیں عیسائیت کا علم بھی سطحی تھا اس لیے اپنی قسمت کو مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کرنے میں ان کو آزادی کے علاوہ جو اور فوائد حاصل ہونے تھے ان کے مقابلے میں ان کے لیے عیسائیت کوئی وقعت اور حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اسی وجہ سے جب مسلمانوں کو اندلس میں مختلف محاذوں پر فتح ہوئی تو ان غلاموں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ملک میں جو بت پرست تھے انہوں نے غلاموں کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کی آواز پر لبیک کہا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (تاریخ مسلمانان اندلس ڈوزی جلد 4 ص44)

یہ تو ایک لاکھ عیسائی لشکر کا حال تھا جو **"تحسبهم جميعاً و قلوبهم شتیٰ"** کی مثال تھا۔ اس ایک لاکھ فوج میں صرف چند ہزار شخص بادشاہ کے حامی اور مددگار تھے۔ دوسری طرف صرف بارہ ہزار کا اسلامی لشکر تھا جو اس ملک میں بالکل پردیسی تھے۔ ان کے پاس نہ تو سواری کے لیے زیادہ گھوڑے تھے اور نہ ہی لڑنے کے لیے بہترین اور قیمتی سامان جنگ تھا۔ غذائی رسد بھی ان کے پاس نہ ہونے کے برابر تھی بلکہ انہیں انہی دشمنوں سے چھین کر اپنے لیے دوسرے وقت کی رسد اور خوراک مہیا کرنی تھی۔ ملک اجنبی مقام اجنبی زبان اجنبی اور راستے نہ معلوم تھے۔ پھر وہ فیصلہ کن عزم کے ساتھ اپنی کشتیاں جلا چکے تھے۔ اب انہیں انسانوں کے اسی جنگل کو کاٹ کر اپنے لیے راستہ بنانا تھا۔ انہیں اب اسی ملک میں اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام گزارنے تھے فاتح بن کر یا مفتوح بن کر لیکن وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کے مفتوح کسی صورت بننا نہیں چاہتے تھے' اس میں ان کے لیے دین و دنیا کی رسوائی تھی۔ لہٰذا وہ اس ہمت و استقلال سے اس عزم و یقین کے ساتھ ایک آہنی اور سیسہ پلائی دیوار بن کر اس میدان میں کھڑے تھے کہ یا تو وہ اس ملک اور جزیرے کے مالک بن کر رہیں گے' یا ان کا ہر فرد جام شہادت نوش کر کے اسی زمین کی خاک میں ہمیشہ کے لیے سو رہے گا۔ وہ موت سے ڈرتے نہیں تھے بلکہ انہیں موت ایسی مرغوب تھی جیسے اندلس کے رہنے والوں کو شراب مرغوب تھی وہ:

بالليل رهبان و بالنهار فرسان.

یعنی وہ راتوں کو راہب (عبادت گزار) اور دن میں شہ سوار تھے۔

ان کی زندگی کا مقصد بلکہ اس جنگ کا مقصد دنیا کے تمام فوجی نظاموں کے مقاصد سے مختلف تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو سیلاب کی طرح بڑھے اور موج کی طرح تمام افریقہ پر پھیل گئے۔ افریقہ اور دوسری مفتوح قوموں نے اس سیلاب کی زد میں بھی ظلم و درندگی کی لہروں کو دیکھنا چاہا جو ہمیشہ فوجوں کے طوفان میں اٹھتی رہی ہیں' لیکن ذوق نظارہ کامیاب ہو کر گوشۂ چشم میں چھپ گیا۔ دنیا نے دیکھا کہ یہ بارہ ہزار مجاہدین فوج کے اس دستہ سے ہیں جو مختلف مادی طاقتوں سے ٹکرایا' بڑے بڑے قلعوں سے ٹکر لی' عظیم الشان پہاڑوں کو ٹھوکر لگائی اور بالآخر کرۂ ارض کو اچھال کر رکھ دیا' تاہم نہ تو کسی جھونپڑی کو اجاڑا' نہ کسی گھر کو آگ لگائی اور نہ کسی عظیم الشان محل کو برباد کیا' نہ تمدن کی یادگاریں مٹائیں اور نہ ہی تہذیب کے آثار قدیمہ منہدم کیے۔ یہ لوگ وہ تھے جو فاتحانہ جوش میں سیلاب کی طرح بڑھے لیکن جب ممالک مفتوحہ میں داخل ہوئے تو گرداب کی طرح سمٹ گئے۔ وہ اللہ کی راہ میں حق و صداقت کے عشق میں اللہ کا نام لے کر اٹھے اور قوموں اور فوجوں کے بے شمار نسلی اور ملکی مقاصد کی جگہ صرف ایک مقصد اپنے سامنے رکھا:

لتكون كلمة الله هي العليا.

''تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو''۔

جب دونوں طرف سے زور کا رن پڑا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو یہ بارہ ہزار سربکف مجاہد ایک لاکھ ٹڈی دل فوج پر بھاری ہوئے۔ عیسائی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر زوردار حملہ ہوا تو کماندار شہزادے پسپا ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ دونوں بازو کمزور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے اور پھر گاتھ شہزادے حسب معاہدہ گھوڑے بڑھاتے ہوئے طارق بن زیاد سے آ ملے۔ ان شہزادوں کا علیحدہ ہونا تھا کہ دائیں اور بائیں بازو کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور پھر ان کے پیچھے کے سپاہیوں نے اگلی صفوں کو خالی اور اپنے جرنیلوں کو موجود نہ پا کر لڑنے سے انکار کر دیا۔ مگر راڈرک پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ قلب لشکر میں مقابلہ کرتا رہا۔ یہ لڑائی 27 رمضان المبارک سنہ 92ھ سے 5 شوال تک جاری رہی۔ اس جنگ کا فیصلہ طارق بن زیاد کی فیصلہ کن تلوار ہی سے ہوا۔ وہ اس طرح کہ وہ اپنا گھوڑا بڑھائے قلب لشکر میں گھس گیا اور جیسا کہ اس نے اپنی تقریر میں کہا تھا اس کے مجاہدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی۔ یہ حملہ کیا تھا ایک آہنی طوفان تھا جس میں تلواریں تلواروں سے ٹکرائیں۔ نیزوں کی انیاں انسانوں کے آر پار ہو گئیں۔ اس حملہ نے لشکر کے قلب میں ابتری پھیلا دی اور راڈرک کے سامنے کی گارڈ نے جگہ خالی کر دی اور وہ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ اب راڈرک کا تخت رواں مسلمانوں کے بالکل سامنے تھا۔ طارق بن زیاد راڈرک کو دیکھتے ہی للکارا اور اس کی طرف یہ کہتے ہوئے جھپٹا کہ عیسائیوں کا بادشاہ یہی ہے۔ طارق تخت رواں تک پہنچا تھا کہ راڈرک اس تیزی سے فرار ہوا کہ مسلمان اس کا تعاقب کرنے کے باوجود اس کو نہ پا سکے۔ کچھ دور آگے جا کر دریا کے کنارے اس کا سفید گھوڑا جس پر یاقوت و زبرجد سے مرصع ساز کسا ہوا تھا' دلدل میں پھنسا ہوا ملا' وہیں پر اس کے ایک پاؤں کا سنہرا موزہ بھی پڑا ہوا تھا جس میں زبرجد' یاقوت اور موتی لگے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں ایک زرتار حلہ جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا' اسی کے پاس گرا ہوا تھا۔ راڈرک کہاں گیا؟ مر گیا یا کسی دوسرے ملک میں بھاگ گیا؟ تاریخ کے صفحات اس بارہ میں خاموش ہیں' لیکن دریا کے کنارے اس کی جو نشانیاں ملیں ان سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دلدل میں گھوڑے کے پھنس جانے کی وجہ سے اس پر سے اتر کر دریا میں کود گیا ہو گا اور گوڈالیٹ کی طوفانی لہروں نے اس کو اپنی آغوش میں چھپا لیا ہو گا' لیکن مؤرخین کے بیان کے مطابق اس کی لاش بھی کسی کو نہیں ملی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ طارق بن زیاد کی خارا شگاف تلوار نے اس کا سر قلم کر دیا اور پھر اس کے سر کو موسیٰ بن نصیر کے پاس بھیجا گیا' لیکن یہ روایت درست نہیں ہے۔

راڈرک کو فرار ہوتے دیکھ کر ساری فوج کے حوصلے پست ہو گئے' اور بھاگ اٹھے'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھاگتے دشمن کی ایک کثیر تعداد کو مسلمانوں نے اپنی تلواروں پر لے لیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ مقتولین کی لاشیں ہر طرف میدان میں پڑی تھیں' میدان لاشوں سے ایک خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جب کہ دشمن کے مقتولین کی تعداد بے شمار تھی۔ ان میں امراء' متوسط حال اور غلام تینوں طبقوں کے لوگ تھے جو سونے' چاندی اور لوہے کی انگوٹھیوں سے پہچانے جا سکتے تھے۔ مسلمان شہداء کی تکفین و تدفین کے بعد مال غنیمت کو اکٹھا کرایا گیا۔ کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے۔ مال غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ باقی ماندہ عیسائی جدھر منہ اٹھا' فرار ہو گئے اور مختلف شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔

اسلام کے ان مجاہدین کی فتح کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے اندلس میں بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔ اب اندلس کا تخت بالکل خالی تھا کیوں کہ اس پر بیٹھنے والا بادشاہ مارا جا چکا تھا۔ لہٰذا اب ایک انارکی کی کیفیت پورے ملک میں پیدا ہو گئی۔ جو جس شہر یا قلعہ میں تھا' وہ وہاں کا مالک اور اس کا رکھوالا تھا۔ اب ایک بادشاہ کے بجائے ہر شہر کا الگ الگ بادشاہ تھا۔ ہر گورنر نے اپنے علاقہ میں خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ ملک تشتت و انتشار کا شکار ہو گیا۔ ان میں ایک گورنر تھیوڈومر (Theodomir) کو زیادہ امتیاز حاصل تھا۔ اس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے جزیرہ کے عیسائیوں کی تنظیم کی اور ان کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لی اور اس بات کی پوری پوری کوشش کی کہ کسی طریقے سے وہ اندلس کو اپنے زیر علم لا سکے اور اس انتشار کو پھر اتحاد کی شکل دے سکے۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہا۔ اس جنگ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ عیسائی فوج اس کے بعد پھر کبھی بھی اتنی بڑی تعداد میں جمع نہ ہو سکی' لیکن مسلمانوں کو ایک ایک شہر اور ایک ایک قلعہ کو الگ الگ فتح کرنا تھا' اس لیے ان کو سلطنت اندلس کا شیرازہ بکھر جانے کے باوجود اسپین کے چپہ چپہ کے لیے لڑنا اور ہر شہر کی محافظ فوج اور عیسائی عوام کو زیر کرنا تھا۔

اندلس میں مسلمانوں کی اس فتح سے لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے لیکن جب یہ خبر افریقہ میں پہنچی اور مال غنیمت کی کثرت و فراوانی کی داستانیں بھی لوگوں نے سنیں تو ان کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ ایک نیک فال چیز تھی۔ چنانچہ لوگ ذوق وشوق سے جوق در جوق افریقہ سے اندلس پہنچ کر طارق بن زیاد کی فوج میں شریک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے گئے۔ اور حقیقت یہ ہے گوڈالیٹ کی جنگ کی اس فتح نے مسلمانوں کے لیے پورے جزیرہ نما اندلس کو فتح کرنے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ فوج کا مورال اب بہت بلند تھا اور یہ آئندہ کی فتح یابیوں اور کامرانیوں کی ایک بہت بڑی دلیل تھی۔ اب وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہم جوں جوں آگے بڑھیں گے فتح و کامرانی ہمارے قدم چومنے کے لیے راہ میں آنکھیں بچھائے گی۔ اور یہ خیال ان کا بہت حد تک درست بھی تھا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن اثیر جلد 4 ص 444 'طبری حوادث سنہ 92ھ' ابن خلدون جلد 4 ص 117 ' نفح الطیب جلد 1 ص 106 'افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 3 تا 9' ابن خلکان جلد 3 ص 18 تا 27 ' اخبار الاندلس ترجمہ خلیل الرحمٰن جلد 1 ص 209 - 224 ' تاریخ مسلمانان اندلس' ڈوزی جلد 4 ص 44 - 48)

عیسائی مؤرخین نے لکھا ہے کہ طارق بن زیاد کی اس فتح کے وقت قوطی قوم کے حکمرانوں کے قدیم اخلاق و اوصاف میں زوال اور انحطاط آ چکا تھا اور اس کی جگہ عیش پسندی اور بداعمالی نے لے لی تھی' چنانچہ انہوں نے اسلامی حکومت کو گویا ایک قہر خداوندی اور عذاب الٰہی سمجھا جو گمراہ اور بداعمال لوگوں پر بطور عقوبت اور سزا نازل ہوا تھا۔ چنانچہ سینٹ بونی فاس نے 745ء میں اپنے مکتوب نمبر 62 میں یوں لکھا ہے:

"پس ایسا ہی ہوا۔ اسپین اور جنوبی فرانس اور برگنڈی کے باشندوں کے حق میں جنہوں نے خدا کی اطاعت سے اعراض اور روگردانی کی تھی یہاں تک کہ خدائے قادر نے جو ان کے گناہوں کو دیکھ رہا تھا' ان پر عذاب بھیجا اور یہ عذاب قانون الٰہی سے لاعلمی کی صورت میں اور عربوں کی شکل میں نازل ہوا تاکہ ان کو نیست و نابود کر دے"۔

وہ پھر مزید لکھتا ہے:

"یہ ہماری گنہگاری کا نتیجہ ہے کہ اسپین کی حکومت عربوں کے قبضہ میں آ گئی"۔

اسی طرح الوار لکھتا ہے:

"میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ عذاب ہم پر ہمارے ہی قصور کے سبب سے نازل ہوا۔ ہاں بھائیو! یہ ہماری سہل انگاری' ہماری ناپاکی' ہمارے تلون اور ہمارے ہی اخلاق کی خرابی ہے جس نے ہمیں مصائب سے دوچار کیا ہے۔ پس خدا نے جو انصاف کو عزیز رکھتا ہے اور جس کا چہرہ عدل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دکھلاتا ہے' ہمیں جانور کے حوالے کر دیا تا کہ وہ ہم کو نگل جائے'' (ص531)
(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ مسلمانان اندلس' ڈوزی' جلد 1 ص15-20' جلد 2 ص44-46 وغیرہ)

جنوبی اندلس کے چند اور شہروں پر قبضہ

کچھ روز آرام کرنے کے بعد طارق بن زیاد نے اندلس کے جنوب مغربی علاقے کا رخ کیا ان اطراف میں گاتھ شہزادوں کے ہم دردوں کی تعداد زیادہ تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی میں آسانی ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے صوبہ قادس کے مشہور شہر شزونہ (Sidonia) کی شہر پناہ کے نیچے پہنچا۔ مسلمانوں کی فوج کو دیکھ کر اہل شہر محصور ہو گئے۔ لیکن چند دنوں کے محاصرہ کے بعد بالآخر انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد شہر قرطبہ سے مغرب میں ایک شہر حصن المدور (Almadovar) کی طرف گئے وہ بھی قبضہ میں آ گیا' کیوں کہ مسلمانوں کی بہادری اور جرأت کا رعب عیسائیوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا۔ پھر مجاہدین کا یہ لشکر صوبہ اشبیلیہ کی طرف مڑ گیا۔ اشبیلیہ سے 25 میل مغرب میں شہر قرمونہ (Carmona) آباد تھا وہ بھی زیر نگین ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمان اسپین کے تاریخی شہر اشبیلیہ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئے۔ شہر والوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ راڈرک کی فوج کے کچھ شکست خوردہ سپاہی استجہ (Astija) (Ecija) میں جمع ہوئے ہیں۔ یہ شہر بھی صوبہ اشبیلیہ ہی میں واقع ہے۔ طارق کو جب سپاہیوں کے اکٹھا ہونے کی یہ خبر ملی تو اس نے اس شہر کا رخ کیا۔ ان لوگوں نے شہر والوں سے مل کر مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ گوڈالیٹ کے میدان کے بعد ابتدائی فتوحات کے سلسلہ میں اس سے بڑی اور سخت کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ طارق شہر کا محاصرہ کیے رہا۔ ایک روز اتفاقاً شہر والوں میں سے ایک شخص کسی ضرورت سے دریائے شنیل (The Xenil) کے کنارے آیا۔ استجہ اس دریا کے بائیں کنارے آباد ہے۔ طارق کی نظر اس پر پڑی۔ وہ شخص دریا میں اتر چکا تھا۔ طارق نے جست مار کر پانی ہی میں اس کو دبوچ لیا اور اس کو دریا سے نکال کر چھاؤنی میں لے آیا۔ شکل و شباہت سے وہ معززین شہر میں سے معلوم ہوتا تھا۔ طارق نے جب اسے کریدا اور مختلف قسم کے سوالات اس سے کیے تو معلوم ہوا وہی اس شہر کا والی ہے۔ طارق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس سے اپنی منشا کے مطابق شرطیں قبول کرائیں۔ جزیہ کی رقم مقرر ہوئی اور شہر کے دروازے کھل گئے اور مسلمان فوج فاتحانہ طور پر اس شہر میں داخل ہوگئی۔ یہ گورنر جب تک زندہ رہا ان شرائط کا پابند رہا۔ (ابن اثیر جلد 4 ص 445 'نفح الطیب جلد 1 ص 122)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ استجہ میں میٹھے اور شیریں پانی کی قلت تھی۔ طارق بن زیاد نے شہر میں پانی پہنچانے کا انتظام کیا۔ وہ یہ کہ استجہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک دریا بہتا تھا طارق اس سے نہر نکال کر شہر میں لایا۔ وہ نہر ''عین الطارق'' کے نام سے موسوم ہوئی۔

(ملاحظہ ہو مجموعہ اخبار اندلس ص 9)

استجہ کے مقابلہ میں اندلسیوں کو بڑی امیدیں تھیں کہ ہم مسلمانوں کو شکست دے کر اپنے ملک کو محفوظ کرا لیں گے لیکن استجہ کی فتح نے ان کی ان امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اب اندلس کے امراء' جاگیر دار اور عوام اپنے مستقبل کی امیدوں سے مایوس ہوگئے اور ان میں اس قدر خوف و ہراس پیدا ہوگیا اور ان کے حوصلے اس قدر پست ہوگئے کہ عوام میدانی علاقوں کی آبادیوں کو چھوڑ چھاڑ کر پہاڑی علاقوں میں چلے گئے اور امراء اور جاگیر دار اپنے قیمتی ذخیروں کو لیے طلیطلہ میں جا کر پناہ گزین ہوگئے۔ کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ اس کی مضبوط فصیل اور شہر پناہ شاید ان کی اور ان کے مال و دولت کی حفاظت کر سکے۔

کاؤنٹ جولین کا ایک مشورہ

ان تمام فتوحات میں کاؤنٹ جولین مسلمانوں کے ساتھ رہا۔ اگرچہ اس نے خود کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا لیکن دلیل راہ کے طور پر مسلمانوں کی راہ نمائی کرتا رہا اور وقتاً فوقتاً ان کو مفید مشورے بھی دیتا رہا۔ چنانچہ کاؤنٹ جولین نے طارق بن زیاد کو استجہ کی فتح کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اس وقت اندلسیوں پر رعب چھایا ہوا ہے۔ ان کے حوصلے پست ہوگئے ہیں۔ اب ان کے لیے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں۔ فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف صوبوں میں پھیلا دیے جائیں۔ وہ لائق اعتماد راہ نما اور گائیڈ ان دستوں کے ساتھ کر دے گا جو راہ کی دشواریوں اور صعوبتوں کو ان کے لیے آسان کر دیں گے اور مختلف مقامات کے بارہ میں ضروری معلومات بہم پہنچائیں گے۔ اور خود طارق بن زیاد فوج لے کر دارالسلطنت طلیطلہ پر حملہ کر دے تاکہ اس سے قبل کہ اندلسی آپس میں مل کر کوئی متحدہ محاذ بنائیں یا کسی کو راڈرک کا جانشین منتخب کریں' اور ان میں کوئی شیرازہ بندی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو' انہیں اسی تشتت و انتشار کی حالت میں زیرنگین کر لیا جائے اور مختلف صوبوں کے اہم مرکزوں اور دارالحکومت پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس وقت جب کہ اندلسی سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ہیں' یہ قبضہ نہایت آسان ہے۔

طارق ابن زیاد ایک نہایت منجھا ہوا اور تجربے کار جرنیل تھا۔ اسے کاؤنٹ جولین کی یہ تجویز بہت پسند آئی۔ چنانچہ اس نے ایک طرف تو ان فتوحات کی تفصیلات موسیٰ بن نصیر کے پاس لکھ بھیجیں اور دوسری طرف عملی قدم اٹھانے کے لیے استجہ کو اپنا صدر مقام اور ہیڈکوارٹر قرار دیا' اور یہاں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تیار کر کے مختلف اہم شہروں قرطبہ' غرناطہ' مالقہ اور تدمیر وغیرہ کی طرف بھیجے' اور خود فوج لے کر دارالسلطنت طلیطلہ روانہ ہو گیا۔ طارق نے نہایت سمجھ سوچ کر یہ اسٹرٹیجی تیار کی۔

موسیٰ بن نصیر کا اختلاف

طارق بن زیاد نے موسیٰ کو جو خط لکھا تھا' جس میں اندلس میں پیش قدمی کی اجازت طلب کی تھی اس اثناء میں افریقہ سے اس کا جواب آ گیا۔ بدقسمتی سے موسیٰ نے اپنے جواب میں طارق کی تجویز سے اتفاق نہ کیا اور اس نے طارق کو پیش قدمی جاری رکھنے سے روک دیا اور لکھا کہ جہاں ہو وہیں رک جاؤ کیوں کہ میں جلد ہی امدادی لشکر لے کر اندلس آ رہا ہوں۔ میں خود حالات کا جائزہ لوں گا' اگر مناسب ہوا تو پیش قدمی شروع کی جائے گی۔ طارق اس جواب سے نہایت پریشان ہوا کیوں کہ طارق اندلس کے موجودہ حالات سے پوری طرح مطمئن تھا جب کہ موسیٰ ان حالات سے بے خبر ہو کر پیش قدمی روک رہا تھا۔ اس وجہ سے طارق گورنر افریقہ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہوا اور اس نے اس خیال سے پیش قدمی جاری رکھی کہ جب موسیٰ آئے گا تو اس کو صورت حال سمجھا کر مطمئن کر دیا جائے گا۔ چنانچہ طارق اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرتا گیا اور اس نے کئی اور چھوٹے بڑے شہر فتح کر لیے' لیکن گورنر افریقہ موسیٰ بن نصیر کو طارق کی یہ حکم عدولی سخت ناگوار گزری اور اسی حکم عدولی کے جوش انتقام میں اس نے آگے چل کر طارق کی سیاسی زندگی کو تباہ کر دیا جو کہ موسیٰ کی ایک سخت غلطی تھی لیکن شاید اسی کے بدلہ میں خود موسیٰ کی نہ صرف سیاسی زندگی بلکہ عام سوشل زندگی بھی ختم ہو گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلیطلہ کی طرف پیش قدمی

باوجود اس بات کے کہ موسیٰ بن نصیر نے طارق کو پیش قدمی سے روکا' طارق نے اپنی مرضی سے پیش قدمی جاری رکھی اور خود فوج کا ایک دستہ لے کر طلیطلہ کو فتح کیا۔ طلیطلہ (Taledo) اس زمانہ میں راڈرک کا دارالسلطنت تھا اسی وجہ سے اس کی بہت اہمیت تھی۔ یہ شہر میڈرڈ (Madrid) سے کوئی ساٹھ میل جنوب مشرق میں سنگ خارا کی ایک پہاڑی پر سطح سمندر سے کوئی دو ہزار فٹ کی بلندی پر تعمیر ہوا تھا اور اس کے تینوں طرف سے دریائے تاجہ (Tagas) کے ایک موڑ سے گھرا ہوا ہے۔ اس شہر کی بڑی فوجی اہمیت تھی۔ ابوالفداء نے اس شہر کی خوبصورتی اور اس کے باغوں کی بڑی تعریف کی ہے اور بقول یاقوت حموی اس شہر کے نواح میں جو اناج پیدا ہوتا تھا وہ گلے سڑے بغیر ستر سال تک کام دے سکتا تھا' اور یہاں کی زعفران اعلیٰ قسم کی ہوتی تھی۔

طلیطلہ ہی کا شہر تھا جس میں شاہ راڈرک اور سبتہ (Ceuta) کے کاؤنٹ جولین کی بیٹی فلورنڈا (Florinda) کی روایتی داستان شروع ہوئی جو بعد میں مسلمانوں کے فتح اندلس پر منتج ہوئی۔ دریائے تاجہ (Tagas) کے کنارے پر ایک جگہ (جو اب تک بتائی جاتی ہے) وہ غسل کر رہی تھی کہ قوطی بادشاہ کی اس پر نظر پڑی اور وہ اس پر عاشق ہوگیا۔ طارق بن زیاد نے سنہ 92ھ/ سنہ 711ء میں اس شہر پر حملہ کیا لیکن اس کو بالکل خالی پایا۔ یہاں صرف چند یہودی رہ گئے تھے جنہیں طارق نے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ بعد میں جلد ہی وہ فوج بھی اس سے آملی جسے اس نے غرناطہ اور مرسیہ (Murcia) کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اسی طلیطلہ کے بارہ میں مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہاں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی باہمی ملاقات ہوئی۔ عرب سردار یہاں ایک قلیل عرصہ کے لیے قیام پذیر ہوا اور اس نے اس جزیرہ نما کے شمال کی طرف اپنی چڑھائی جاری رکھی۔ وہ سرقسطہ (Saragossa) تک گیا جسے اس نے فتح کر لیا۔ قریباً تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ طلیطلہ کی فتح کے وقت بے شمار دولت مسلمان حملہ آوروں کے ہاتھ لگی۔ اور یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ یہ شہر راڈرک کا دارالحکومت تھا اور اس کی پوری دولت یہیں تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطبہ کی فتح

قرطبہ کو انگریزی میں (Cordova) اور جرمن میں (Cardoba) کہتے ہیں۔ یہ اس وقت اندلس کے اہم شہروں میں سے تھا۔ راڈرک نے یہیں بیٹھ کر مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کی تھیں۔ طارق بن زیاد نے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کے ایک تجربہ کار غلامی مغیث الروی کی سرکردگی میں سات سو سواروں پر مشتمل ایک دستہ اس کی فتح کے لیے بھیجا۔ مغیث دریائے شقندہ کے کنارے ترائی کی جھاڑیوں میں چھپ گیا اور اپنے جاسوسوں کو تحقیقات کے لیے شہر کی طرف بھیجا۔ وہ ایک چرواہے کو پکڑ لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرطبہ کے امراء، رؤسا اور جاگیردار شہر کو چھوڑ کر طلیطلہ چلے گئے ہیں۔ شہر کا والی صرف چار سو سپاہیوں اور تھوڑے سے شہریوں کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے شہر میں رہ گیا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شہر کی فصیل بڑی مستحکم، سنگین اور اچھی خاصی بلند ہے لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مقام پر جہاں انجیر کا درخت لگا ہوا ہے ایک روزن موجود ہے اس سے اس موقع پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

چرواہا کی یہ معلومات نہایت مفید ثابت ہوئیں۔ مسلمان رات کی تاریکی میں اسی چرواہے کی راہ نمائی میں قرطبہ کی طرف بڑھے۔ اتفاق سے بارش ہوگئی تھی جس کی وجہ سے زمین نرم اور گیلی ہوگئی تھی، اس لیے گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز اہل شہر اور محافظین شہر کو سنائی نہ دی۔ مسلمانوں نے نہایت خاموشی سے قرطبہ کو عبور کر لیا۔ فصیل کی دیوار دریا کے کنارے سے قریباً تیس گز کے فاصلہ پر تھی۔ مسلمانوں نے پہلے فصیل پر چڑھنے کی ناکام کوشش کی۔ پھر اس روزن اور سوراخ کا پتہ چلایا گیا جو انجیر کے درخت کے قریب تھا اور چرواہے نے اس کے بارہ میں پتہ دیا تھا۔ انجیر کے درخت کی شاخیں دیوار پر لٹک رہی تھیں۔ ایک آدمی اس درخت کے سہارے اوپر چڑھ گیا۔ پھر پگڑیوں کی کمند بنا کر چند سپاہیوں کو اوپر کھینچ لیا گیا۔ پھر اسی طریقہ اور تدبیر سے فصیل کی دوسری طرف شہر میں اترے۔ دیکھا کہ فصیل کے پاسبان بے خبر سو رہے ہیں۔ ان سپاہیوں نے انہیں قتل کر کے شہر کا پھاٹک کھول دیا۔ مغیث پھاٹک کے بالکل سامنے فوج لیے کھڑا تھا۔ پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر شہر میں گھس گیا اور شاہی محل کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ تو بالکل سنسان پڑا ہے۔ حاکم شہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار سو سپاہیوں کے ساتھ ایک قلعہ بند کلیسا سینٹ جارج میں جو شہر کے مغربی کنارہ میں ایک باغ میں واقع ہے' محصور ہو گیا ہے۔ اس کلیسا کے اندر قریب کی ایک پہاڑی سے زمین دوز راستہ سے پانی آتا تھا۔ تین ماہ محاصرہ میں گزر گئے لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ مغیث نے اپنے جاسوس ہر جگہ پھیلا رکھے تھے۔ ان میں ایک حبشی غلام رباح اپنی حماقت سے کلیسا کے باغ کے ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ کر کھانے لگا۔ اہل کلیسا نے اسے پھل توڑتے دیکھ لیا۔ وہ اس کو پکڑ کر قلعہ میں لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اہل کلیسا نے اس سے قبل کسی حبشی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ سمجھے کہ اس نے اپنے جسم پر سیاہی ملی ہوئی ہے' لہٰذا وہ اس کے جسم کی سیاہی کو دھونے کے لیے اس چشمہ پر لے آئے جس میں پانی آ کر اکٹھا ہوتا تھا۔ اس طرح سے رباح نے پانی کے اس ذخیرہ اور اس کے راستہ کو دیکھ لیا۔ جب ان لوگوں کو اس کے جسم کی سیاہی کے قدرتی ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اسے کلیسا میں لے جا کر قید کر دیا' لیکن وہ اتفاق سے کسی طرح قید سے نکل بھاگا۔ ساتویں روز وہ مغیث کے پاس پہنچا اور اس نے کلیسا اور اس کے چشمہ کے چشم دید حالات بیان کیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نہ کسی ذریعہ اور طریقہ سے مغیث کو کلیسا کے اندر پانی پہنچنے کے راستہ کا سراغ مل گیا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر اس زمین دوز نہر کے راستہ کو روک دیا۔ نہر کے پانی کو روکنے کی وجہ سے کلیسا کے اندر پانی جانا بند ہو گیا اور کلیسا کے محصورین کو اپنی ہلاکت و بربادی کا یقین ہو گیا' لہٰذا انہوں نے اسلامی لشکر کے امیر سے مصالحت کرنے کی کوشش کی۔ مغیث نے اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی شرط پیش کی' لیکن کلیسا والے راسخ العقیدہ (Orthodox) غیور عیسائی تھے۔ انہوں نے ان دونوں شرطوں کو قبول کرنے سے یک قلم انکار کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بھی محاصرہ ختم نہ کیا۔ اس گفتگو کی ناکامی کے بعد حاکم شہر کے پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوئی اور وہ ایک رات کلیسا سے تنہا بھاگ نکلا۔ مغیث کے جاسوسوں نے اس کو اطلاع کر دی۔ چنانچہ اس نے اس کے تعاقب میں اپنا گھوڑا سرپٹ ڈال دیا۔ تطلیرہ کے مقام کے قریب حاکم شہر گھوڑے پر نظر آیا۔ دونوں بے تحاشا گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اتفاقاً حاکم شہر کا گھوڑا ایک تالاب پھاندنے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اب وہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ حاکم شہر پریشانی کے عالم میں اپنی ڈھال پر بیٹھ گیا۔ مغیث بجلی کی طرح کوندتا ہوا سر پر آ گیا اور آتے ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہتھیار چھین کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اہل کلیسا کو جب اس ساری کاروائی کا پتہ چلا اور انہیں علم ہوا کہ حاکم شہر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا ہے' انہوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ اگر چہ اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ بالآخر مغیث نے انہیں زیر کرنے کی سخت سے سخت تدبیر اختیار کی یعنی انہیں ڈرانے دھمکانے کے لیے کلیسا کے گرد آگ جلوا دی جس سے مجبور ہو کر وہ مطیع و منقاد ہو گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ کلیسا کے محصورین آخر دم تک قلعہ بند رہے اور انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت کرنے سے کلیتاً انکار کر دیا' یہاں تک کہ وہ آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے۔ اس وجہ سے عیسائیوں میں ان کا بہت احترام قائم ہو گیا اور انہیں ''کینۂ سوختہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا رہا' اور ان کی یاد منائی جاتی' لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت بالکل غلط ہے کیوں کہ لین پول اور اسکاٹ عیسائی ہونے کے باوجود اس واقعہ کا اپنی کتابوں میں کوئی ذکر نہیں کرتے۔ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے یہ دونوں مستشرق اس کو اپنی کتابوں میں ضرور ذکر کرتے۔ ان دونوں نے یہ لکھا ہے کہ ان محصورین نے اطاعت قبول کر لی تھی اور معاہدہ کے مطابق کچھ لوگ آزاد کر دیے گئے اور کچھ غلام بنا لیے گئے۔

جونہی یہ قلعہ فتح ہوا مغیث نے فوری طور پر طارق بن زیاد کو اس کی فتح کی خوشخبری بھیجی اور اپنے ساتھ کے سواروں کو اس شہر میں بسا دیا۔ اس کے علاوہ صوبہ قرطبہ کے یہودیوں کو جو عیسائیوں کے ہاتھوں پورے اندلس میں نہایت تلخ زندگی گزار رہے تھے' یہاں آباد ہونے کی دعوت دی۔

اس جزیرہ نما میں عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان نہایت دیرینہ چپقلش اور کشمکش قائم تھی۔ وہ اس موقع پر اپنا انتقام لینے کے لیے مسلمان فاتحین کے بڑے جان نثار اور وفادار دوست ثابت ہوئے اور بڑی تعداد میں آ کر یہاں آباد ہو گئے۔ مغیث نے اپنا قیام قرطبہ کے شاہی محل میں رکھا اور اسی وقت سے قرطبہ اندلس کے ممتاز اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا۔ قرطبہ پر مسلمانوں کا حملہ شوال سنہ 92ھ/ اگست سنہ 711ء میں ہوا اور محرم سنہ 93ھ/ اکتوبر' نومبر سنہ 711ء سے یہ اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد 1 ص 112' ابن اثیر جلد 4 ص 446' افتتاح الاندلس ص 8-9' مجموعہ اخبار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندلس ص 10-11 ص 240 'الادریسی' صفۃ المغرب ص 208-214 ' معجم البلدان جلد 4 ص 58-61 'القزوینی' آثار البلاد ص 370 ' وغیرہ)

مالقہ اور تدمیر وغیرہ کی فتح

طارق بن زیاد نے مالقہ شہر کو فتح کرنے کے لیے جو دستہ بھیجا تھا وہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوا۔ جب اس دستہ نے شہر پر حملہ کیا تو اہل شہر شہر کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑیوں میں جا چھپے تھے۔ مسلمانوں نے یہاں بھی طرح اقامت ڈالی اور فوج کے ایک حصہ کو آگے بڑھایا جس نے شہر البیرہ کا رخ کیا' جہاں آگے چل کر شہر غرناطہ کی بنیاد پڑی اور اس نے بڑا نام حاصل کیا۔ اس شہر کے فتح ہونے کے بعد شہر ریہ بھی فتح ہو کر اسلامی عمل داری میں شامل ہو گیا۔ اور آگے بڑھ کر اسلامی لشکر اریولہ میں قیام پذیر ہوا۔ اس سلسلہ مہم میں اس سمت میں اسلامی دستوں کی آخری منزل یہی تھی کیونکہ یہیں پہنچ کر اس علاقہ کے عیسائی حاکم تھیوڈومر سے صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی۔

تھیوڈومر راڈرک کے زمانہ میں صوبہ اندلس کا گورنر تھا۔ مسلمانوں کے غلبہ حاصل کرنے کے بعد وہ صوبہ مرسیہ میں چلا گیا اور یہاں گا تھک لشکر کو اکٹھا کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ریہ میں شکست کھانے کے بعد وہ اریولہ میں آ کر پناہ گزین ہو گیا تھا۔ جب مغیث نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو تھیوڈومر نے جم کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا' لیکن اس کے بہت سے سپاہی کام آ چکے تھے اور لڑنے والوں کی تعداد اس کے پاس زیادہ باقی نہیں رہ گئی تھی' اس نے اب ایک چال چلی کہ مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے اس نے عورتوں کو سپاہیانہ لباس پہنا کر اور اسلحہ سے آراستہ کر کے فصیل کی دیوار پر کھڑا کر دیا۔ دور سے عورتوں اور مردوں میں امتیاز کرنا مشکل تھا' اور ان عورتوں کے آگے بچے کھچے سپاہیوں کو ہتھیاروں سے آراستہ اور مسلح کر کے کھڑا کر دیا گیا' اور پھر صلح کا جھنڈا لہراتا ہوا خود اسلامی لشکر کے کیمپ میں چلا آیا۔ مسلمانوں کو دور سے فوج کی تعداد زیادہ نظر آئی اور وہ فریب میں آ گئے اور آسان شرطوں پر صلح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تھیوڈومر نے صلح کے بعد اپنا تعارف کرایا۔ صلح کے بعد جب مسلمان شہر میں داخل ہوئے اور شہر میں عورتوں اور بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد اور سپاہیوں کو ایک قلیل تعداد میں دیکھا تو اس وقت انہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیوڈومر کے فریب جنگ کا اندازہ ہوا' اور آسان شرائط قبول کر لینے پر کف افسوس ملنے لگے' لیکن صلح کی جو شرائط طے پا چکی تھیں' ان پر قائم رہے۔ یہ علاقہ تھیوڈومر کے قبضہ اختیار میں باقی رکھا گیا اور طارق بن زیاد نے بھی اپنے جرنیل مغیث کے معاہدہ کی توثیق کرتے ہوئے اسے صوبہ مرسیہ کا گورنر تسلیم کیا' اور یہ پورا علاقہ آگے چل کر تھیوڈومر کے نام پر ''تدمیر'' سے موسوم ہوا۔

عورتوں کو مردوں کے کپڑے پہنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور پھر نرم شرائط پر صلح کرنا' یہ مسلمانوں کے ساتھ پہلی دفعہ نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل جنگ یمامہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ کی فوج نے مفرورین کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تاکہ دشمن کی پوری طاقت کو تباہ کر دیا جائے اور اس کے سارے کس بل نکال دیے جائیں تاکہ اس کو دوبارہ سر اٹھانے کی ہمت و جرأت نہ ہو سکے۔ مجاعہ بن مرارہ جس کی دلی ہمدردیاں مسیلمہ کذاب کے ساتھ تھیں لیکن اپنی کچھ باتوں کی وجہ سے وہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کا ایک قابل اعتماد مشیر بن گیا تھا' جب مسلمان فوج مسیلمہ کے قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھی تو مجاعہ نے سیدنا خالدؓ سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بنوحنیفہ پر مکمل فتح پا لی ہے اور ان کے جھوٹے نبی مسیلمہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' لیکن مسیلمہ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ جلد باز تھے ورنہ بنوحنیفہ کے بہادروں اور جنگ جو لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد تو ابھی یمامہ کے قلعوں میں موجود ہے اور وہاں انہوں نے بہت سا اسلحہ بھی چھپا رکھا ہے۔ یہ بہت سخت جان لوگ ہیں اور کسی بھی وقت قلعوں سے باہر نکل کر مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آپ لڑائی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو کچھ دیر کے لیے مجھے یمامہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں ان سے مصالحت کی بات چیت کر سکوں' اس کی یہ پیش کش یقیناً دھوکہ اور فریب تھی۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کی فوج بھی چونکہ مسلسل جنگ سے تنگ آ چکی تھی اور یہ جنگ تو ویسے ہی بڑی خون ریز اور خون چکاں ثابت ہوئی۔ مسلمان فوج کا اس میں اس قدر نقصان ہوا تھا کہ اس سے پہلے کسی جنگ میں کبھی اتنا نقصان نہیں ہوا تھا۔ اس وجہ سے سیدنا خالدؓ کا بھی خیال تھا کہ فساد کی جڑ مسیلمہ تو قتل ہو چکا ہے اور بنوحنیفہ پر ہم نے فتح پا لی ہے' لہٰذا اب اسی پر اکتفا کیا جائے اور جنگ کا سلسلہ مزید آگے نہ بڑھایا جائے۔ چنانچہ مجاعہ کو یمامہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جا کر قلعوں میں بیٹھی ہوئی فوجوں کے ساتھ بات چیت کرنے کی اجازت دے دی گئی' لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اگر بنو حنیفہ مصالحت کے لیے یہ شرط پیش کریں کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے تو یہ شرط ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

مجاعہ نے چونکہ سیدنا خالدؓ کو پوری طرح اعتماد میں لیا ہوا تھا' اس لیے وہ سیدنا خالدؓ سے گفتگو کرنے کے بعد شہر میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا کہ پورے شہر میں ایک ہو کا عالم طاری ہے۔ جہاں کبھی نوجوانوں کی ٹولیوں کی ٹولیاں بیٹھی رہتی تھیں وہاں سوائے عورتوں اور بوڑھے مردوں کے اور کوئی نہ تھا' اور وہ بھی اپنے گھروں میں سہمے بیٹھے تھے۔ تمام نوجوان قتل ہو چکے تھے یا حدیقۃ الموت سے بھاگ کر دور ونزدیک کی بستیوں میں جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی' چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ مجاعہ شہر کی یہ ویرانی دیکھ کر حیران رہ گیا اور پریشان بھی ہوا۔ اس نے عورتوں اور بوڑھے مردوں سے کہا کہ وہ زرہیں پہن کر اور اسلحہ سے مسلح ہو کر قلعہ کی فصیل پر آ جائیں تاکہ مسلمان انہیں دیکھ کر یہ سمجھیں کہ شہر میں مسیلمہ کے سپاہیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں کو مرعوب کر کے اپنی مرضی کے مطابق ان سے شرائط طے کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سب عورتوں اور بوڑھوں نے مجاعہ کی اس بات پر عمل کیا اور زرہیں پہن کر ہاتھ میں نیزے اور تلواریں لے کر شہر کی فصیل پر بیٹھ گئے۔

سیدنا خالدؓ اور مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر کی فصیل پر مسلح سپاہی کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مجاعہ نے درست ہی کہا تھا کہ بنو حنیفہ کی ایک بہت بڑی تعداد ابھی شہر میں موجود ہے۔ مجاعہ نے خالدؓ اور مسلمانوں سے کہا: ''میری قوم کے لوگ آپ کی پیش کردہ شرائط پر صلح کرنے کے لیے تیار نہیں' لہٰذا انہوں نے مجاعہ سے کہا کہ ہم آدھا مال واسباب اور آدھے مزروعہ باغات اور آدھے قیدی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ تم اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ اپنے آپ کو مزید جنگ میں جھونک کر ہلاک نہ کریں' پہلے ہی ان کا بہت جانی اور مالی نقصان ہو چکا ہے۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر کہنے لگا کہ یہ لوگ آدھے مال واسباب پر رضامند نہیں' البتہ تین تہائی مال اگر آپ چھوڑ دیں تو اس پر میں انہیں راضی کر لوں گا اور وہ آپ سے صلح کر لیں گے۔ سیدنا خالدؓ نے مجاعہ کی شرط مان لی اور فریقین میں صلح نامہ تحریر ہو گیا۔ صلح کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا خالدؓ اور مسلمان فوجی جب شہر کے گلی کوچوں میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ مجاعہ نے ان سے دھوکہ کیا ہے۔ شہر میں ایک بھی جوان مرد نہ تھا۔ صرف بوڑھے مرد' عورتیں اور بچے تھے جن کو زرہیں پہنا کر اور اسلحہ دے کر شہر کی فصیل پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اب سیدنا خالدؓ نے مجاعہ سے کہا:

''تم نے مجھ سے دھوکا اور فریب کیا ہے''۔

مجاعہ نے کہا: ''اگر میں ایسا فریب نہ کرتا تو میری قوم جو پہلے ہی آپ لوگوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہے' بالکل ختم ہو جاتی۔ مجھ پر ضروری تھا کہ میں اپنی قوم کو بچاتا اور اس کی صرف یہی ایک صورت تھی جو میں نے اختیار کی اور وہ کامیاب رہی''۔

سیدنا خالدؓ کو اگرچہ مجاعہ پر بہت غصہ تھا لیکن انہوں نے دھوکہ کے باوجود صلح نامہ برقرار رکھا اور مجاعہ کو کچھ نہ کہا۔ اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ نے اس معاہدہ کی سخت مخالفت کی کیوں کہ مجاعہ نے دھوکہ دے کر یہ معاہدہ کیا تھا لیکن سیدنا خالدؓ نے پھر بھی اس کو توڑنا اسلام کے مزاج کے خلاف سمجھا۔

اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ مقصد تھا کہ ایک مسلمان جس طرح خود جھوٹ نہیں بولتا اسی طرح وہ دوسروں سے بھی یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ اس کے ساتھ جھوٹ بولیں گے لیکن اگر کوئی شخص جھوٹ اور فریب سے کسی مسلمان سے کوئی معاہدہ کر لے تو مسلمان پھر اس کو توڑتا نہیں خواہ اسے کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ ایسے ہی تھیوڈومر نے مسلمانوں سے دھوکہ اور جھوٹ اور فریب سے معاہدہ کیا لیکن مسلمانوں نے سیدنا خالدؓ کی طرح اس معاہدہ کی پاسداری کی اگرچہ انہیں اس معاہدہ میں کافی نقصان ہوا۔

طلیطلہ کی فتح

طلیطلہ اندلس کا ایک نہایت مشہور شہر اور شاہان گاتھ کا پایہ تخت تھا۔ طارق بن زیاد کاؤنٹ جولین کے مشورہ سے خود اپنی قیادت میں فوج لے کر طلیطلہ گیا' لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے اندلس کے امراء اور عام باشندے اس شہر کو بھی خالی کر کے کوہ طلیطلہ کی پشت پر واقع دوسری آبادیوں میں منتقل ہو گئے تھے اور طلیطلہ کے کلیسا کا اسقف اعظم یعنی لاٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پادری ملک چھوڑ کر روما چلا گیا تھا اور جس قدر نوادرات اور خزائن وہ اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے' لے جا چکے تھے۔ اس لیے طارق بن زیاد جب طلیطلہ پہنچا تو شہر کا دروازہ کھلا ہوا پایا' اور وہ بلا مزاحمت اور بغیر کشت و خون کے اس اہم تاریخی شہر میں داخل ہو گیا۔ طلیطلہ کے قیمتی اور تاریخی ذخائر اگرچہ یہاں سے ہٹائے یا لے جائے جا چکے تھے' پھر بھی طارق کو یہاں مال و دولت کا اتنا بڑا انبار ہاتھ لگا جو اس سے قبل اس ملک میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ اسی میں شاہان اندلس کے چوبیس (24) زرنگار تاج بھی ایک کلیسا میں ہاتھ لگے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اندلس کے بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے دور حکومت میں اپنا قیمتی تاج کلیسا میں نذر چڑھاتے تھے۔ اس میں ان کا نام' عمر' تاریخ تخت نشینی اور پھر بعد میں تاریخ وفات لکھ دی جاتی تھی۔ اس طرح ایک بہت بڑی تعداد میں نقرئی اور طلائی اور لعل و جواہر سے آراستہ ظروف ہاتھ آئے۔ طارق نے مسلمانوں کو اس شہر میں آباد کیا اور ان کے ساتھ ان کے حلیف یہود بھی بسائے گئے اور قوطی شہزادہ اوپاس کو طلیطلہ کا گورنر بنا دیا۔

(نفح الطیب مقری' جلد 1 ص 112-113' ابن اثیر جلد 4 ص 446' ابن قوطیہ ص 1009' ڈوزی' تاریخ مسلمانان اندلس جلد 1 ص 352' مجموعہ اخبار اندلس ص 10-11' ص 240 وغیرہ)

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اسی شہر طلیطلہ کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہو گی' طارق بن زیاد کو 170 تاج (عرب تاریخوں میں 27 اور 24 درج ہے) طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے۔ اسی رعایت سے عربی مورخین نے اس عمارت کا نام ''بیت الملوک'' بیان کیا ہے۔ ڈون پاسکل نے اپنے ترجمہ نفح الطیب کے ضمیمہ میں کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی ایک عبارت ترجمہ کی ہے جس میں قوطی بادشاہوں کے تاجوں کا ذکر ہے۔ برنرڈ اور ایل ولیتا اپنی کتاب ''عربک اسپین'' کے صفحہ 387-389 میں لکھتے ہیں کہ سنہ 1858ء سے پہلے قوطی بادشاہوں کے تاجوں کے بارہ میں یہ بیان یورپ والوں کو عربوں کی ایک گڑھت معلوم ہوتی ہے' لیکن جب صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے قریب ایک مقام سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں نے ان شاہی تاجوں کے بارہ میں سچ کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ بہت قلیل ہے۔ سنہ 1857ء میں صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر گواد امور کے قریب ایک ندی گوارازر میں سخت طغیانی آئی۔ پانی اتر گیا تو اس ندی کے کنارے ایک پرانے قوطی گرجا کے کھنڈر میں ایک جگہ مٹی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کچھ چیزیں چمکتی نظر آئیں۔ سب سے پہلے ایک غریب کسان کی بیوی کی نظر اس پر پڑی اور اس نے اور اس کے خاوند نے ان قیمتی چیزوں کو وہاں سے نکال لیا۔ ان کو کیا معلوم کہ یہ خزانہ وہ ہے جو بارہ سو سال سے زمین میں دبا پڑا ہے..... مدرسہ کے معلم نے ان میں سے ایک چیز کسان یا اس کی بیوی کے ہاتھ میں دیکھ لی۔ اس نے حکام کو اطلاع دی اور جو چیزیں سونار کی بھٹی کے حوالہ نہیں ہوئی تھیں وہ بچ گئیں۔ اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتویں صدی عیسوی کے کلیسائی زیورات کے ایک پورے مجموعہ سے دنیا محروم ہو جاتی۔

یہ تمام قیمتی اشیاء آج کل میڈرڈ (Madrid) اور کلونی (Cluny) کے عجائب خانوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان تاجوں پر ایک قوطی بادشاہ کے نام جواہرات کے جڑاؤ حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ ان تاجوں کے ساتھ صلیب بھی تھی جس پر نام کندہ تھا۔ ان کے علاوہ اور کلیسائی اشیاء تھیں جن پر ان کے نذر کرنے والوں کے نام مٹ گئے تھے۔ تھیوڈوسیس کے سونے کے تاج پر ایک عبارت اس مضمون کی کندہ تھی کہ "اسٹیفانو تھیوڈوسیس" یہ نذر پیش کرتا ہے۔ بادشاہوں کے تاجوں پر صرف ان کے نام اور "پیش کش شاہی" کے الفاظ نقش تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عربی مورخین کا یہ بیان کہ نذرانے کے تاجوں پر قوطی بادشاہوں کے نام کندہ تھے۔ یہ بالکل درست ہے کہ اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ عرب جو لاطینی زبان نہ جانتے تھے انہوں نے ایسی کندہ عبارتوں کی طرف نسبت جو کسی قدر بڑی تھیں، یہ سمجھا کہ جس شخص کا تاج ہے اس پر نام کے علاوہ اس کے خاندانی حالات بھی درج ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ یہ وہ تاج نہ تھے جو قوطی بادشاہ اپنی زندگی میں پہنتے تھے بلکہ یہ تاج وہ تھے جن کو بادشاہ اپنے زمانہ حکومت میں ہی کلیسا کو پیش کرتے تھے۔ ہر پابند مذہب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا۔ ایک وہ خود پہنتا تھا اور دوسرا کلیسا کو نذر کرتا تھا۔ یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تصریح آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی چیزیں مسلمانوں کو فتح اندلس کے وقت بہ کثرت کیسے مل سکیں"۔ (تاریخی جغرافیہ، مولوی عنایت اللہ ص 302-303 ملخصاً)

طلیطلہ چونکہ دارالحکومت بھی تھا اس وجہ سے یہاں شاہی خزانہ بھی تھا۔ طارق بن زیاد نے طلیطلہ کو خالی پا کر مفرور عیسائیوں اور جرنیلوں کے تعاقب میں جہاں طلیطلہ اور جبال الشارات کو عبور کر کے خود فوج لے کر گیا اور ایک قائد محمد بن الیاس مغیلی کی زیر قیادت فوج کا ایک دستہ دوسری سمت روانہ کیا تا کہ طلیطلہ کے شاہی خزانہ کو قبضہ میں لایا جا سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وادی الحجار کی فتح

محمد بن الیاس مغیلی کو طارق نے جس سمت روانہ کیا تھا اس کی راہ میں ایک شہر وادی الحجار (Gudda Lajare) پڑتا تھا۔ مغیلی نے اس کو فتح کر لیا اور یہاں کے کلیسا میں بیش قیمت طلائی اور نقرئی ظروف و زیورات بے شمار تعداد میں حاصل ہوئے۔ مسلمانوں نے اس علاقہ کو وادی الحجارہ (پتھروں والا دریا) کا نام دیا شہر میہ یا امامیہ جہاں انیسویں صدی میں زمین سے شاہی تاج برآمد ہوئے تھے اسی کے آس پاس تھا۔

مدینہ مائدہ کی فتح

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ طارق عیسائی مفرورین کے تعاقب میں خود ایک فوجی دستہ لے کر گیا طلیطلہ سے قریبا 55 میل سے کچھ آگے مقام قلعۃ النہر کے قریب ایک آبادی میں پہنچا جہاں طلیطلہ کے سب سے زیادہ بیش قیمت خزانے چھپا کر رکھے گئے تھے۔ طارق نے اس شہر پر حملہ کر کے اس کو نہایت آسانی سے فتح کر لیا اور وہ بے شمار مال و دولت اس کے ہاتھ آ گیا جو قوطیوں نے چھپا کر رکھی تھی جس میں تاریخی مائدہ (کھانے کی میز) بھی تھا جس کو یہود سیدنا سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتے چلے آتے تھے اور ان کے بیان کے مطابق بعض شاہان اندلس اس کو بیت المقدس کی فتح کے بعد اندلس لائے تھے۔ اور بعض دوسری روایات کے مطابق وہ اندلس کے بادشاہوں ہی میں سے کسی کا بنوایا ہوا تھا۔ یہ تاریخی مائدہ ٹھوس سونے کی میز کی شکل کا تھا۔ یہ مسطح میز 365 پایوں پر قائم تھی اور یہ بیش قیمت جواہرات یاقوت زبرجد اور موتیوں سے مرصع تھی۔ مسلمان اس میز کی مناسبت سے اس آبادی کو مدینۃ المائدہ (میز والا شہر) کہنے لگے تھے۔

شمالی اندلس کی فتح

اب طارق نے اندلس کے شمالی علاقہ کی طرف توجہ دی کیوں کہ طلیطلہ وغیرہ سے اندلسی اپنے مال و دولت سمیت بھاگ بھاگ کر شمالی اندلس کی طرف آ رہے تھے۔ چنانچہ طارق بن زیاد نے جب شمالی اندلس کا رخ کیا تو صوبہ لیون میں ہو کر استرقہ یا اشتورقہ پر اسلامی علم لہرایا اور اسکے بعد شمال مغربی گوشہ میں صوبہ جلیقیہ کی سمت بڑھا۔ یہاں بھی بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ مال غنیمت ہاتھ لگا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ شمالی اندلس کی یہ مہمیں مستقل قبضہ کے لیے نہیں بھیجی گئی تھیں بلکہ صرف اس لیے بھیجی گئی تھیں کہ اندلس کے امراء ہر طرف سے سمٹ سمٹا کر طلیطلہ میں آ گئے تھے۔ اور جب یہ شہر بھی حملہ آوروں کی زد میں آ کر فتح ہو گیا تو پھر بہت سے امراء اور متمول لوگ اپنے خزانوں کے ساتھ جلیقیہ چلے گئے تھے۔ اس لیے ان علاقوں میں نہ مسلمانوں کی کوئی آبادی قائم ہوئی اور نہ یہاں ان مہموں کے پائدار نقوش ثبت ہوئے بلکہ مجاہدین اسلام نے دشمن کی اقتصادی طور پر کمر توڑنے کے لیے ان علاقوں کو تاخت و تاراج کیا اور بے حد و بے شمار مال غنیمت سے لدے پھندے طلیطلہ واپس آ گئے۔ اگرچہ طارق بن زیاد نے وہاں نہ تو اپنے فوجی چھوڑے اور نہ ہی وہاں مسلمانوں کو آباد کیا۔ صرف مال و دولت سمیٹ کر طلیطلہ لے آئے۔ یہ بات بھی اندلسی حکومت کے لیے بڑی نقصان دہ ہوئی کیوں کہ وہ اقتصادی طور پر مفلوج ہو گئی اور آئندہ ان علاقوں کی فتح مسلمانوں کے لیے آسان ہو گئی۔

مفتوحہ علاقوں کا انتظام وانصرام

طارق بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کو اندلس میں آئے ہوئے قریباً ایک سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس اثناء میں انہوں نے جنوبی اور وسط اندلس میں بلکہ تھوڑا سا شمالی اندلس میں اپنا کامل اقتدار جما لیا تھا۔ قادس' اشبیلیہ' مالقہ' طلیطلہ وغیرہ کے اہم صوبے جن میں کئی مرکزی شہر جزیرۂ خضراء' قرطبہ' غرناطہ' تدمیر' مالقہ اور طلیطلہ وغیرہ آباد تھے' اسلامی حدود و ثغور میں داخل ہو گئے تھے۔ ان صوبوں میں مسلمان اور اندلس کے یہودی جو عیسائیوں سے سخت بغض و عناد رکھتے تھے کیونکہ عیسائی ان پر بڑا ظلم و تشدد کرتے' بسائے جا چکے تھے۔ مختلف صوبوں اور شہروں کو جن جرنیلوں نے فتح کیا تھا' وہ وہاں کے امیر بنا دیے گئے' اور ان دستوں کے سپاہی وہاں کے عام باشندے بن چکے تھے' اور خود طارق بن زیاد کا مستقر طلیطلہ قرار پا چکا تھا جو اس وقت عملاً مسلمانوں کا دارالحکومت تھا۔ لیکن طارق بن زیاد کے امیر موسیٰ بن نصیر کے حکم کے خلاف ان علاقوں کو فتح کیا گیا اور اندلس میں پیش قدمی جاری رکھی گئی۔ یہ موسیٰ کے حکم کی نافرمانی تھی۔ اگرچہ طارق نے اپنی جگہ پر یہ کام بالکل درست کیا اور مستقبل کا مؤرخ بھی اسے درست ہی کہتا ہے لیکن یہ سب کچھ اطاعت امیر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذبہ کے خلاف تھا۔ مگر ہمارے نقطۂ نظر سے طارق نے جو کچھ کیا بالکل درست اور صحیح کیا کیوں کہ موسیٰ بن نصیر سمندر پار ہونے کی وجہ سے اندلس کے حالات سے بالکل بے خبر تھا اور طارق اور لحاظ سے باخبر اور آشنا تھا۔ طارق بن زیاد اگر موسیٰ بن نصیر کے کہنے پر اپنی پیش قدمی روک دیتے تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ اندلس کے عیسائی جلد از جلد ایک متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کرتے اور طارق بن زیاد کی سب کوششیں رائیگاں اور اکارت جاتیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ جنگ کی پیش قدمی جاری رکھی جاتی تو طارق بن زیاد نے حالات کے تقاضا کے تحت جاری رکھی۔

اندازہ فرمائیں کہ طارق جب اندلس میں داخل ہوا تو اسکے ساتھ صرف 12 ہزار فوج تھی۔ سات ہزار وہ اپنے ساتھ لایا تھا اور 5 ہزار بعد میں موسیٰ بن نصیر نے اسے بھیجی تھی۔ جب کہ گوڈالیٹ کی جنگ میں دشمن کی فوج ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ یہ طارق بن زیاد کی جنگی حکمت عملی تھی کہ دشمن کو اس جنگ میں جو شکست فاش ہوئی اس میں اس کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست ہو گئے۔ ملک میں جو انارکی کی کیفیت طاری تھی وہ بھی مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوئی۔ یہودیوں پر عیسائیوں کے ظلم و ستم نے یہودیوں کو مسلمانوں کا بہی خواہ بنا دیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھا اور واقعی ان کے نجات دہندہ ثابت ہوئے۔ مسلمانوں کے اندلس میں داخل ہونے سے قبل طلیطلہ کی چھٹی مجلس نے یہ ضابطہ بنایا تھا کہ تمام حکمرانوں سے یہ حلف لینا چاہیے کہ وہ سوائے کیتھولک مذہب کے کسی اور مذہب کی پیروی کی اجازت نہیں دیں گے اور ان لوگوں کے خلاف نہایت سختی سے قانون کا نفاذ کریں گے جو دین مسیحی سے انحراف کریں گے۔ اس کے بعد ایک اور قانون وضع ہوا کہ جو شخص مقدس کیتھولک کلیسا یا بائیبل کے احکام مذہبی پیشواؤں کے ارشادات' کلیسا کے فتاویٰ اور دینی رسومات پر شک یا اعتراض کرے گا' اس کی جائیداد مکمل طور پر ضبط کر لی جائے گی اور اسے حبس دوام (عمر قید) کی سزا دی جائے گی۔ ارباب کلیسا نے اپنی جماعت کے لیے امور سلطنت میں بڑا اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا' چنانچہ جو قومی مجالس مملکت کے نہایت اہم امور کے انتظام و انصرام کے لیے منعقد ہوتی تھیں' پادری اور کلیسا کے اعلیٰ عہدیدار ان میں شریک بھی ہوتے تھے۔ امور سلطنت میں ان پادریوں کے اثر و رسوخ ہی کا نتیجہ تھا کہ ہر قوطی بادشاہ دو تاج بنواتا ایک پہننے کے لیے اور دوسرا کلیسا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نذر کرنے کے لیے۔ پھر ان کلیساؤں میں نذر و نیاز کے نام پر بڑے بڑے امراء نے طلائی اور نقرئی ظروف اور زیورات رکھے ہوئے تھے جو ان پادریوں کی ملکیت سمجھے جاتے تھے جن پر فتح کے بعد طارق بن زیاد نے قبضہ کیا۔

عیسائی پادریوں کی زندگی اس زمانہ میں نہایت گندی اور عیش و عشرت سے بھرپور تھی اور ہلیفرچ (Helfferick) نے لکھا ہے کہ پوپ باڈرین کے ایک نمائندہ اجیلا نے اندلس کے پادریوں پر یہ الزام لگایا کہ وہ شادی شدہ عورتوں سے آشنائی پیدا کرتے ہیں۔ شاہ لوئی کے دور حکومت میں فرانس کے دربار میں بودو نامی ایک پادری تھا جو سنہ 838ء میں یہودی ہوگیا تا کہ وہ اپنی گنہگار زندگی کو چھوڑ کر شریعت خداوندی کا سختی کے ساتھ پابند ہوسکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی رہ کر شریعت خداوندی کا پابند ہونا اس زمانہ میں نہایت مشکل تھا۔

ان ملکی حالات میں طارق بن زیاد نے اندلس پر قبضہ کیا' لیکن اس سے یہ بھی نہ سمجھ لینا چاہیے کہ چونکہ پادریوں اور عام رعایا میں ایک کھینچا تانی اور کشمکش کا عالم تھا۔ رعایا کا ہر طبقہ خواہ وہ یہودی ہوں یا کسان اور مزدور اور غلام' سب صاحبان اقتدار اور کلیسا کے ارباب سے نالاں اور تنگ تھے' اس لیے طارق کا اس ملک کو فتح کرنا نہایت آسان تھا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ اگرچہ آپس میں دست و گریبان تھے لیکن اجنبی لوگوں کے مقابلہ میں وہ اپنے سب گلے شکوے بھول کر باہم اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے گوڈالیٹ کی جنگ میں ایک غاصب بادشاہ کی اپیل پر سارا اندلس اکٹھا ہوگیا اور ہر شخص غاصب بادشاہ راڈرک کی حمایت اور اندلس کے تحفظ کے لیے میدان میں آ گیا۔ یہ تو کاؤنٹ جولین کی حکمت عملی تھی جس نے ان کے درمیان نفاق اور تشتت و انتشار پیدا کر کے راڈرک کو شکست فاش سے ہم کنار کیا۔

اسلام نے اگر فتوحات کی اجازت دی ہے تو ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ کسی ملک میں نہ تو بدانتظامی ہو جس سے انارکی پھیلے اور نہ ہی کسی مفتوح پر ظلم و ستم ہو کیوں کہ ظلم اللہ تعالیٰ کو کسی حال میں پسند نہیں۔ سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے لاکھوں مربع میل علاقہ فتح کیا۔ یہ فتوحات مسلمانوں نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں کیں۔ ان کے پاس اس وقت کا کوئی قیمتی اور جدید اسلحہ نہیں تھا۔ مسلمان سپاہیوں کے پاس صرف ایک زرہ ہوتی تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو وہ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کے لیے پہنتے تھے اور وہ بھی اکثر لوہے کے بجائے چمڑے کی ہوتی تھی۔ ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی تلواریں اور تیر اتنے کم حیثیت اور چھوٹے ہوتے تھے کہ ایرانی انہیں دیکھ کر حقارت سے ''تکلے'' کہتے تھے۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں ان لوگوں نے دنیا کی دو سپر پاورز (Super Powers) کو ایسی شکست دی کہ چشم آفتاب ابھی تک حیران ہے' اور خود ان حکومتوں کے سربراہ بھی پریشان تھے کہ مٹھی بھر بے سروسامان عربوں نے ان کی لاکھوں کی تعداد میں ہر قسم کے آلات حرب و ضرب سے لیس فوج کو اس طرح شکست دی کہ آج تک کسی شہنشاہ کی فوج نے ایسی شکست نہیں دی تھی۔

اصل بات یہ ہے کہ جنگ اسلحہ سے نہیں جیتی جاتی بلکہ صبر و استقلال اور عزم و یقین کے ساتھ جیتی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں یہ ساری صفات موجود تھیں جب کہ ان کی مخالف فوجیں ان سب خوبیوں سے یک قلم عاری تھیں۔ پھر مسلمانوں کی جنگ کا مقصد کوئی دنیوی منفعت نہ تھی بلکہ وہ اپنے گھروں سے اس لیے نکلے تھے کہ اللہ کا کلمہ دنیا میں بلند ہو (لتکون کلمة الله هی العلیا) جب کہ ان کی مخالف فوجیں صرف دنیوی غرض اور منفعت کے لیے برسرپیکار تھیں۔ جب مسلمان فوجی اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے لڑتے تھے تو میدان جنگ میں ہر مشکل میں اللہ کی مدد کی آواز لگاتے تھے' اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرماتا تھا' اور جن لوگوں کی اللہ مدد کرے وہ دنیا میں کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

ایک اور شئے جس نے فتوحات میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ مدد کی وہ ان کی راست بازی اور دیانت داری تھی۔ ان دونوں خوبیوں نے ان کے مخالفوں کو بھی ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ یرموک کی جنگ کے لیے جب مسلمان شام کے اضلاع سے نکلے تو تمام عیسائی رعایا ان کے لیے دست بدعا تھی کہ ''خدا تم کو پھر اس ملک میں واپس لائے''۔ اور یہودیوں نے تورات ہاتھ میں لے کر کہا کہ ہمارے جیتے جی اب قیصر روم یہاں نہیں آ سکتا۔ پھر ایک اور موقع پر جب جنگی مصلحت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک شہر خالی کرنا پڑا تو انہوں نے جزیہ کی وہ تمام رقم اہل شہر کو واپس کر دی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ رقم تم ہمیں کیوں واپس لوٹا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جزیہ کی یہ رقم تمہاری حفاظت کے لیے ہم نے تم سے لی تھی۔ اب جب کہ ہم اس شہر کو خالی کر رہے ہیں ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری حفاظت سے معذور ہیں' لہٰذا اب یہ رقم ہم تمہیں واپس کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے منہ سے یہ جواب سن کر اہل شہر کی آنکھیں نمناک ہوگئیں اور ان کے دلوں سے ان کے لیے دعا کی سوغاتیں نکلنے لگیں اور وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جلد اس شہر میں واپس لائے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ پروفیسر آرنلڈ نے اپنی مشہور کتاب Preaching of Islam میں لکھا ہے کہ رومیوں کے مقابلہ میں سیدنا ابوعبیدہؓ نے اپنی منتشر افواج کو اکٹھا ہونے کے لیے کہا۔ چنانچہ تمام اطراف سے آئی ہوئی افواج کا اجتماع دمشق میں ہوا۔ دمشق میں اکٹھا ہونے کے لیے انہیں کئی مفتوحہ علاقوں کو خالی کرنا پڑا' لہٰذا انہوں نے جزیہ کی وہ تمام رقم جو اپنی عیسائی رعایا کی حفاظت کے لیے ان سے لی ہوئی تھی' اہل شہر کو واپس کر دی۔ اس بات کا عیسائی رعایا پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے رو رو کر ان فاتحین کو رخصت کیا اور ان کی واپسی کی دعائیں مانگیں۔

مسلمانوں نے اپنی کثرت تعداد سے نہیں بلکہ ہمیشہ قلت تعداد سے دشمن پر فتح حاصل کی ہے۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد صرف 25 ہزار تھی اور دشمن کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی۔ چنانچہ جب سیدنا عمرؓ کو دشمن کی کثرت تعداد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے جواب جو دیا وہ یہ تھا:

''تم ایک جگہ ہو کر ایک لشکر بنا لو اور اپنی قلت تعداد کا غم نہ کرو۔ تم اللہ کے دین کے مددگار ہو۔ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا' اور تم سب یرموک میں جمع ہو جاؤ''۔

پھر جب اسی جنگ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کی صف آرائی فرما رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: ''بازنطینی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں''۔ سیدنا خالدؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا:

''مسلمان کتنے زیادہ اور بازنطینی کتنے کم ہیں۔ مسلمانو! یاد رکھو' فوجیں تعداد کی کثرت سے نہیں ہمت اور جرأت کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوتی ہیں۔ خدا کی مدد ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی ہے جو بہادر اور جرأت مند ہو۔ الحمد للہ! ہم بہادر بھی ہیں اور جرأت مند بھی اور صاحب ایمان بھی۔ ہم سے کون مقابلہ کرے گا''۔

یہ ہمت اور جرأت اور عزم و یقین کن لوگوں میں ہوتا ہے؟ یہ ان لوگوں میں ہوتا ہے جو صاحب ایمان ہوں اور جن کے کریکٹر اور اخلاق کا دامن بد دیانتی اور خیانت کے نما دھبوں سے داغ دار نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے لوگوں نے نہ صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی حکومت کو قبول کیا بلکہ ان کے دین کی دعوت کو بھی لبیک کہا جس نے ان میں یہ خوبیاں پیدا کی تھیں۔

دنیا کے مؤرخین اور مستشرقین کو یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ مسلمانوں نے اتنی جلدی اور اس قدر زیادہ فتوحات کیسے کر لیں؟ جب مستشرقین سے ان فتوحات کا کوئی جواب نہ بن سکا تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی فتوحات کا اسکندر مقدونی اور چنگیز خان کی فتوحات سے موازنہ کرنا شروع کر دیا' حالانکہ ان دونوں کی فتوحات سے مسلمانوں کی فتوحات کا کوئی مقابلہ اور موازنہ ہی نہیں' کیوں کہ ان دونوں نے اپنی فتوحات میں مفتوح ممالک کے باشندوں پر جو ظلم و ستم کیے وہ سفاکیت آپ کو مسلمانوں کی فتوحات میں بالکل نظر نہیں آئے گی۔ مسلمانوں کی حکومت میں قانون کی حکمرانی تھی جب کہ چنگیز خان' بخت نصر' اسکندر مقدونی اور تیمور لنگ کی فتوحات میں سفاکیت اور خون ریزی اپنے نقطہ عروج پر تھی۔ مسلمانوں کی حکومتوں میں آپ کو یہ سفاکیت ہرگز نہ ملے گی۔ آدمیوں کا قتل عام تو بہت بڑی شے ہے وہاں تو فوج کو درختوں تک کے کاٹنے سے روکا گیا تھا۔ وہاں تو یہ حکم تھا کہ صرف میدان کارزار میں اپنے مدمقابل میں قتل کرنے کی اجازت ہے' اور جو لوگ جنگ میں تمہارے مدمقابل ہیں' ان کو دھوکہ نہیں دینا' کسی کی ناک اور کان کو نہیں کاٹنا اور نہ ہی کسی بچے کو قتل کرنا ہے۔ (کتاب الخراج ص130) جو لوگ مطیع ہو کر پھر باغی ہو جاتے تھے' ان کے دوبارہ اقرار پر ان سے درگزر کی جاتی تھی۔ ان چیزوں کے علاوہ اپنے مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو جو رعائتیں اور سہولتیں مسلمانوں نے دی تھیں' وہ غیر مسلم فاتحین نے کبھی نہیں دیں۔

پھر اسکندر مقدونی اور چنگیز خان نے صرف فتوحات کیں' لوگوں کا قتل و غارت کیا۔ وہ آندھی کی طرح آئے اور بگولے کی طرح چلے گئے۔ انہوں نے اپنے مفتوحہ ملکوں اور شہروں کو کوئی نظام حکومت نہیں دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان فاتحین کے چلے جانے کے بعد ان کی وہ حکومتیں ختم ہو گئیں' لیکن مسلمانوں کے زمانہ میں جو ممالک فتح ہوئے خصوصی طور پر سیدنا عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جس قدر شہر یا ممالک فتح ہوئے' ان میں سے اکثر و بیشتر چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہیں' اور کئی سو سال تک ان میں وہی نظام حکومت جاری و ساری رہا جو سیدنا عمرؓ نے وہاں جاری کیا تھا۔ اسی وجہ سے مستشرقین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق سیدنا عمرؓ کی فتوحات پوری دنیا میں انوکھی ہیں' اور تاریخ کے اوراق میں کسی اور فاتح کا نام نہیں بتایا جا سکتا جس نے ساڑھے دس سال کے قلیل عرصہ میں اتنے شہر فتح کیے ہوں۔ اور جن حکومتوں سے ان کی فوجوں نے مقابلہ کیا وہ اپنے زمانہ کی سپر پاورز تھیں۔ اسی وجہ سے ہر شخص کو اس بات کا اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ دنیا میں سیدنا عمرؓ جیسا فاتح آج تک اور کوئی نہیں گزرا۔

طارق بن زیاد اور اس کے ساتھیوں میں یہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک مسلمان حملہ آور میں ہونی چاہئیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس وجہ سے ایک سال کے عرصہ میں انہوں نے جس قدر علاقہ فتح کیا وہاں کا انتظام و انصرام بھی انہوں نے شریعت اسلامیہ کے مطابق کیا۔ اپنا فوجی ہیڈ کوارٹر تو انہوں نے طلیطلہ کو بنایا اور وہاں بیٹھ کر وہ اپنے تمام مفتوحہ علاقوں کی نگرانی کرتے تھے' اور جہاں بھی انتظام میں کوئی جھول دیکھتے اس کو فوری طور پر ٹھیک اور درست کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ رعایا کی اکثریت ان سے نہایت خوش تھی سوائے ان راسخ العقیدہ عیسائیوں کے جن کی گھٹی میں مسلم دشمنی تھی۔ یہودی کسان اور غلام تو مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

طارق بن زیاد نے ان مفتوحہ علاقوں میں جو نظام سلطنت قائم کیا وہ اسلامی بنیادوں پر قائم تھا اور اس کے نتائج بڑے خوشگوار ثابت ہوئے۔ اس سے لوگوں میں حکومت سے تعاون کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور وہ بہ طیب خاطر اسلامی فوجوں کی دعوت جنگ پر لبیک کہہ کر ان میں شامل ہو گئے جس سے فوج کو بڑا فائدہ ہوا۔ اسی لیے طارق نے جہاں جہاں شہروں میں مسلمانوں کو آباد کیا وہاں یہودیوں کو بھی آباد کیا۔ طارق کا ذہن وسیع' ظرف اعلیٰ و بلند اور نگاہ نہایت دوررس تھی۔ اس نے اندلس میں اس بات کا خاص خیال رکھا کہ رعایا اور حکمران دونوں قانون کا احترام کریں۔ جو حکم نافذ ہو اس کی تعمیل و اطاعت میں کسی قسم کا تساہل و تکاسل نہ ہو۔ طارق کا خیال تھا کہ قوانین کی کثرت کی ضرورت نہیں بلکہ اصل شئے قوانین کا نفاذ اور ان کا احترام اور ان کی پابندی ہوتی ہے۔ حیلے بہانوں سے قوانین کو غیر موثر بنانے اور ان کی پابندی نہ کرنے والوں اور غرض کے بندوں کے ہتھکنڈوں کے دروازے بند کر دیے جائیں تو حکم عدولی اور غیر قانونی حرکتوں کا خاتمہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

فرد اور جماعت میں چولی دامن کا تعلق ہوتا ہے۔ جماعت فرد کے لیے نعمت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرد جماعت کی بنیاد اور اساس ہوتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''تو جماعت کے ساتھ رہے گا تو تجھے خیر و بھلائی ملے گی''۔

اسی طرح ایک اور ارشاد ہے کہ:

''جماعت رحمت ہے تو تفرقہ عذاب''۔

اسی اصول کی بنا پر مخلص مسلمانوں نے ذاتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر جماعتی مفاد کی حفاظت کی۔ بسااوقات بڑی مشکلات بھی برداشت کیں لیکن جماعت کا التزام رکھا۔ طارق بن زیاد نے بھی اسی اصول کو اپنایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح و کامرانی سے ہم کنار کیا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے سیدنا عمرؓ کو اپنا آئیڈیل (Ideal) بنایا اور اپنی زندگی کو سیدنا عمرؓ کی طرح گزارا اور نظام حکومت میں بھی وہی اصلاحات کیں جو سیدنا عمرؓ نے کی تھیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد 1 ص 124-122' کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد 2 ص 6' مجموعہ اخبار الاندلس ص 10-11 'ص 240' ڈوزی' تاریخ مسلمانان اندلس' جلد 1 ص 352)

گاتھ شہزادے اور ان کا انجام

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ جنگ گوڈالیٹ میں تین گاتھ شہزادے باوجود اس بات کے کہ وہ راڈرک سے سخت ناراض تھے کیوں کہ وہ ان کی سلطنت کا غاصب تھا اور اس نے ان کی تین ہزار جاگیریں ضبط کی ہوئی تھیں' پھر بھی وہ اجنبی فوجوں سے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے راڈرک کی حمایت میں اپنے لشکر کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور قرطبہ میں وادی کبیر کے اس پار آ گئے۔ کاؤنٹ جولین کی کوششوں اور یقین دہانی کی وجہ سے یہ اندر خانہ طارق بن زیاد سے مل گئے۔ شرط یہ تھی کہ اگر طارق کامیاب ہو گیا تو وہ ان کی جاگیریں ان کے حق میں واگزار کر دے گا۔ طارق نے ان کے اس مطالبہ کو منظور کر لیا۔ جنگ کے وقت فوج کے میمنہ اور میسرہ نے پسپا ہونا شروع کیا جو مسلمانوں کے لیے ایک بڑی خوش آئند بات تھی۔ اس جنگ میں طارق کو فتح ہوئی اور راڈرک دریائے گوڈالیٹ کی لہروں کی نذر ہو کر مارا گیا۔ اس لحاظ سے یہ گاتھ شہزادے اندلس میں مسلمانوں کے قدم جمانے میں بڑے مدد و معاون ثابت ہوئے' لیکن ان کی جاگیروں کا معاملہ ابھی تک معلق تھا۔ ان کو ان جاگیروں کا قبضہ نہیں ملا تھا۔ اگرچہ طارق نے ان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کی جاگیریں واگزار کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن طارق کی حیثیت صرف ایک جرنیل یا کمانڈر کی تھی' چیف ایگزیکٹو کی نہیں تھی کہ ان کو وہ جاگیریں دے دیتا۔ اس لیے وہ اپنی معذوری کے باعث معاملہ کو ٹال رہا تھا لیکن اسلام کے حربی اصولوں کے مطابق اگر ایک سپاہی بھی کسی کو امان دے دے یا کوئی وعدہ کر لے تو فوج کے چیف کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اس کے وعدہ کو وفا کرے۔ اور یہاں تو سپاہی نے نہیں بلکہ ایک جرنیل نے وعدہ کیا ہوا تھا جس کا ایفا ضروری تھا۔ لیکن طارق شاید اس معاملہ میں کچھ معذوری سمجھ رہا تھا یا وہ ان کو کچھ زیادہ انعام دلوانا چاہتا تھا۔

یہ گاتھ شہزادے تین بھائی تھے اور عرب مؤرخین نے ان کے نام المند' رملہ یا رقلہ اور ارطباس لکھے ہیں۔ تین ہزار جاگیریں ان کی خاص تھیں۔ معاہدہ کے مطابق ان کو ان جاگیروں پر قابض ہونا تھا۔ گو کہ طارق اپنے معاہدہ کا پابند تھا لیکن یہ شرطیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایسی اہم تھیں کہ ان پر عمل درآمد دربار خلافت کی منظوری کے بعد ہی کیا جا سکتا تھا۔ اس بات کا اندازہ ان شہزادوں کو بھی ہو گیا۔ آخر امور جہانداری کو وہ بھی جانتے تھے' اور ہر شخص اور عہدے دار کے اختیارات سے وہ بھی واقف و آشنا تھے۔ چنانچہ ایک روز وہ طارق بن زیاد کے پاس آئے اور نہایت لجاجت سے اس سے پوچھا کہ وہ خود امیر ہے یا اس کے اوپر کوئی امیر اور حاکم ہے۔ طارق نے ان کو ساری صورت حال سمجھائی اور اپنی پوزیشن کو واضح کیا کہ وہ والی افریقہ موسیٰ بن نصیر کے ماتحت ہے اور وہ امیر المؤمنین کا نائب ہے۔ ان شہزادوں نے طارق سے موسیٰ بن نصیر کے پاس جا کر اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور طارق سے ایک تعارفی مکتوب طلب کیا۔ طارق نے انہیں ایک خط لکھ کر دیا جس میں ان کا مکمل تعارف' اسلامی لشکر کے لیے ان کی خدمات اور اس معاہدہ کا بھی ذکر کیا جو طارق نے ان سے کیا تھا۔ گاتھ شہزادے یہ خط لے کر موسیٰ کی ملاقات کے لیے چل پڑے۔

اس اثناء میں موسیٰ بن نصیر خود اندلس آنے کے لیے تیار تھے اور دارالحکومت قیروان سے چل کر بربر کے علاقہ میں مقیم تھے۔ یہ گاتھ شہزادے طارق بن زیاد کا خط لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موسیٰ نے ان کی عرضداشت کو بغور سنا اور اس سے اتفاق کرتے ہوئے ایک مفصل مکتوب ان کے حوالہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ اس خط کے ساتھ دربار خلافت دمشق میں حاضر ہوں کیوں کہ یہ کام انہی کے کرنے کا ہے۔ شہزادے موسیٰ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خط لے کر ولید بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ولید ان کے ساتھ غیر معمولی حسن اخلاق سے پیش آیا کیوں کہ یہ بھی اسلام ہی کی تعلیم ہے کہ "**کلموا الناس علی قدر منازلھم**" (لوگوں سے ان کے درجات کے مطابق بات کرو) اور انہیں شاہانہ اعزاز و اکرام سے دربار میں جگہ دی۔ انکی باتوں کو نہایت دل جمعی اور توجہ سے سنا۔ موسیٰ بن نصیر کا مفصل مکتوب بھی پڑھا' اور نہایت کشادہ پیشانی سے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فرمان دیا جن میں شاہانہ بخششوں کا ذکر تھا' اور وہ تمام جاگیریں ان کی ملکیت قرار پائی تھیں جو شاہان اندلس کی ذاتی جائدادیں تھیں اور جن کے بارہ میں طارق نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ نیز ان فرمانوں میں ان کی قدیم شاہانہ عظمت کو برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا تھا' اور انہیں آداب شاہی بجالانے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ان میں اس بات کی صراحت بھی تھی کہ جب عرب اور بربر سرداران سے ملنے جائیں تو انہیں کھڑے ہو کر ان کی تعظیم بجا لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ دربار سے رخصت ہونے کے وقت انہیں شاہی عطایا اور تحائف سے بھی سرفراز کیا گیا۔

یہ تینوں شہزادے اپنی جاگیروں کا قبالہ لے کر دمشق کے دارالخلافت سے واپس اندلس آئے۔ اور اپنی اپنی جاگیروں کا قبضہ لے لیا اور ان کو باہمی رضامندی سے آپس میں تقسیم کر لیا۔ ہر ایک بھائی کے حصہ میں ایک ایک ہزار جاگیر آئی۔ بڑے شہزادے المند نے مغربی اندلس کی جاگیریں لیں' اس لیے اس نے اشبیلیہ میں قیام اختیار کیا' منجھلے شہزادے ارطباش نے وسط اندلس میں اپنی جاگیروں کا حصہ لیا اور وہ قرطبہ میں مقیم ہو گیا۔ سب سے چھوٹے رقلہ یا رملہ کی جاگیریں شرقی اندلس میں تھیں' اس لیے اس نے طلیطلہ کے شہر کو اپنے قیام کے لیے پسند کیا۔

یہ تینوں شہزادے اندلس کے مختلف حصوں میں سکونت پذیر ہو گئے اور نہایت اعزاز اور امن و عافیت سے اپنی باقی ماندہ زندگی کے دن گزارنے لگے۔ ان کی عزت و منزلت میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ یہ اندلس کے معززین اور مرفہ حال امراء اور شرفاء میں شمار کیے جاتے رہے۔ عوام اور حکومت میں دونوں جگہ ان کا احترام و اکرام کیا جاتا تھا بلکہ یہ لوگ اندلس کے حکمرانوں کی نگاہ میں غیر معمولی عزت و منزلت کے حامل تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت کے کارنامے

ولید بن عبدالملک بنوامیہ کے نہایت اچھے خلفاء میں سے ایک تھا۔ اپنی اسی نیکی اور اسلام دوستی کی وجہ سے اس نے گاتھ شہزادوں کی جاگیروں کو واگزار کیا اور انہیں اس وقت کی سوشل زندگی میں ایک نہایت اعلیٰ مقام دلوایا جب کہ اس سے قبل وہ ایک اچھی اقتصادی زندگی نہیں گزار رہے تھے۔ یہ سب کچھ اس کی نیک طینتی اور اچھی سرشت کی وجہ سے بھی تھا۔ اسی وجہ سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید کا دور تمدنی ترقیوں کے اعتبار سے بنوامیہ کا ممتاز ترین دور تھا۔ اسکے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی قوت ایک مقصد پر متحد ہوگئی اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوگیا تھا جس سے ملک کو بڑا فائدہ ہوا اور اسلامی حکومت کا رقبہ ہندوستان اور چین سے لے کر فرانس کی سرحد تک وسیع ہوگیا' اور مفتوحہ علاقوں سے جو دولت ہاتھ لگی اس سے ملک کی تمدنی ترقی میں بڑا اضافہ ہوا۔

ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوجی نظام میں بڑی وسعت و ترقی ہوئی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں کئی کئی محاذوں پر جیسے ہندوستان' وسط ایشیا اور یورپ میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور سب میں کامیابی ہوئی۔ فوج کی جزوی ضروریات کی فراہمی کا اتنا اہتمام تھا کہ سندھ کی فوج کشی میں حجاج نے سوئی دھاگہ تک ساتھ کر دیا تھا۔ خورد و نوش کے سامان کا اتنا مکمل انتظام تھا کہ روئی سرکہ میں بھگو کر خشک کر کے ساتھ کر دی تھی کہ ضرورت کے وقت پانی میں بھگو کر سرکہ تیار کر لیا جائے۔ (فتوح البلدان ص 242)

حکومت کے مختلف شعبوں میں ترقی کے علاوہ رفاہِ عام کے اتنے کام ہوئے اور رعایا کی راحت اور آسائش کے اتنے سامان مہیا کیے گئے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ کے علاوہ اس کی نظیر نہیں ملتی بلکہ ولید کے بعض کارنامے اس دور سے بڑھ گئے۔

جہاز سازی کے کارخانے سیدنا امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت ہی میں قائم ہوگئے تھے۔ ولید کے زمانہ میں جب بحری قوت میں اضافہ ہوا تو نئے کارخانے کھولے گئے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے ٹیونس میں ایک کارخانہ قائم کیا جس میں صرف اس کے زمانہ میں ایک سو جہاز تیار ہوئے تھے۔ (کتاب المونس ص 33)

سنہ 88ھ میں یعنی مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے صرف تین سال بعد تمام ممالکِ محروسہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں سڑکیں درست کرائیں اور ان پر میل نصب کیے۔ (کتاب العیون والحدائق ص 3) تمام راستوں پر کنویں بنوائے اور نہریں جاری کرائیں۔ (کتاب العیون والحدائق ص 4)

ولید سے پہلے اسلامی حکومت میں مختلف قسم کی ترقیاں ہوتی تھیں لیکن اب تک حفظان صحت اور ہسپتالوں کی ترقی (Development) کا کوئی انتظام حکومت کی طرف سے نہیں ہوا تھا۔ ولید بن عبدالملک نے تمام ممالک محروسہ میں ہسپتال اور شفا خانے قائم کیے۔

(یعقوبی جلد 2 ص 348)

ولید کا ایک وہ کارنامہ ہے جس سے آج کی متمدن حکومتیں بھی عاجز ہیں وہ یہ کہ اس نے تمام ممالک محروسہ کے معذور' ناکارہ' اپاہج اور اسپیشل بچوں اور جوانوں کے لیے روزینے مقرر کر کے انہیں مستقل طور پر بھیک مانگنے سے نجات دلا دی۔ اندھوں کی راہ نمائی اور اپاہجوں (Handicapped) لوگوں کے لیے آدمی مقرر کیے جو ان کی خدمت کرتے۔ (تاریخ الخلفاء ص 224 وطبری) پھر یتامیٰ کی کفالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص 224)

ایک اچھے حاکم اور خلیفہ کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ اشیاء کے نرخوں کی نگرانی کرے۔ یہ رعایا کی ایک بہت بڑی خدمت ہے کیوں کہ اگر بازار میں مہنگائی ہوگئی تو ایک غریب آدمی کی زندگی اجیرن ہو جائے اور آج کل کی طرح لوگ خودکشی پر اتر آئیں گے۔ طبری نے لکھا ہے کہ خلیفہ خود بازار میں جا کر چیزوں کی قیمتیں دریافت کرتا اور اگر وہ زیادہ ہوتیں تو ان کو کم کراتا تاکہ ایک عام آدمی کی معاشی اور اقتصادی زندگی میں ناہمواری پیدا نہ ہو۔

اسلام نے تعلیم پر بہت زور دیا ہے کیونکہ تعلیم ہی کسی قوم کی ترقی کی ضمانت ہوتی ہے اور اسلام نے تو تعلیم کو ویسے ہی بہت اہمیت دی ہے' اسی وجہ سے اسلام کی سب سے پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی ''اقراء'' نازل ہوا تھا۔ چنانچہ اس وحی کی روشنی میں مسلمانوں نے تعلیم کی نشرو اشاعت پر بہت زور دیا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مکہ میں صرف سترہ اشخاص لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کی تعلیم و تعلم کا مرکز دین ہی تھا اور اس کی بنیاد کلام الٰہی پر تھی' اس لیے ان کی تعلیم و تعلم کا دائرہ اسی تک محدود تھا اور قرآن و حدیث کے علوم ان کی زندگی کا مقصد وحید تھا۔ ولید نے قرآن حکیم اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت نبوی کی جانب بڑی توجہ کی اور وہ ہمیشہ لوگوں کو قرآن و سنت کے حصول کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ وہ حفظ قرآن پر عطیات دیتا تھا اور جو لوگ اس سے غفلت برتتے تھے انہیں سزا دیتا تھا۔ (طبری) اس کے ایک گورنر حجاج نے اہل عجم کی تعلیمی سہولت کے لیے قرآن حکیم پر نقطے اور اعراب لگوائے تاکہ وہ آسانی سے قرآن حکیم کو پڑھ سکیں۔ (فہرست ابن ندیم ص 6) اور علماء اور فقہاء کے وظائف مقرر کیے تاکہ وہ دل جمعی اور یک سوئی کے ساتھ علم کی خدمت کر سکیں۔ (تاریخ الخلفاء ص 224)

ہندوستان کے مغل بادشاہ شاہ جہان کی طرح ولید بن عبدالملک کو بھی تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے عہد خلافت میں عظیم الشان عمارتیں بنوائیں۔ صاحب آداب السلطانیہ نے لکھا ہے:

"كان شديد التكلف بالعمارات والابنية والاتخاد المصانع والضياع". (آداب السلطانیہ ص 114)

ولید کے ذوق تعمیر کی وجہ سے عوام میں بھی یہ ذوق پیدا ہو گیا' اور عربی کا محاورہ ہے کہ "الناس علی دین ملوکهم". چنانچہ ولید کے ذوق تعمیر اور اس کے عہد خلافت کی تعمیرات کی وجہ سے یہ مذاق کچھ اتنا عام ہو گیا تھا کہ جب لوگ آپس میں ملتے تھے تو تعمیرات ہی پر گفتگو ہوتی تھی۔ (طبری جلد 8 ص 1273)

ولید کا دور فتوحات کی کثرت' دولت کی فراوانی اور امن و رفاہیت کی ارزانی اور دوسری ملکی اور تمدنی ترقی کے اعتبار سے ایک زرّیں دور ہے۔ اس کے عہد خلافت میں اس کے جرنیلوں نے ایک طرف سندھ کو فتح کیا تو دوسری طرف سرزمین اندلس پر بھی قبضہ کیا اور یہاں کے عوام کو ظالم' سفاک اور ظلم و تعدی کرنے والے حاکموں سے نجات دلا کر ان کی کایا پلٹ دی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں جو ملک فتح ہوئے وہ دفعتاً پستی کی حالت سے ابھر کر بلندی کے زینہ پر آ گئے اور ان کے عہد میں محمد بن قاسم' موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد جیسے جرنیل پیدا ہوئے جنہوں نے خالد بن ولیدؓ' ابوعبیدہ بن الجراحؓ' سعد بن ابی وقاصؓ' ضرار بن ازورؓ' شرجیل بن حسنہؓ اور دوسرے بڑے بڑے جرنیلوں اور کمانڈروں کے بعد فنون سپاہ گری میں اپنی سیادت کا سکہ منوایا۔ خصوصی طور پر اندلس کی پستی اور علمی تاریکی کا حال ناقابل بیان ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تو ہم نے اس کتاب کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتداء میں کر دیا ہے۔ لیکن ایک یورپین مؤرخ نے اندلس میں مسلمانوں کے داخلہ سے قبل اور داخلہ کے بعد دونوں حالتوں کا موازنہ کر کے بتایا ہے کہ آج یورپ میں جو علم و سائنس کی روشنی پھیلی ہوئی ہے یہ مسلمانوں ہی کے دم قدم سے اندلس سے یورپ میں داخل ہوئی جس کی کچھ تفصیل ہم نے اپنی کتاب (Islam And Civilization) میں کر دی ہے۔

ایک مستشرق نے اندلس میں مسلمانوں کے داخلہ سے اندلس کی پستی اور تاریکی کا جو حال لکھا ہے وہ کچھ یوں ہے:

''ساتویں صدی کے اواخر اور آٹھویں صدی کے اوائل کی تاریخ اسپین غیر معمولی طور پر ظلمات کے دھندلکے میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس میں سیاسی اور تمدنی مصائب ملک بھر پر پڑے ہوئے تھے۔

آٹھویں صدی کے اوائل میں سلطنت وزی گاتھ بظاہر زوروں پر تھی اور نہایت مرفہ الحال مگر اس کی اصلی اور واقعی کمزوری اہالی کلیسا کی شان و شوکت اور دربار شاہی کے تکلفات اور رعب میں چھپی ہوئی تھی جنھوں نے اس سلطنت کے معائب اور زیادتیوں پر بیہودہ سا نقاب ڈال رکھا تھا۔ خواہشات نفسانی کے غلام بادشاہان وزی گاتھ میں سے اپنے اجداد کی خوبیاں بالکل ختم ہو چکی تھیں...... ریکاوڈ اور ویمبیا کے جانشین ایسے کمزور مگر ظالم تھے کہ ان پر لفظ بادشاہ کا اطلاق متنازعہ فیہ امر ہے' ان کی نفسانیت نے رسوم مہمان نوازی کو قائم رکھا اور نہ حقوق دوستی کو ملحوظ' نہ اپنے مرتبہ کو برقرار رکھ سکے اور نہ اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں سن و سال کی پروا کی''۔

(اخبار الاندلس' ایس' پی اسکاٹ جلد 1 ص206 مترجمہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب)

''تمام کارکنان دربار شاہی ایک ہی حمام میں ننگے تھے۔ عیش و نشاط اور شہوت رانی کا زور تھا۔ کلیسا کی نہایت مقدس روایات کی خلاف ورزی تو ہوتی ہی تھی' غضب تو یہ ہے کہ تعدد ازواج اور کنیزوں کا رکھنا بھی جائز قرار دے دیا گیا...... دیندار لوگ ان عیش کے بندوں کی زیادتیوں سے تنگ آ گئے تھے' نہ ان خراباتیوں سے گرجاؤں اور کلیساؤں کی قربان گاہیں محفوظ تھیں نہ اقبال گناہ کے منبر''۔ (ایضاً) ''ملک کو منہیات میں منہمک دیکھ کر چھوٹے بڑے تمام پادری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی خرابیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اسقف اعظم کے محل میں ہر روز فساد و عناد کے تماشے نظر آتے تھے' اور ہر رات کو شور و شغب کی آوازیں وہاں سے بلند ہوتی تھیں۔ عوام الناس پہلے ہی کہاں کے معصوم تھے' اس کیفیت کو دیکھ کر اور بھی خراب ہوتے چلے جاتے تھے۔ پادریوں اور مقتدایان مذہبی کے گھروں کی شرابیں ضرب المثل تھیں' ان کے مکان نہ تھے بلکہ پری خانے تھے۔ اگر حسن و جمال کہیں ملتا تھا تو یہیں...... پادریوں کا اصلی فرض تو یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک رحم مجسم ہستی کے نائب ہو کر فیاضی اور ایثار نفسی دکھائیں' مگر وہ اتنے گرے ہوئے تھے کہ سازش کنندہ اور معاملات سیاست میں دخل دینے والا فرقہ بن گئے تھے۔ امراء و اراکین سلطنت نے مردہ بدست زندہ بن کر اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا' اور تمام نظم و نسق سلطنت ان کے سپرد کر دیا تھا' اور خود بطریق مداہنت عابدوں کا نمونہ بن گئے تھے۔ اگر ان کی خانگی زندگی کو دیکھا جاتا تو کیا پادری اور کیا امراء و جاگیردار سب عیوب اور گناہوں کے ڈھیر تھے''۔ (اخبار الاندلس' ایس' پی' اسکاٹ جلد 1 ص 198)

''مزارعین کی حالت بالکل چوب مسجد کی سی تھی۔ وہ تمام عمر بلکہ اولاد در اولاد ایک ہی جاگیر کے ہو رہتے تھے اور کہیں اور نہ منتقل ہو سکتے تھے۔ ان کی حالت بالکل غلاموں کی سی ہوتی تھی' گو از روئے قانون گاتھ ان کو ان بدقسمتوں سے بہتر ہونا چاہیے تھا جو بازاروں میں عام جانوروں کی طرح فروخت ہو سکتے تھے...... آخر زمانہ گاتھ میں جو قانون وضع ہوئے تھے' ان کے موافق غلاموں کی حالت اس سے بھی بدتر ہو گئی تھی جو رومیوں کے زمانہ میں تھی...... آخر کے گاتھ بادشاہوں نے کچھ نرمی کر دی تھی' لیکن بہرکیف یہ خدمت جبریہ تھی' اور نسلاً بعد نسل اس سے رہائی ہو سکتی تھی۔ اس سے لوگوں کی حالت اور بھی نازک ہوتی چلی جاتی تھی۔ شادی بیاہ کے متعلق قیود تھیں۔ اہل و عیال کو الگ رکھنا پڑتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جرائم پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ان اسباب سے ان کی ذلتیں اور بڑھتی جاتی تھیں۔

(اخبار الاندلس جلد 1 ص 199)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں غلام تعینات تھے' نہ صرف اس لیے کہ زراعت کریں بلکہ اس واسطے کہ بہترین اشیاء پیدا کریں جو اس زمانہ میں مل سکتی تھیں' اور وہی ان جاگیرداروں کے تکلفات کو بڑھا سکتی تھیں۔ ان بدقسمت مزدوروں کی مشقت روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی اور آزادی کی امیدیں جس کا وہ نسلوں سے انتظار کرتے چلے آتے تھے' گھٹتی جاتی تھیں' بلکہ اب تو بالکل ہی نہ رہ گئی تھیں' اور ان کو یقین ہوگیا تھا کہ جو ناقابل برداشت بوجھ ان پر ڈالا جاچکا ہے' وہ قیامت تک ہلکا ہونے والا نہیں۔

(اخبار الاندلس جلد 1 ص 201)

''غلاموں کا ایک جم غفیر تھا کہ وہ باوجود اپنے آقاؤں کے چابکوں کے ابھی تک زمانہ آزادی کی روایات کو نہیں بھولے تھے' اور ایک ذراسی تحریک پر بلوہ کرنے کو تیار تھے' اور اس دن کا نہایت بے صبری سے انتظار کر رہے تھے جس دن ان کو آزادیٔ کامل حاصل ہو جائے''۔ (اخبار الاندلس جلد 1 ص 212)

''مزارعین اور غلاموں کے علاوہ ایک اور فرقہ تھا جس کی تعداد دونوں سے کم تھی لیکن ازروئے اصل ونسل اور از روئے قانون وہ دوامی غلام تھے۔ اتنی بات ان میں زیادہ تھی کہ وہ دونوں سے زیادہ عقیل وفہیم اور ہوشیاری اور چالاکی میں دونوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ یہ فرقہ یہودیوں کا تھا۔ سترھویں دینی کونسل کے ایک حکم ناطق کے موافق ان کی تمام جائدادیں ضبط کر لی گئی تھیں' اور ان کو بامشقت غلامی کی سزا دی گئی تھی۔ یہودی تھے کہ دونوں فریق (امراء اور مذہبی پیشوا پادری وغیرہ) کے ہاتھوں سے نہایت تنگ تھے۔ کون سی سختی اور تشدد تھا کہ ان پر نہ کیا جاتا ہو۔ وہ ہر وقت پریشانی بلکہ مصیبت میں گرفتار رہتے تھے''۔ (اخبار الاندلس ص 201 'ص 212)

یہ تو تھی مسلمانوں کے اندلس میں داخل ہونے سے قبل کی حالت' ان کے داخلہ کے بعد اندلس کی حالت میں یک قلم تبدیلی آئی۔ چنانچہ اسی مصنف ایس' پی' اسکاٹ نے لکھا ہے کہ:

''فاتحین (یعنی مسلمانوں) نے پرانے زمانہ کے قوانین کا احترام قائم رکھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اتنا فرق ہوا کہ اس کے دستور العمل اپنے قوانین کے تابع کر دیے۔ مفتوحین پر وہی قانون قابل نفاذ تھا مگر اسی حد تک کہ شرع اسلام کے خلاف نہ پڑے۔ اپنے عدل و انصاف' مسامحت و مراسم خسروانہ سے اس نئی سلطنت نے بہت ہی جلد دلوں میں گھر کر لیا۔ یہودی مرفہ الحال ہو گئے (جب کہ اس سے قبل وہ پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔) عیسائی اپنے تعصّبات یک قلم بھول گئے۔ غلاموں نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس سے ان کا داغ غلامی ہمیشہ کے لیے مٹ گیا اور وہ بادشاہوں کے برابر ہو گئے۔ (اخبار الاندلس جلد 1 ص 258)

ذمیوں کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا' اس کا پورا پورا ایفا کیا گیا۔ ذات' جائداد اور مذہبی آزادی کا جو عہد کیا گیا تھا وہ بہرحال پورا کیا گیا۔ عوام الناس تو اس سے بہت ہی خوش تھے' اگر ناراض تھے تو وہ مذہبی دیوانے جنہوں نے اپنے فیاض اور سخاوت شعار دشمنوں کو گالیاں دیں' حالانکہ ان کی مراعات سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے اور انہی کا نمک کھاتے تھے۔

(اخبار الاندلس جلد 1 ص 257)

لیبان نے مسلمانوں کے داخلہ کے بعد اندلس (موجودہ اسپین) کی حالت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

''فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد ہی عربوں نے ترقی شروع کر دی تھی۔ ایک صدی کے اندر اندر غیر مزروعہ زمینیں کاشت ہونے لگیں۔ اجاڑ بستیاں آباد ہو گئیں۔ ملک میں بڑی بڑی عمارتیں بن گئیں اور دوسری اقوام سے تجارتی تعلقات قائم ہو گئے' اس کے بعد ہی عربوں نے علوم و ادب کی طرف توجہ کی اور یونانی اور لاطینی کتابوں کے ترجمے کرائے اور دارالعلوم قائم کیے جو مدت تک یورپ میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے''۔ (تمدن عرب لیبان ص 247)

یہ سب کچھ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ہوا کہ سلطنت کی حدود و ثغور میں نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ علم و فن کے میدان میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ اگرچہ ولید بذات خود علم و فن سے یک قلم نا آشنا اور بیگانہ تھا۔ وہ عربی زبان تک غلط بولتا تھا۔ اس کے باپ عبدالملک بن مروانؒ نے اس کے اس نقص اور اس کی کمی کا ازالہ کرنے کی ازحد کوشش کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے اس زمانہ کے بہترین اور خاص معلم مقرر کیے' لیکن تعلیم کا الٹا اثر ہوا' اس لیے عبدالملک نے اس کو معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ (ابن اثیر جلد 5 ص4) کہا جاتا ہے کہ ولید ان تمام خوبیوں کے باوجود ایک نقص اپنے اندر رکھتا تھا۔ وہ یہ کہ وہ بڑا سخت گیر تھا اس سخت گیری کی وجہ سے ہزاروں دشمن قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سخت گیری کی کوئی خاص وجہ ہو' کیوں کہ سخت گیر ہونا کوئی بری بات نہیں لیکن ناجائز سخت گیر ہونا ایک بہت بڑا عیب ہے۔

گاتھ شہزادہ المند اور اس کی اولاد

یہ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ولید بن عبدالملک کا کچھ ذکر ہوگیا جس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ تینوں گاتھ شہزادوں کو جب موسیٰ بن نصیر نے دمشق میں امیر المومنین ولید بن عبدالملک کے پاس بھیجا تو ولید نے ان کو ان کی شان کے مطابق پروٹوکول دیا اور ان کو طارق بن زیاد کے وعدہ اور معاہدہ کے مطابق ان کی تین ہزار جاگیریں ان کو واگزار کر دیں جن کو انہوں نے اپنے حالات کے مطابق باہم تقسیم کرلیا۔ ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک جاگیر آئی اور وہ نہایت مرفہ حالی اور آسودگی سے بلکہ امیرانہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرنے لگے کچھ عرصہ کے بعد امیرالمومنین ولید کا انتقال ہوا۔ ان کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ پھر عمر بن عبدالعزیزؒ مسند خلافت پر بیٹھے۔ سنہ 105ھ میں ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا وہ سنہ 125ھ تک خلیفہ رہا۔ اس کے دور خلافت میں گاتھ شہزادہ المند کا انتقال ہوگیا۔ اس کے دو خورد سال لڑکے مطرویل اور عباس اور لڑکی سارہ جو قوطیہ کے نام سے مشہور تھی اس کی جاگیروں کے وارث بنے۔ یہ تینوں المند کی وفات کے وقت نابالغ تھے۔ ان کی نابالغی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے منجھلے چچا ارطباس نے ان کی جاگیروں پر قبضہ کرنا چاہا۔ سارہ اپنے بھائیوں سے بڑی اور ہوش مند تھی۔ اس نے اپنی فریاد کے لیے براہ راست دارالحکومت کو منتخب کیا کیوں کہ وہ سمجھتی تھی کہ بارگاہ خلافت سے جو فیصلہ ہوگا وہی آخری فیصلہ ہے' لہٰذا وہ اپنے دونوں بھائیوں کو ساتھ لے کر ایک بحری جہاز کے ذریعہ اندلس سے دمشق کے لیے روانہ ہوئی۔ عسقلان کے مقام پر وہ جہاز سے اتر کر دمشق پہنچی۔ اس وقت ہشام بن عبدالملک کی خلافت کا دور تھا۔ خلیفہ ہشام نے اس کو اس کے مناسب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال پروٹوکول دیا اور اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا جس طرح خلیفہ ولید نے ان کے باپ المند اور اسکے دونوں بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ پوری توجہ سے سارہ اور اس کے دونوں بھائیوں کی معروضات کو سنا اور مناسب ہدایات اور احکام کے ساتھ امیر افریقہ حنظلہ بن صفوان کے نام ایک فرمان لکھ کر سارہ کو دیا۔ اس فرمان کو وہ لے کر امیر افریقہ حنظلہ بن صفوان کے پاس افریقہ آئی۔ حنظلہ نے خلیفہ ہشام کا فرمان پڑھا اور اس پر عمل درآمد کے لیے والی اندلس ابوالخطا حسان بن ضرار کلبی کے نام ایک حکم نامہ لکھ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ سارہ اور اس کے بھائیوں کی جاگیریں ان کے چچا سے واپس لے کر ان کو دلائی جائیں۔ سارہ اس حکم نامہ کو لے کر اندلس آئی اور وہ حکم نامہ ابوالخطا حسان بن ضرار کلبی کو دیا۔ حسان نے اس کو بغور پڑھا۔ حسان نے اس خیال سے کہ ایک عورت زاد کے لیے اتنی بڑی جائداد کا تنہا سنبھالنا بہت مشکل ہوگا۔ اس نے سارہ کی رضامندی اور مرضی سے اس کا عقد ایک معزز عرب قائد عیسیٰ بن مزاحم سے کر دیا اور اس کی تمام جاگیروں کا قبضہ دلا دیا۔ عیسیٰ بن مزاحم ایک نہایت سمجھدار اور دانش مند عرب جرنیل تھا۔ اس نے سارہ کی جاگیر کا مناسب انتظام کیا اور وہ اور اس کے بھائی نہایت خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ عیسیٰ بن مزاحم سے سارہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا نام اسحاق تھا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے جب کہ یہ گاتھ شہزادے المند' رملہ یا رقلہ اور ارطباس (جس کو ڈوزی نے اوپاس کے نام سے یاد کیا ہے) اپنی جاگیروں کی واپسی کے لیے اندلس سے افریقہ اور پھر وہاں سے موسیٰ بن نصیر کے کہنے پر دمشق گئے اور خلیفہ ولید بن عبدالملک ان کے ساتھ جس حسن اخلاق سے پیش آیا اور دربار خلافت میں ان کا جو اعزاز و اکرام کیا گیا اور پھر ان کو تین ہزار جاگیروں کی واگزاری کا پروانہ دے کر انہیں واپس بھیجا گیا' خلیفہ ولید اور دوسرے عمائدین سلطنت کے حسن اخلاق سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ واپس اندلس آنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے دل و جان سے ساتھی بن گئے۔ پھر المند کی بیٹی سارہ ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے اندلس سے دمشق گئی ہو کہ وہاں میرے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو میرے باپ سے ہوا تھا اور تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سارہ کی حسب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت اس کے ساتھ معاملہ کیا۔ پھر جب واپس اندلس آئی تو وہاں کے امیر حسان بن ضرار کلبی نے اس کی ایک عرب مسلمان سے شادی کر دی۔ اندلس کے مشہور تاریخ افتتاح الاندلس کا مصنف ابن القوطیہ سارہ کے بیٹے ابراہیم کی اولاد میں سے ہے۔ ابن القوطیہ کا نام محمد اور کنیت ابوبکر تھی۔ باپ کا نام عمر تھا اور دادا کا نام عبدالعزیز اور پردادا کا نام ابراہیم بن عیسیٰ بن مزاحم تھا۔ ابن القوطیہ کا انتقال سنہ 396ھ میں ہوا۔

سارہ کا اموی دربار میں اہم مقام

دمشق کے اموی دربار میں سارہ کی جو عزت اور جو احترام ہوا وہ تو تھا ہی' لیکن جب سنہ 138ھ/ سنہ 755ء میں اندلس میں امویوں کی مستقل حکومت قائم ہوئی اور عبدالرحمٰن الداخل سب سے پہلا اموی خلیفہ اندلس کی مسند خلافت پر بیٹھا تو سارہ اس وقت زندہ تھی۔ وہ ایک روز دربار میں عبدالرحمٰن الداخل کے پاس گئی تو اس نے سارہ کے دربار خلافت میں بھی تمام شاہی آداب ملحوظ رکھے۔ سارہ جب ہشام بن عبدالملک کے دربار میں اپنی جاگیروں کے سلسلہ میں گئی تھی' اس وقت عبدالرحمٰن الداخل نہایت خورد سال اور چھوٹی عمر کا تھا۔ وہ اس وقت ہشام بن عبدالملک کے پاس بیٹھا ہوتا تھا اور سارہ نے اسے کئی مرتبہ ہشام کے پاس بیٹھے دیکھا تھا۔ سارہ نے عبدالرحمٰن کو یہ واقعات سنائے اور اسے یاد دلائے۔ اب اس نے بھی سارہ کو پہچان لیا اور اس سے بہنوں جیسی محبت کرنے لگا۔ اور دونوں کے درمیان محبت اور پیار کے رشتے مضبوط ہو گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ سارہ کو عبدالرحمٰن الداخل کے گھر میں آنے جانے کی کوئی پابندی نہ تھی۔ وہ بے روک ٹوک قصر شاہی کے زنان خانے میں آتی جاتی تھی۔ اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کے ارکان و افراد سے اس کے مراسم بڑھ گئے تھے۔ اسی عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں سارہ کے شوہر عیسیٰ بن مزاحم کا انتقال ہوا تو دو عرب معززین جرہ بن ملاس مذحجی اور عمیر بن سعید لخمی سارہ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے خواستگار ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے ثعلبہ بن عبید جذامی کی سفارش اور سارہ کی رضامندی سے عمیر بن سعید سے اس کی شادی کر دی۔ اس نکاح سے حبیب بن عمیر پیدا ہوا جو اندلس کے بنوحجاج' بنوسلمہ' اور بنوجزر کا جداعلیٰ تھا۔ اندلس کے عہد اسلامی کے آخر تک حبیب بن عمیر کا خاندان اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ کے ممتاز معززین میں شمار کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سارہ کا چچا ارطباس یا اویاس

گاتھ شہزادے المند کا بھائی اور سارہ کا چچا ارطباس اور بقول ڈوزی اویاس بھی نہایت شان و شوکت اور شاہانہ جاہ و حشم سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے تعلقات عرب اور بربر عمائدین سے جو حکومت کی کلیدی آسامیوں پر تعینات تھے' نہایت شگفتہ تھے کیوں کہ پورے اندلس میں ولید بن عبدالملک خلیفہ مسلمین کے حکم سے ان تینوں بھائیوں کو پورا شاہی پروٹوکول ملا ہوا تھا اور ہر معزز شہری اور حکومت کا ہر عہدیدار انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ اگرچہ بھائی کی وراثت کے لیے بھتیجوں سے لڑا بھی' لیکن تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ طبعًا وہ سیر چشم تھا۔ اس کی دادو دہش اور سخاوت اور بردباری کے واقعات جو شہزادوں ہی کے شایان شان ہو سکتے ہیں وہ اس کی زندگی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آخر یہ گاتھ خاندان کا ایک شہزادہ تھا اور زندگی کے گرم و سرد واقعات اور نشیب و فراز نے انہیں نہایت معقول' بردبار اور ایک اچھے اخلاق والا انسان بنا دیا تھا۔ اور عربی کا یہ مقولہ ان پر بالکل درست ثابت ہوتا تھا: "الدھر نعم الادیب" زمانہ ایک بہترین ادیب ہے۔

ارطباس مسلمان علماء' صلحاء اور زہاد کی بڑی قدر کرتا تھا۔ شاید اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ اس نے اپنے بچپن میں بڑے بڑے عیسائی پادریوں کو دیکھا ہوا تھا جو نہایت اخلاق باختہ اور خوشامد پسند ہوتے تھے۔ عمائدین سلطنت کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے گہرے ہوتے تھے اور ان کی خوشامد کرنا ان پادریوں کا آئے روز کا شیوہ ہوتا تھا۔ ان کی پوری زندگی عیش و عشرت اور گناہوں اور اللہ کے احکام کی نافرمانی میں گزرتی تھی' اس کے برعکس مسلمان علماء' صلحاء دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے ہر کام کرتے تھے۔ ان کے پاس جو شخص بیٹھتا اس کو خدا یاد آ جاتا تھا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت کے جذبات و خیالات پیدا ہوتے لہٰذا ارطباس کا ان سے محبت کرنا اور ان کی قدر افزائی کرنا ایک قدرتی امر تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ چند معززین شاہی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اندلس کے مشہور عابد و زاہد میمون بن لبانہ اس کے پاس آتے دکھائی دیے۔ یہ انہیں دیکھتے ہی ان کے اعزاز اور تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی مرصع نقرئی کرسی یا مسند پر بٹھانا چاہا' لیکن وہ قلبی طور پر ایسی چیزوں کو پسند نہ کرتے تھے اس لیے معذرت کر کے فرش پر بیٹھ گئے۔ جب یہ فرش پر بیٹھے تو ارطباس بھی پاس ادب سے اپنی کرسی پر نہ بیٹھا بلکہ وہاں سے اٹھ کر ان کے پاس فرش پر بیٹھ گیا' اور نہایت ادب و احترام سے ان کی تشریف آوری کی غرض و غایت پوچھی۔ انہوں نے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے جواب دیا۔ میں چند روز کے لیے اندلس آیا تھا۔ مشرق کا حال آپ کو معلوم ہے۔ اب وہاں میرا گزر نہیں' لہٰذا یہیں مستقل سکونت اختیار کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت اور فراخی عطا فرمائی ہے۔ میری خواہش ہے کہ تمہاری جاگیروں میں سے ایک جاگیر لوں اور اس پر زراعت کروں۔ تمہارا حق تمہیں دوں اور اپنا حق لے کر اس سے زندگی کے باقی ماندہ ایام راحت اور سکون سے گزار دوں۔ ان کی یہ بات سن کر ارطباس نے جواب میں عرض کیا: ''اللہ کی قسم! جو موضع بھی ہوگا وہ تمام کمال آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دوں گا۔ وہ حق کاشت کاری پر نہ ہوگا کہ میرا حق بھی اس سے متعلق رہے' بلکہ یہ ایک آباد گاؤں ہوگا جس سے میرا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی وقت ایک موضع کا ہبہ نامہ مع مویشیوں کے ان کے نام لکھ دیا اور وہ گاؤں ایک عرصہ تک میمون بن لبنہ کے خاندان میں وراثتاً آتا رہا۔ اس سے ارطباس کی دلی سخاوت اور داد و دہش کا پتہ چلتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ شامی عربوں میں جمیل نام کا ایک جاہل سردار تھا۔ اس کو ارطباس کے اس حسن اخلاق پر نہایت تعجب ہوا' حالانکہ یہ کوئی باعث تعجب بات نہ تھی۔ ارطباس ایک شاہی خاندان کا شہزادہ تھا اور شہزادوں کو تو حسن اخلاق کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر کچھ خاندانی روایات بھی ہوتی ہیں' لیکن جہلاء یا وہ لوگ جو حسن اخلاق سے خود عاری ہوں ان کو تعجب ایک قدرتی بات ہے۔ اس جاہل شامی نے گستاخی کے انداز میں کہا کہ ہم آپ کے پاس آتے ہیں' مگر آپ اس سے زیادہ ہماری عزت نہیں کرتے کہ ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کی عزت دے دیں۔ اور یہ سائل آپ کے پاس آیا اور آپ اس سے اس قسم کے حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اس کی بات سن کر اور بات کے لہجے کو دیکھ کر ارطباس نے کہا:

''تم ادب شناس نہیں ہو' تمہارا احترام میں صرف دنیوی حیثیت سے کرتا ہوں کہ تمہارا تعلق حکمران طبقہ سے ہے' لیکن میمون کی میں نے اس لیے عزت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افزائی کی کہ اللہ کی مخلوق اس کی عزت کرتی ہے اور وہ ایک خدارسیدہ شخصیت ہے' اور سیدنا مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کی مخلوق میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرتا ہے''۔

پھر ان سرداروں نے جب اس کے سامنے اپنا دست سوال دراز کیا اور دنیا کے بارہ میں اس سے کچھ طلب کیا تو اس نے ان سے کہا:

''تم اہل دنیا میں سے ہو' تم لوگ تھوڑے پر راضی نہیں ہو سکتے۔ تمہارے لیے دس دس گاؤں نذر کرتا ہوں''۔

یہ ایک کتنا بڑا عطیہ اور سخاوت کا کتنا بڑا مظاہرہ تھا جو اس نے کیا کہ کمال سیرچشمی میں صرف ایک مجلس میں سو مواضعات ان سرداروں میں تقسیم کر دیے۔

ارطباس شاہی عتاب میں

ارطباس نہایت اچھے طریقے سے اپنی زندگی کے دن گزار رہا تھا کہ عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں اس کے تعلقات حکومت سے کچھ اچھے نہ رہے اور وہ شاہی عتاب میں آ گیا۔ اگرچہ خلیفہ عبدالرحمٰن الداخل صاحب علم وفضل تھا۔ خود شاعر تھا' خود صاحب عتاب رہا تھا' اور ابن اثیر نے اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

''وہ نہایت فصیح زبان آور' شاعر' بردبار' عالم' ہوش مند' خروج کرنے والوں پر عجلت سے اٹھتا تھا' آرام نہ لیتا تھا' ان تھک تھا' اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا۔ اپنی رایوں پر مصر رہتا تھا' بہادر سخی اور فیاض تھا' اکثر سفید لباس پسند کرتا تھا''۔ (ابن اثیر جلد 6 ص 72)

اس کی نیکی کی بہت سی داستانیں تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔ نفح الطیب میں ہے کہ جب وہ جہاز سے اندلس کی سرزمین پر اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی۔ اس نے یہ کہہ کر شراب کا جام واپس کر دیا کہ:

''مجھے ایسی چیز چاہیے جو عقل کو بڑھائے نہ کہ کم کرے''۔

ایسے ہی ایک اور موقع پر ایک خوبصورت کنیز پیش کی گئی تو اس نے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ دل اور آنکھوں کی طراوت ہے۔ اگر میں اس میں مشغول ہو جاؤں تو اپنے مطلوب و مقصود کو چھوڑ دوں گا۔ اور اگر مطلوب کی فکر میں رہا تو اس کنیز پر ظلم ہوگا' اس لیے تم لوگ اس کو واپس لے جاؤ''۔

مقری کا بیان ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح بیٹھتا تھا' ان کی شکایات سنتا تھا' ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ کھانے کے وقت مجلس میں جتنے لوگ موجود ہوتے سب کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا تھا۔ پھر اس نے ابن حیان کا قول نقل کیا ہے کہ:

''عبدالرحمٰن الداخل بردبار' بہترین علم اور اعلیٰ ذہن والا' پختہ ارادے کا مالک' اپنے عزم کو پورا کرنے والا' عجز سے بے نیاز' جلد کوچ کرنے والا' مستقل حرکت میں رہنے والا' تکلیف پر نہ گھبرانے والا' اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا' ان تھک اور آرام کو پسند نہ کرنے والا' ہر کام کو پورا کرنے والا' بہادر' ہر معاملہ میں غور و فکر کرنے والا' فصیح و بلیغ گفتگو کرنے والا' بلند آواز شاعر' احسان کرنے والا' فیاض اور زبان آور تھا۔ وہ سفید لباس پہنتا اور سفید عمامہ باندھتا تھا اور اس لباس کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کے دوست اور دشمن سب اس سے ڈرتے تھے' لوگوں کے جنازہ کے ساتھ جاتا' جمعہ اور عیدین میں آتا اور امامت خود کراتا تھا' منبر پر اور بڑے اجتماعات میں خطبے دیتا اور لوگوں سے میل جول رکھ کر انہیں اپنی طرف مائل رکھتا تھا''۔

(نفح الطیب جلد 2 ص 68-79' جلد 1 ص 156)

لیکن ان سب باتوں کے باوجود تھا تو بادشاہ' اور بادشاہ لوگ نازک مزاج ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ کسی بات پر تنگ جاتے ہیں اور اس کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ اور بقول شیخ سعدی: ''گاہے بدشنامے خلعت دہند و گاہے بسلامے برنجند''۔ کبھی ان کو برا بھلا بھی کہا جائے تو انعام و اکرام کی بارش برسا دیتے ہیں اور کبھی سلام کرنے پر رنجیدہ ہو کر تختۂ دار پر لٹکا دیتے ہیں۔ اس کے بارہ میں مقری ہی نے نقل کیا ہے کہ جب وہ قبائل بربر میں روپوش تھا تو ایک نازک موقع پر ایک بربری عورت نے اس کو اپنے دامن میں پناہ دی تھی۔ جب یہ تخت پر بیٹھا تو وہ اندلس آئی اور عبدالرحمٰن سے ملی۔ عبدالرحمٰن نے از راہ مزاح کہا:

''جب میں تیرے دامن میں روپوش تھا تو اس وقت سخت بدبو آ رہی تھی''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عورت نے برجستہ جواب دیا:

''اے امیر! وہ خود تیری بدبوتھی' پریشانی میں تجھ کو اپنی خبر نہیں ہوئی''۔

یہ جواب سن کر وہ کچھ نہیں بولا' ہوسکتا ہے کہ پسند نہ آیا ہو لیکن اس نے پھر کبھی اس عورت کو اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔

اسی طرح ارطباس اگرچہ نہایت خوش خلق تھا لیکن کسی وجہ سے عبدالرحمٰن الداخل سے اس کے تعلقات خوشگوار اور اچھے نہ ہو سکے۔ اس کا سبب عبدالرحمٰن الداخل اور سارہ کے دیرینہ تعلقات بھی ہو سکتے ہیں کیوں کہ عبدالرحمٰن سارہ کا بڑا احترام کرتا تھا اور وہ اس کی گھریلو زندگی میں بھی دخل انداز تھی' اور ظاہر ہے کہ سارہ اور ارطباس کے تعلقات خاندانی نزاع کی وجہ سے کشیدہ تھے اور اپنی جاگیر کا قبضہ لینے کے لیے اسے دمشق جانا پڑا اور کارکنان اقتدار کے ذریعہ اس نے قبضہ حاصل کیا۔ سارہ کی آمدورفت شاہی محل میں اکثر وبیشتر ہوتی تھی' لہٰذا ارطباس کے دل میں بدگمانی پیدا ہونے کے قوی امکانات تھے کہ عبدالرحمٰن الداخل شاید سارہ کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن الداخل کسی فوجی مہم سے واپس آ رہا تھا کہ اس نے ارطباس کے خیمہ کے اردگرد قیمتی تحائف کا انبار لگا ہوا دیکھا۔ عبدالرحمٰن یہ انبار دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور اس نے ارطباس کی جاگیروں کی ضبطی کا حکم دے دیا کیوں کہ یہ شاہی مزاج لوگ کسی بات میں اپنا مدمقابل نہیں دیکھ سکتے۔ اس ضبطی کے حکم کے بعد اس کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ وہ عبدالرحمٰن سے اپنی جاگیروں کی واگزاری کی درخواست کرے۔ یہ اس کی عزت نفس کے خلاف تھا۔ چنانچہ وہ نہایت خاموشی سے اپنے بھتیجوں کے پاس چلا گیا اور انہیں کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گزارنے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد ارطباس قرطبہ آیا۔ یہ عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ یہ قصر شاہی میں عبدالرحمٰن سے ملنے کے لیے گیا۔ اگرچہ یہ اس زمانہ میں شاہی عتاب میں تھا' لیکن اس نے اپنی شاہانہ خودداری قائم رکھی۔ آخر یہ بھی شہزادہ تھا اور شاہی خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ شہزادگی اور شاہی کی ہوا دماغ سے نہیں نکلتی۔ اس نے حاجب کو بلا کر طنزیہ پیغام بھیجا کہ میں ''امیر المومنین عبدالرحمٰن'' سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان سے رخصتی سلام عرض کرلوں۔ دربان نے عبدالرحمٰن کو ارطباس کا پیغام دیا تو عبدالرحمٰن نے اسے دربار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی میں بلا بھیجا۔ چنانچہ ارطباس کی ہیئت کذائی اب پہلے جیسی نہ تھی کیوں کہ اس کی جاگیر خلیفہ نے ضبط کر لی ہوئی تھی۔ آمدن کا اور کوئی خاص ذریعہ نہ تھا۔ جو کچھ پاس تھا وہ جود وسخا کی عادت کی نذر ہو گیا تھا کیوں کہ ایک سخی ناداری اور قلاشی میں بھی سخی اور صاحب جود وسخا ہی رہتا ہے۔ مال و دولت کی کمی بیشی ان کی جود وسخا کی عادت کو تبدیل نہیں کر سکتی' لہٰذا اس میں وہ پہلے والا شاہانہ کروفر نہ تھا۔ کپڑے بھی اس طرح کے نہیں پہنے ہوئے تھے جس طرح وہ پہلے پہنا کرتا تھا۔ اس کی ہیئت کذائی سے بدحالی اور قلاشی ٹپک رہی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اس کو اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر پوچھا: ''ارطباس! اس حال میں کیسے پہنچے؟ پہلے تو بڑے شاہانہ کروفر ہوا کرتے تھے اور تمہارے خیمے کے باہر تحائف کا ایک انبار لگا رہتا تھا۔ ارطباس کو عبدالرحمٰن کے اس سوال سے اپنے دل کی بات کہنے کا موقع مل گیا' اس لیے اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برجستہ جواب دیا: ''آپ ہی نے تو مجھے اس حال کو پہنچایا ہے کیوں آپ میرے اور میری جاگیروں کے درمیان حائل ہو گئے ہیں' اور ان تمام معاہدات کو جن کو آپ کے آباء و اجداد نے کیا تھا' میرے کسی قصور اور جرم کی پاداش کے بغیر یک قلم توڑ دیے۔ عبدالرحمٰن اس جواب سے کچھ پریشان سا ہو گیا' لہٰذا اس نے بات بدل کر طنزیہ لہجہ میں کہا: ''تم تو اس وقت مجھ سے رخصت ہونے کے لیے آئے ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو روم جانا ہے؟'' ارطباس جواب سے کب چوکنے والا تھا' اس نے برجستہ جواب دیا: ''نہیں تو' مجھ کو یہ پتہ چلا ہے کہ آپ شام جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں''۔ عبدالرحمٰن نے اس کے جواب میں کہا: ''مجھے یہاں سے کون نکال سکتا ہے کہ میں شام جاؤں' وہاں سے تو میں بزور شمشیر نکالا جا چکا ہوں''۔ ارطباس نے کہا: ''عالی جاہ! آپ اس مقام پر جہاں کہ آپ اس وقت موجود ہیں' کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ جائیں یا پھر اسی طرح اس کو واپس لے لیا جائے جیسے کہ آپ نے اس کو لیا ہے''۔ عبدالرحمٰن الداخل نے کہا: ''بالکل نہیں' بخدا! میرا اس کے سوا کوئی ارادہ نہیں کہ اس کو اپنے یا اپنی اولاد کے لیے مستحکم کر جاؤں''۔ عبدالرحمٰن کے منہ سے یہ بات سن کر ارطباس نے نہایت صفائی سے کہا: ''امیر المؤمنین! پھر اپنے طرز عمل پر غور کریں اور اس کا جائزہ لیں''۔ پھر اس نے اس کے بعد مختلف قسم کے واقعات خیالات اور جذبات عبدالرحمٰن الداخل کے سامنے بیان کیے جو اس وقت عبدالرحمٰن کی ذات اور اس کے طرز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے بارہ میں لوگوں میں پھیل رہے تھے اور پیدا ہو رہے تھے۔ عبدالرحمٰن ایک نہایت سمجھ دار' جہان دیدہ اور دانش ور شخص تھا۔ اس نے ارطباس کی باتوں پر غور وخوض کرتے ہوئے بجائے اس بات کے کہ ناراض ہوتا' اس نے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ارطباس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بروقت اسے صحیح حالات سے آشنا اور آگاہ کیا۔ اسی خوشی ومسرت میں اس کی تمام جاگیروں کو واگزار کر کے واپس کرنے کا حکم دیا اور پھر نئے سرے سے اسے خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا اور اس کے ساتھ اس کو اندلس کے عہدۂ قماست پر فائز کیا۔ چنانچہ اسلامی حکومت کی طرف سے یہ اندلس میں سب سے پہلا قومس نامزد کیا گیا۔ (افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص26-40)

تاریخ کی کتابوں میں ان کے تیسرے بھائی کے حالات زندگی کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی اس کی اولاد کے حالات کہیں ملتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن نصیر کا اندلس میں ورود

طارق ابن زیاد نے سلطنت اسلامیہ کے نائب رئیس اور گورنر افریقہ موسیٰ بن نصیر کے روکنے کے باوجود اندلس میں اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور اس کی ممانعت کے باوجود اندلس کے کئی شہروں کو اپنی تلوار خاراشگاف سے فتح کر لیا' لیکن اندلس میں طارق کی پیش قدمیوں کا جاری رہنا موسیٰ کو سخت ناپسند تھا کیوں کہ ایک تو یہ اس کی حکم عدولی تھی کہ طارق نے اس کے منع کرنے کے باوجود اندلس کے آخری شمالی اور شمال مغربی علاقوں تک تاخت کی اور کسی جگہ بھی اندلسی فوج نے اس کا منظم ہو کر اور ڈٹ کر مقابلہ نہیں کیا سوائے استجہ کے بقیۃ السیف سپاہیوں کے اور صوبہ مرسیہ میں تھیوڈومر کی فوج کے۔ طارق کی اس پالیسی سے معلوم ہوتا ہے کہ طارق کی یہ کوئی ایسی غلطی نہ تھی جو قابل معافی نہ ہو کیوں کہ جن علاقوں کو طارق نے موسیٰ کی ممانعت کے بعد فتح کیا' وہ علاقے نہایت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گئے۔ دشمن کا جانی اور مالی نقصان ہوا جب کہ مسلمان ان دونوں نقصانوں سے یک قلم محفوظ و مصئون رہے' لیکن موسیٰ بن نصیر ایک عرب جرنیل تھا اور طارق اس کا ماتحت۔ نظام حکومت میں ہر ماتحت کو اپنے اعلیٰ افسر کا حکم ماننا ضروری ہوتا ہے خصوصی طور پر فوجی نظام میں۔ اس وجہ سے طارق اصولی طور پر اپنے افسر کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں ہر معاملہ میں مشورہ کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ ایک فوجی افسر کو بھی اپنے ماتحت افسروں سے مشورہ کر کے حکم صادر کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کیوں کہ ایک افسر خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو' اس کا ایک ہی دماغ ہوتا ہے' اور ایک کے ساتھ جب دوسرا ایک مل جائے تو پھر یہ گیارہ بن جاتے ہیں۔ اس لیے اسلام کی تعلیمات میں ہے کہ ''اپنے امور کو باہمی مشورہ سے طے کرو''۔ اور مشورہ میں اللہ تعالیٰ کی برکت بھی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر موسیٰ نے طارق کے خط کے جواب میں اس کو مزید پیش قدمی سے روک دیا تھا تو طارق کو اسے دلائل سے قائل کرنا چاہیے تھا' خواہ اسے خود ہی افریقہ کیوں نہ جانا پڑتا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ طارق' موسیٰ کو دلائل سے قائل کرنے میں مزید وقت ضائع کرتا جبکہ اس اجنبی ملک میں سوائے اس لشکر کے جو اس کے ساتھ بربروں کا گیا تھا' اور کوئی ان کا حامی نہیں تھا۔ موسیٰ بن نصیر کو ان تمام حالات سے بالکل آشنائی نہیں تھی۔ وہ تو سمندر پار افریقہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ سچ کہا ہے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

مختصر یہ کہ بات کوئی اتنی بڑی نہیں تھی اور حکم عدولی کوئی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ پھر اس حکم عدولی میں طارق کا اپنا کوئی ذاتی فائدہ نہیں تھا بلکہ اس میں ملک و ملّت کا فائدہ تھا' لیکن موسیٰ بن نصیر نے اس حکم عدولی کو بہت زیادہ محسوس کیا اور طارق کی اس آئینی خطا اور غلطی کو معاف نہ کیا۔ چنانچہ اس نے طارق کو سزا دینے اور اندلس کی حکومت کی باگ دوڑ اس کے ہاتھ سے چھیننے کے لیے خود اندلس جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اندلس کی اس فوجی مہم کے لیے اٹھارہ ہزار فوجی اکٹھے کیے جن میں عرب اور بربر قبائل کے مختلف قائدین اور معززین شامل تھے۔ موسیٰ نے افریقہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم بنایا اور خود یہ اٹھارہ ہزار افراد پر مشتمل فوج لے کر افریقہ روانہ ہو گیا۔

موسیٰ بن نصیر کون تھے؟

ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ موسیٰ بن نصیر کون تھے؟ اور افریقہ میں ان کا کیا عہدہ اور مقام تھا؟ مؤرخین نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمٰن بن زید لخمی تابعین میں سے تھے۔ انہوں نے مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا تمیم داریؓ سے کئی روایات حدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کی ہیں۔ بنوامیہ سے ان کا دیرینہ تعلق تھا۔ ان کے والد نصیر بن عبدالرحمنؒ بنوامیہ کے موالی میں سے تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور ان کا تعلق بنولخم سے تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نصیر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جبل جلیل میں گرفتار کیے گئے اور بنوامیہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس وجہ سے یہ موالی میں شمار ہوتے ہیں۔ آزادی کے بعد یہ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دامن سے وابستہ ہو گئے' لیکن سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے باہمی تنازعہ میں یہ غیر جانبدار رہے۔

روایات کے مطابق موسیٰ کی ولادت شام کے ایک گاؤں کفرذی میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت سنہ 19ھ میں ہوئی۔ اس گاؤں میں آپ نے اپنے بچپن اور جوانی کی منزلوں کو طے کیا' اور خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے عہد خلافت میں انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ نہایت ذہین وفطین نوجوان تھے۔ ہر کام کو نہایت محنت سے انجام دیتے۔ ان کی اسی ذہانت وفطانت کی وجہ سے امیر المؤمنین عبدالملک بن مروانؒ نے انہیں بصرہ کا ٹیکس کلکٹر یا خراج وصول کرنے کا افسر مقرر کیا۔ اس منصب کو آپؒ نے نہایت محنت اور دلی لگن سے ادا کیا اور اپنی محنت اور کوشش سے روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ بالآخر سنہ 87ھ میں افریقہ اور بلاد مغرب کے گورنر بنا دیے گئے۔ اپنی گورنرشپ میں آپ نے اپنی اور اپنے لڑکوں عبداللہ اور عبدالعزیز کی قیادت میں افریقہ اور بلاد مغرب کے بہت بڑے علاقہ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بربر قوم ابتداء ہی سے کچھ سرکش واقع ہوئی تھی لیکن تمام بربر قبائل کو اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ جو علاقے انہوں نے فتح کیے اس کے مختلف حصوں پر اپنے منتظم اور حاکم مقرر کیے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں طارق بن زیاد کو طنجہ کا حاکم اور والی مقرر کیا۔ طارق نے اپنی حسن کارکردگی سے موسیٰ بن نصیر کے دل میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا' اور موسیٰ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ طارق بھی اپنے دل وجان سے موسیٰ سے محبت کرتے تھے اور ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ ہر معاملہ میں ان کی اطاعت اور ان کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ چنانچہ جب سنہ 91ھ میں کاؤنٹ جولین کے کہنے پر اندلس کی مہم درپیش ہوئی تو طارق بن زیاد کو اپنا نہایت قابل اعتماد آدمی سمجھتے ہوئے اور اس مہم کے لیے موزوں ترین شخص خیال کرتے ہوئے سات ہزار بربر قبائل پر مشتمل لشکر ان کی قیادت میں اندلس روانہ کیا۔ اندلس روانہ کرنے سے قبل موسیٰ بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیر نے طارق بن زیاد سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں' طارق نے اپنی حسن کارکردگی سے ان سب امیدوں کو پورا کیا' اور اندلس پہنچنے کے تھوڑا عرصہ بعد انہوں نے گوڈالیٹ کی جنگ میں راڈرک کو ایک عبرتناک شکست دی۔ راڈرک خود تو مارا گیا لیکن اس کی فوج تشتت و انتشار کا شکار ہوگئی اور پھر اسے کوئی ایسا قائد نہ ملا جو اس فوج کو اکٹھا کر کے طارق کا کسی اور میدان میں مقابلہ کر سکے۔ طارق اندلسی فوج کے اس انتشار سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے' لیکن ان سے ایک غلطی یہ ہوگئی کہ وہ موسیٰ بن نصیر کو اپنی پیش قدمی کے بارہ میں مطلع کر بیٹھے۔ معلوم نہیں موسیٰ نے کس خیال سے انہیں مزید پیش قدمی سے روک دیا' لیکن حالات کے تقاضا کے تحت طارق نے اپنے امیر کے اس حکم کی نافرمانی کی اور اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ یہ پیش قدمی موسیٰ بن نصیر کے منشا اور مرضی کے مطابق نہ تھی' لیکن طارق نے حکم عدولی کر کے اندلس کے آخری شمالی اور شمال مغربی علاقوں تک اپنے حملے جاری رکھے اور ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا۔

کچھ تو طارق بن زیاد کو اس کی حکم عدولی کی سزا دینے کے لیے اور کچھ وہاں کے حالات سے آشنائی حاصل کر کے باقی ماندہ اندلس کو فتح اور فتح کے راستہ کی تمام مزاحمتوں کو دور کرنے کے لیے موسیٰ بن نصیر اٹھارہ ہزار فوجیوں پر مشتمل لشکر کو ساتھ لے کر اندلس میں جزیرہ خضراء کے پاس ایک پہاڑی کے قریب لنگر انداز ہوئے۔ یہ پہاڑی جبل موسیٰ کے نام سے موسوم کی گئی۔ کچھ روز یہاں ٹھہرنے کے بعد وہ جزیرۂ خضراء میں آئے۔ اس سفر میں کاؤنٹ جولین آپ کے ہمراہ تھا اور اہم مسائل میں ان کا مشیر خاص تھا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے موسیٰ بن نصیر کو اندلس آنے کی دعوت دی تھی اور اس کی اس دعوت کے جواب میں موسیٰ نے طارق بن زیاد کو بھیجا تھا اور اب موسیٰ خود اس کی دعوت کے جواب میں آ گئے تھے' اس وجہ سے جولین موسیٰ کے اہم مشیروں میں سے تھا کیوں کہ اس کی مشاورت ابھی تک مسلمانوں کے لیے اہم کامیابیوں کا زینہ رہی تھی۔ طارق بن زیاد نے جتنا علاقہ اندلس کا ابھی تک فتح کیا تھا اس میں بھی اکثر و بیشتر اسی جولین کے مشوروں کو دخل تھا۔

اس سے قبل جب طارق بن زیاد اندلس کی سرزمین پر اترا تو اس کی سب سے پہلی بڑی جنگ گوڈالیٹ کے میدان میں راڈرک کے ساتھ ہوئی جو ایک لاکھ فوج کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدان میں اترا ہوا تھا۔ راڈرک کو شکست ہوئی اور بارہ ہزار فوج مظفر و منصور ہو کر میدان سے لوٹی۔ اب موسیٰ بن نصیر جب اندلس میں وارد ہوا تو اس کے پاس اٹھارہ ہزار آزمودہ کار اور جرأت مند سپاہی تھے۔ یہ اسی لیے آئے تھے تا کہ اپنی تجربہ کاری اور بہادری کے جوہر دکھائیں۔ لیکن اب راڈرک تو کام آچکا تھا۔ اس کی فوج شرم ناک اور عبرت ناک شکست کی وجہ سے تتر بتر ہو چکی تھی۔ اب اس اٹھارہ ہزار کے لشکر کو کسی نئے میدان کی تلاش تھی۔ خود موسیٰ بن نصیر بھی دنیا کا ایک بہترین جرنیل تھا۔ اس کی بہادری اور جرأت کے چرچے افریقہ اور مسلم دنیا کے اور علاقوں میں زبان زد عام و خاص تھے۔ اندلس میں تو وہ پہلی دفعہ وارد ہوا تھا۔ اس کا حوصلہ نہایت بلند تھا۔ اس کی بڑی خواہش اور تمنا تھی کہ وہ اندلس میں بھی اسی طرح کا کوئی کارنامہ سرانجام دے جس طرح کے کارنامے وہ دوسری دنیا میں سرانجام دیتا رہا ہے۔ اور یہاں وہ اپنی فتوحات کو اس طرح اور اس قدر وسعت دے کہ وہ اندلس سے قسطنطنیہ ہو کر ارض شام میں داخل ہوسکیں۔ اس کی خواہش تھی کہ نہ صرف اندلس بلکہ فرانس سے ترکی تک کا پورا علاقہ اس کی فتوحات کی آماجگاہ ہو۔ کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ وہ دارالخلافہ دمشق کو خشکی کے راستہ اندلس سے ملا دے۔ اس کی یہ خواہش اور امید بڑی اچھی اور حوصلہ افزا تھی' لیکن اس کو بروئے کار لانے کے لیے چند باتیں نہایت ضروری تھیں۔ ایک تو اندلس کے عیسائیوں کو آسان شرطوں پر مطیع و منقاد کر کے سرزمین اندلس میں امن و امان کی فضا قائم کرنا اور انہیں اپنا ہمنوا بنا کر اسلامی فتوحات کے دائرہ کو وسعت دینا اور اس طریقہ سے مفتوحہ ممالک اور علاقوں میں اسلامی آبادیاں قائم کرنا تا کہ بغاوت اور سرکشی کا خطرہ نہ رہے۔ اس طریقہ سے اندلس سے دمشق تک کا علاقہ سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی بن جائے اور اس پورے علاقہ میں امن و امان کی ایک ایسی فضا قائم ہو کہ کسی سفر کرنے والے کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے کام کے لیے اور اس ذہنی نقشہ کو عملی شکل میں لانے کے لیے امیر المؤمنین کی منظوری کی ضرورت تھی۔ آخری احکام اور اجازت خلیفۂ وقت کی تھی۔ موسیٰ تو اس کے ایک علاقے کا گورنر تھا' اس لیے موسیٰ نے اپنی مفصل تجویز اور اس کے اہم نتائج لکھ کر ایک قاصد کے ذریعہ دمشق بھیج دی اور خود اندلس میں اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

طارق بن زیاد ان دنوں طلیطلہ میں تھے' لیکن موسیٰ بن نصیر نے وہاں جانا پسند نہ کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ وہ طارق سے دلی طور پر ناراض تھے اور ناراضگی کی وجہ طارق کی حکم عدولی تھی۔ بات معمولی تھی لیکن موسیٰ نے اس کو کچھ زیادہ محسوس کر لیا تھا۔ تاریخ میں صرف اتنا ہی ہے کہ وادی لکہ کے معرکہ سے پہلے طارق بن زیاد نے موسیٰ بن نصیر کو اندلسیوں کی یورش کی اطلاع دی اور امداد طلب کی۔ ان کی اطلاع کے الفاظ کچھ یہ تھے کہ ''اندلسی ہر سمت سے امنڈ آئے ہیں' اور مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے''۔ اس اطلاع پر موسیٰ نے فوراً پانچ ہزار فوج روانہ کر دی تھی لیکن معرکہ کی اہمیت کے خیال سے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ''میں عنقریب پہنچتا ہوں' بغیر میرے آئے ہوئے آگے بڑھنے کا قصد نہ کرنا''۔ (الامۃ والسیاسۃ جلد 2 ص 60 نفح الطیب جلد 1 ص 126) لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ طارق اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اپنی نیت کی کسی خرابی کی وجہ سے انہوں نے حکم عدولی نہیں کی تھی۔ موسیٰ بن نصیر جونہی اندلس پہنچے تو اگرچہ جولین ان کا دلیل راہ تھا اور وہ ہر بات میں ان کو صحیح مشورہ دیتا' مگر موسیٰ بن نصیر ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے کیوں کہ ایک طرف وہ طارق سے خوش نہ تھے' ایک تو ان کی حکم عدولی کی وجہ سے اور دوسرے انہوں نے فتوحات اور مال غنیمت کے حصول میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا' وہ موسیٰ کے پلان کے خلاف تھا جس پلان کے تحت وہ اس علاقہ میں پیش قدمی کرنا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ ان کی ذہنی کھنچاؤ (Tension) کی یہ تھی کہ وہ دارالخلافہ کی منظوری کے بغیر اپنی پیش قدمی جاری نہیں کر سکتے تھے' اس لیے وہ ایک انتظار کی حالت میں تھے اور انتظار کی حالت بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حالت میں وہ طارق بن زیاد سے بھی ملنا نہیں چاہتے تھے کیوں کہ ان کی طرف ان کا دل صاف نہ تھا۔ اس کشمکش اور انتظار میں وہ نہ تو طلیطلہ گئے اور نہ کسی اور جگہ' بلکہ یہ سارا وقت انہوں نے مغربی اندلس میں گزارا' کچھ اس لیے بھی کہ اس علاقہ میں ان کی فوجی مہمات کے لیے وسیع میدان موجود تھا اور ان کی خواہش تھی کہ میں خود اندلس میں وسیع پیمانہ پر فتوحات کا سلسلہ جاری کروں۔ چنانچہ انہوں نے جولین کے مشورہ سے طارق کے مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ کر غیر مفتوحہ علاقوں کا رخ کیا' اور اس سلسلہ میں جنوبی اندلس کے کچھ شہروں کی باری پہلے آئی جن کو طارق بن زیاد پہلے فتح کر چکے تھے' لیکن بعد میں اہل شہر کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے اب اس کے قبضہ میں نہ تھے۔ چنانچہ موسیٰ نے جولین کے آدمیوں کے مشورہ سے سب سے پہلے شذونہ کو فتح کیا اور یہ علاقہ مستقل طور پر اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرمونہ کی فتح

قرمونہ اشبیلیہ سے مشرق کی جانب 25 میل کے فاصلہ پر اندلس کا ایک مشہور اور اہم شہر تھا جس کی آبادی آج کل 26 ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ قدیم رومی شہر کارمو (Carmo) ہے' لیکن اس کا نام فینیقی لفظ کرم (تاکستان) سے ماخوذ نہیں سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض تخیل پسند استقاقیوں نے کیا۔ بلندی پر واقع ایک مستحکم قلعے کی حیثیت سے' جہاں سے وسیع میدانوں پر زد پڑتی تھی' اسے عہد قیصر میں ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ چنانچہ بعد میں اسے اپنے سکے مضروب کرنے کا حق بھی مل گیا۔ یہ شہر استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے تمام اندلس میں مشہور تھا اور اس کی فتح کوئی آسان نہ تھی بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔ شہر کی مضبوطی کے علاوہ یہاں عیسائیوں نے بڑی فوج جمع کر رکھی تھی۔ اگر شہر پر حملہ کیا جاتا تو کئی ماہ تک اس کا محاصرہ کرنا پڑتا کیوں کہ فصیل مضبوط تھی اور شہر میں سامان خورد و نوش وافر مقدار میں موجود تھا' لہٰذا محاصرہ طوالت اختیار کر سکتا تھا۔ کاؤنٹ جولین کے آدمیوں نے جو موسیٰ کی راہ نمائی اور جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے تھے' انہوں نے اس شہر کو فتح کرنے کی ایک تدبیر کی جس سے یہ شہر آسانی سے فتح ہو گیا۔ انہوں نے قرمونہ جا کر اپنے کو شکست خوردہ اندلسی ظاہر کیا۔ اہل قرمونہ نے ان پر ترس کھا کر انہیں پناہ دے دی۔ اب باہر موسیٰ کی فوج کھڑی تھی اور شہر کے دروازے اہل شہر نے بند کیے ہوئے تھے۔ جولین کے ان آدمیوں نے رات کو شہر پناہ کے پھاٹک کھول دیے۔ باہر موسیٰ اور اس کے فوجی پہلے ہی اس انتظار میں تھے۔ وہ پھاٹک کھلتے ہی شہر میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کا بغیر کشت و خون کے نہایت آسانی کے ساتھ شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اور ایک ممتاز شہر مسلمانوں کے زیر نگین ہو گیا۔ (نفح الطیب جلد 1 ص 126)

اشبیلیہ کی فتح

اشبیلیہ (Seville) اندلس کا ایک بڑا مشہور شہر تھا۔ اسی نام کے صوبے کا صدر مقام بھی ہے۔ یہ گاتھ خاندان سے قبل اندلس کا پایۂ تخت تھا۔ سطح سمندر سے اوسطاً پینتالیس فٹ کی بلندی پر ایک وسیع و عریض میدان میں دریائے وادی الکبیر کے بائیں کنارے پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہے جو اسے طریانہ کے مضافات سے الگ کرتا ہے۔ اشبیلیہ کا صوبہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں وادی الکبیر کی ساری نشیبی وادی پر مشتمل تھا اور نہایت ہی خوشحال علاقے میں تھا' جسے یہ دریائے اعظم سیراب کرتا تھا۔ مشرق کی طرف جبل الارک اور قادس تک اور مغرب کی سمت آنہ کی وادی تک پھیلا ہوا تھا۔ پایۂ تخت کے قریب ترین نواح میں جبل الشرف کی ڈھلانیں خاص مورد بخشائش ہیں۔ مسلمانوں کے عہد حکومت میں انجیر اور زیتون کے باغات اپنے پھلوں کے لیے سارے اسلامی اندلس میں مشہور تھے۔ عرب جغرافیا نویس اس ملک کی قدرتی دولت و ثروت کی فراوانی پر حیرت و استعجاب کے اظہار میں نہیں تھکتے۔ تمام جزیرہ نما میں صرف یہی ایک ضلع تھا جہاں کپاس پیدا ہوتی تھی جس کی برآمد بڑی اہم تھی' دوسری مخصوص پیداواریں زعفران اور نیشکر تھے۔ ملک کی آبادی نہایت گنجان تھی۔ الادریسی کے بیان کے مطابق کم از کم آٹھ ہزار گاؤں کسب معاش کے لیے پایۂ تخت کے مرہون منت تھے۔

سنہ 94ھ/ سنہ 712ء کا موسم بہار تھا جب شذونہ اور قرمونہ کی تسخیر کے بعد موسیٰ بن نصیر نے اشبیلیہ کا رخ کیا۔ یہ شہر مستحکم قلعہ بندیوں سے محفوظ تھا اور اس کی شاندار عمارتوں میں امراء اور عمائدین حکومت سکونت پذیر تھے۔ اس وجہ سے یہاں کے کلیسا کو بھی سارے اندلس میں ایک مرکزی عظمت اور رفعت حاصل تھی۔ موسیٰ سے قبل طارق بن زیاد نے بھی اس پر حملہ کیا تھا لیکن یہاں کے باشندوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی تھی لیکن عملاً اطاعت قبول نہ کی تھی۔ جونہی موسیٰ بن نصیر اشبیلیہ پہنچے اہل شہر' شہر کے پھاٹک بند کر کے محصور ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد مسلمانوں کا اس شہر پر قبضہ ہو گیا۔ تاہم اگر ایک گمنام مصنف کے تذکرے اخبار مجموعہ پر اعتماد کریں جس میں تسخیر شہر کے بارہ میں زیادہ تفصیلی بیان ملتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ شہر کے فتح ہونے میں زیادہ وقت لگا تھا۔ عیسائی آبادی کے ایک حصہ نے باجہ (Beja) میں پناہ لی۔ آخر چند ماہ محاصرہ جاری رہنے کے بعد شہر والوں نے سپر ڈال دی۔ موسیٰ شہر میں فاتح کے طور پر داخل ہوئے اور شہر کی دولت اور املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ بعض تواریخ میں ہے باجہ میں جن لوگوں نے پناہ لی تھی وہ شہر کے رؤسا' امراء اور عمائدین تھے۔ موسیٰ نے مسلمانوں اور یہودیوں کو یہاں آباد کر دیا بلکہ یہودیوں کی ایک خاص بستی یہاں بنائی گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارده کی فتح

اشبیلیہ کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر بطلیوس پہنچے اور اس کے مشہور شہر مارده کا رخ کیا۔ یہ شہر مغربی اندلس کا ایک مشہور شہر ہے اور اپنی قدامت اور عظمت و شان کے لحاظ سے اندلس کا سب سے ممتاز شہر تھا اور یہ بھی ایک زمانہ میں اندلس کا پایۂ تخت رہ چکا تھا' اس لیے یہاں بھی کثرت کے ساتھ قدیم آثار' محلات اور بڑے کلیسے اور پل تھے۔ شہر کے گرد نہایت مضبوط اور سنگین فصیل تھی۔

اہل مارده بڑے بہادر اور جنگ آزما تھے۔ جونہی مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا تو اہل شہر پہلے تو شہر بند ہو گئے' لیکن پھر شاید ان کی بہادری اور جرأت نے انہیں مجبور کیا کہ انہوں نے شہر سے نکل کر بڑی شجاعت اور بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس طرح دونوں طرف سے کئی خون ریز معرکے ہوئے جس میں مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا اور مارده والوں نے انہیں آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہ لوگ روزانہ شہر سے نکل کر لڑتے تھے اور شام کو واپس شہر میں چلے جاتے تھے اور شہر کے دروازے اندر سے بند کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس طرح ایک طویل مدت گزر گئی۔ آخر موسیٰ بن نصیر نے شہر کے قریب عقب میں ایک پہاڑی کمین گاہ تیار کرائی اور اپنی فوج کے ایک حصہ کو وہاں چھپا دیا۔ صبح ہوئی تو حسب معمول مارده کی فوج شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئی اور اسلامی لشکر سے ہر روز کی طرح مقابلہ کرنے لگی۔ ابھی جنگ شروع ہوئے تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ کمین گاہ میں چھپی ہوئی مسلمان فوج غنیم کی فوج پر ٹوٹ پڑی اور ان پر عقب سے حملہ کر دیا۔ مارده کی فوج اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکی اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد قتل ہوئی' چنانچہ اس کی قوت نہایت کمزور ہو گئی اور وہ پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گئی۔ اس کے بعد پھر وہ باہر نہ نکلی اور قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع کیا۔ اہل شہر چونکہ قلعہ کے اندر تھے اس وجہ سے مسلمانوں کی فوج کا ان پر کوئی بس نہ چلتا تھا۔ آخر کار موسیٰ نے لکڑی کا ایک دبابہ (موجودہ زمانے کے ٹینک کی طرح) بنوایا اور اس کی آڑ میں فصیل تک پہنچ گئے' اور پھر اس دبابہ میں بیٹھ کر فصیل میں نقب زنی کرنے لگے۔ لیکن شہر کی فصیل اتنی مضبوط اور سنگین تھی کہ مسلمانوں کے سارے قلعہ شکن آلات بے کار ہو گئے۔ محصورین نے جب دیکھا کہ مسلمان فوج شہر کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصیل کی نقب زنی کر رہی ہے تو وہ بڑی تعداد میں نرغہ کر کے نکل پڑے۔ اہل ماردہ کا یہ حملہ ایسا اچانک تھا اور مسلمان اس حملہ سے بالکل غافل تھے کہ وہ اس حملہ کا پوری طرح جواب نہ دے سکے' اس وجہ سے بہت سے مسلمان اس میں شہید ہو گئے۔ یہ لڑائی ایک برج کے پاس ہو رہی تھی' اس لیے مسلمانوں میں اس برج کا نام ''برج الشہداء'' پڑ گیا۔

اس محاصرہ میں مسلمانوں کا اگرچہ کافی جانی نقصان ہوا' لیکن ان کی ہمت پست نہ ہوئی اور انہوں نے محاصرہ نہ اٹھایا۔ ایک روایت کے مطابق موسیٰ نے اہل ماردہ کو صلح کا پیغام دیا۔ وہ بھی مدافعت کرتے کرتے تھک چکے تھے کیوں کہ محاصرے کو کئی ماہ گزر چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے صلح کے اس پیغام کو غنیمت سمجھا اور مصالحت کے بعد شہر کے دروازے کھول دیے اور شوال سنہ 94ھ میں موسیٰ بن نصیر مصالحانہ ماردہ شہر میں داخل ہو گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ خود شہر والوں نے صلح کا پیغام دیا اور اسلامی لشکر شوال سنہ 94 ھ/ جون سنہ 713ء عید کے روز شہر میں داخل ہوا۔ صلح کی شرطوں کے مطابق شہر کے باہر کے معرکہ میں جس قدر اہل ماردہ مارے گئے یا جو جلیقیہ بھاگ گئے تھے' ان سب کا مال اور کلیسا کی کل دولت اور زیورات مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ باقی دوسرے لوگوں کے مال و دولت سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔

(نفح الطیب جلد 1 ص126-127' مجموعہ اخبار فتح اندلس ص16-18)

اشبیلیہ کی بغاوت

موسیٰ بن نصیر ابھی ماردہ ہی میں تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ اہل اشبیلیہ نے بغاوت کر دی ہے۔ اشبیلیہ کے گردونواح کے دو شہروں لبلہ اور باجہ کے باشندوں سے مل کر اشبیلیہ میں آباد اسّی (80) مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ باقی بھاگ کر ماردہ پہنچے اور موسیٰ کو اس بارہ میں اطلاع دی۔ موسیٰ خود چونکہ ماردہ میں مصروف تھے اس وجہ سے انہوں نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اشبیلیہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ اندلس میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ اس سے پہلے اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ جن یہودیوں کو مسلمانوں نے یہاں آباد کیا تھا' انہوں نے بھی مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کی۔ موسیٰ کے بیٹے عبدالعزیز نے اس شہر کو دوبارہ فتح کر کے سارے باغیوں کا قلع قمع کر دیا' ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مال و متاع اور جائدادیں ضبط کر لیں اور پھر مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ وہ خود اس شہر میں سکونت پذیر ہو گیا۔ جب اس کا والد موسیٰ بن نصیر مشرق کی طرف چلا گیا تو عبدالعزیز اسلامی اندلس کا گورنر بن گیا اور اس نے اشبیلیہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔ وہاں اس نے قوطی بادشاہ راڈرک (Roderick) کی بیوہ اجلونہ (Egilona) سے جسے عام مورخین ایلو اور ام عاصم لکھتے ہیں' شادی کر لی۔ اس نے سینٹ روفینا (St. Rufina) کے قدیم گرجے کو اپنا مستقر بنایا اور اس کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہی مقام تھا جہاں اس کے سپاہیوں نے خلیفہ دمشق سلیمان بن عبدالملک کا اشارہ پا کر اسے رجب سنہ 97ھ/ مارچ سنہ 716ء میں قتل کر دیا۔

لبلہ اور باجہ کی فتح

عبدالعزیز نے صرف اشبیلیہ کی بغاوت ہی فرو نہ کی بلکہ اسے جب پتہ چلا کہ لبلہ اور باجہ کے لوگوں نے بھی اس بغاوت میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے اور اشبیلیہ والوں کی پوری پوری مدد کی ہے تو اس نے ان دونوں شہروں پر بھی فوج کشی کر دی اور ان دونوں شہر کو بھی فتح کر لیا۔ یہاں کے امراء اور عمائدین شہر سے نکال دیے گئے کیونکہ انہوں نے اس بغاوت میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ جن امراء اور عمائد کو شہر سے نکالا گیا ان کے محلات' مکانوں اور جائدادوں کو مسلمانوں کی ملکیت میں دے دیا گیا۔ پھر ماردہ کے گردونواح میں فوج کے دستے بھیجے گئے جنہوں نے گردونواح کا پورا علاقہ فتح کر کے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔

طارق اور موسیٰ بن نصیر کی ملاقات

موسیٰ بن نصیر جب سے اندلس آیا تھا وہ طارق بن زیاد سے نہیں ملا تھا۔ موسیٰ تو طارق سے ناراض تھے۔ وہ شاید ملنا نہیں چاہتے تھے لیکن طارق تو ان کا ماتحت افسر تھا اس کو تو ضرور ملنا چاہیے تھا' لیکن موسیٰ کی اندلس میں آمد کی اطلاع ملنے کے باوجود طارق بھی موسیٰ سے نہ ملے۔ ماردہ فتح کرنے کے بعد ماہ شوال سنہ 94ھ کے آخر میں موسیٰ طلیطلہ روانہ ہو گئے۔ طارق کو جب موسیٰ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے طلیطلہ سے باہر نکل کر طلبیرہ میں پہنچے اور وہاں موسیٰ کا استقبال کیا۔ موسیٰ طارق کی حکم عدولی سے سخت برہم تھا'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ موسیٰ طارق کو دیکھتے ہی برس پڑے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ طارق کی نافرمانی کی پاداش میں اس کو کوڑے بھی لگائے۔ اس سلسلہ میں مؤرخین نے بڑی بے سروپا باتیں لکھی ہیں۔ بعض عیسائی مؤرخین نے طارق کے قید کیے جانے اور پھر اس کے قتل کا ارادہ رکھنے اور دارالخلافہ دمشق سے ان کی رہائی کا پروانہ آجانے کا افسانہ بھی لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے سارے افسانے غلط ہیں۔ زیادہ صحیح روایت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ موسیٰ طارق کو معمولی تنبیہ کے بعد راضی ہو گئے چنانچہ مقری کے الفاظ ہیں:

"اصطلح مع طارق و اظهر الرضا عنه". (نفح الطیب جلد 1 ص 128)

"موسیٰ نے طارق سے صلح کر لی اور اس سے اپنی خوشنودی ظاہر کی"۔

اور ابن اثیر نے لکھا ہے:

"موسیٰ بن نصیر طارق کے پاس گئے۔ طارق نے اسے راضی کیا اور وہ راضی ہو گئے اور طارق کے عذر کو قبول کر لیا"۔ (کامل لابن اثیر جلد 4 ص 456)

علامہ بلاذری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتوح البلدان ص 230)

اور یہی روایت درست بھی ہے کیوں کہ طارق بن زیاد سے کوئی اتنی بڑی غلطی نہیں ہوئی تھی کہ اس پر اس کو اتنی بڑی سزا دی جاتی جیسا کہ عیسائی مؤرخین نے لکھا ہے۔ بہر حال ان دونوں کی یہ پہلی ملاقات خوشگوار رہی اور موسیٰ بن نصیر کے دل میں طارق کے بارہ میں جو رنجش کے جذبات تھے وہ نکل گئے' اور موسیٰ نے انہیں اپنے منصب پر برقرار رکھا اور اندلس کے ہراول دستوں کا قائد بنا دیا اور وہ اپنے سپہ سالاری کے عہدہ پر برقرار رہے۔ طلیطلہ جا کر موسیٰ نے مال غنیمت کا جائزہ لیا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ طلیطلہ کی فتح میں اتنا سونا چاندی اور مختلف قسم کا دوسرا ساز و سامان ملا تھا کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی میں شاہانِ گاتھ کے تاج بھی تھے۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد 2 ص 61)

شمالی اندلس کی فتوحات

طلیطلہ پہنچنے کے بعد موسیٰ نے اندلس کے باقی حصوں پر فوج کشی کے انتظامات کیے اور طارق کو مقدمۃ الجیش کے طور پر شمالی اندلس کی طرف اپنے آگے روانہ کر دیا۔ طارق متعین مقامات پر جاتے اور موسیٰ پورا اسلامی لشکر اس کے پیچھے پیچھے لے کر جاتے اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح نئے نئے شہر اسلامی مملکت کے دائرہ میں داخل ہوتے جاتے۔

تاریخوں میں موسیٰ بن نصیر کے طلیطلہ پہنچنے تک کے واقعات سلسلہ وار ہیں لیکن اس کے بعد کے واقعات کی ترتیب اور تفصیل قائم نہیں رہتی۔ بہر حال دونوں دنیا کے بہترین سپہ سالار آگے پیچھے روانہ ہوئے اور طلیطلہ سے سرقوسہ تک کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ مقری کا بیان ہے کہ اندلسیوں پر مسلمانوں کی اس قدر ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ ان کو روکنے والا اور ان کی پیش قدمی میں کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ طارق بن زیاد جدھر رخ کرتے فتح و کامرانی ان کے ہم رکاب ہوتی تھی۔ اندلسی خود پیش قدمی کر کے مصالحت کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ طارق آگے آگے فتح کرتے جاتے اور موسیٰ پیچھے پیچھے صلح ناموں اور معاہدوں کی تصدیق کرتے جاتے۔ (نفح الطیب جلد 1 ص128)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ یہ ساری مہمات شمالی اندلس کی تھیں۔ موسیٰ نے دربار خلافت میں فتح اندلس کے بارہ میں ایک تجویز منظوری کے لیے بھیجی ہوئی تھی۔ وہ اس کی منظوری کے انتظار میں تھے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ وہ اندلس' فرانس' اطالیہ (اٹلی) یوگوسلاویہ اور بلغاریہ سے گزر کر قسطنطنیہ میں داخل ہو اور پھر یہاں سے اناطولیہ سے گزر کر شام میں آ جائے' ان تمام مہمات میں انہوں نے اپنی اس تجویز کو ذہن میں رکھا۔ چنانچہ مقری نے لکھا ہے:

''اس نے (موسیٰ بن نصیر) نے یہ ارادہ کیا کہ قسطنطنیہ کی طرف سے مشرق (یعنی دمشق) میں آئے اور دروب شام اور دروب اندلس کی طرف بڑھے۔ اور ان دونوں دروب کے درمیان جو عجمی نصرانی قومیں ہیں' ان میں گھس کر ان سے جہاد کرے اور ان کو شکار بنائے یہاں تک کہ دارالخلافہ سے مل جائے''۔

مقری نے ایک اور مقام پر لکھا ہے:

''اور وہ (موسیٰ بن نصیر) یہ امید رکھتا تھا کہ فرنگیوں کے جو شہر باقی رہ گئے ہیں ان کو چیر کر (یعنی فتح کر کے) ارض کبیرہ میں گھس جائے یہاں تک کہ شام تک لوگوں سے مل جائے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ اس سرزمین کو چیر کر اس نے جو شگاف پیدا کر دیا ہے' اس کو ایک وسیع راستہ بنا دے جس پر اہل اندلس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق کی طرف آمدورفت کرنے میں خشکی پر چل سکیں اور سمندر سے ہو کر نہ گزریں''۔ (نفح الطیب جلد 1 ص128' ص131)

موسیٰ نے یہ مہم اپنے اسی نقطۂ نظر سے شروع کی تھی' اس وجہ سے وہ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے غیر معمولی حسن سلوک اور نرمی سے پیش آنا چاہتا تھا تاکہ مفتوحہ شہروں کے لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا نہ ہو اور حسن معاملہ سے ان کو مسلمانوں پر ایسا اعتماد حاصل ہو کہ اسلامی اقتدار ان کو بار محسوس نہ ہو۔ اور ان مفتوحہ علاقوں میں امن و امان قائم رہے' رعایا میں بغاوت کے جذبات پیدا نہ ہوں اور مسلمان نہایت اچھے طریقہ سے ان پر تادیر حکومت کرتے رہیں۔

اس تجویز کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ اندلس سے شام تک کے علاقہ کو جب خشکی کی شاہراہ مل جاتی تو پھر غیر معمولی تمدنی' اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکتے تھے اور اس پورے علاقہ کی اقتصادی حالت بہتر ہوتی کیوں کہ ہر زمانہ ہی میں اقتصادی مضبوطی ملک کی تمدنی ترقی کا باعث رہی ہے۔ چنانچہ موسیٰ نے اس مہم پر روانہ ہونے سے قبل فوج کو چند امور کی تلقین خاص طور پر کی اور اس کی خلاف ورزی پر سنگین سزا مقرر کی۔ وہ امور حسب ذیل ہیں:

۱- جس شہر کو فتح کیا جائے اس کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے۔
۲- حملے فوجی طریقہ کے مطابق ہوں اور صرف ملک گیری کے لیے ہوں۔
۳- مفتوحہ شہروں کے لوگوں کے مذہبی جذبات کا پورا پورا احترام کیا جائے۔
۴- لوٹ مار یا کسی اور کسی قسم کی زیادتی یا ظلم نہ کیا جائے۔
۵- حکم عدولی کی صورت میں مسلمان سپاہیوں کو موت کی سزا دی جائے گی۔

فوج کو ان ہدایات اور ذہن میں اس پلاننگ کو رکھتے ہوئے اسلامی لشکر نے مزید فتوحات کے لیے طلیطلہ سے باہر قدم نکالا اور سرزمین اندلس میں ان کو غیر معمولی آسانی کے ساتھ فتوحات حاصل ہوتی رہیں۔ ان مہمات میں طارق بن زیاد مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے اور موسیٰ بن نصیر اپنی پوری فوج کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے شہر فتح کرتے جا رہے تھے۔ انہوں نے شمالی اندلس کی جانب سے فتوحات شروع کیں اور کسی جگہ بھی کسی منظم جماعت نے ان کا کوئی قابل ذکر مقابلہ نہیں کیا یہاں تک کہ وہ اس صوبہ کے صدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام سرقوسہ (سرقسطہ) تک نہایت آسانی سے پہنچ گئے' اور اس شہر کا بھی محاصرہ کر کے نہایت آسانی سے فتح کر لیا۔ اس شہر کے فتح ہونے کے ساتھ ہی گویا پورا شمالی اندلس مسلمانوں کے زیراقتدار آ گیا۔ یہاں کے گردونواح جو چھوٹے موٹے قلعے تھے ان پر فوجی دستے بھیجے گئے اور ان کے دروازے بغیر کسی مزاحمت کے کھلتے گئے۔ اسی طرح آس پاس کی آبادیوں اور قصبوں کی طرف فوج کشی کی گئی' جب مسلمانوں کے اس فوجی سیلاب کے سامنے اندلس کے بڑے بڑے شہر نہ ٹھہر سکے تو ان چھوٹے شہروں اور قصبوں کی کیا حیثیت تھی کہ وہ مزاحمت کرتے لہٰذا جہاں جہاں مسلمان فوجیں گئیں وہ علاقے آسانی سے فتح ہوتے گئے۔ بلکہ کئی علاقے ایسے تھے جہاں صرف طارق بن زیاد کا مقدمۃ الجیش گیا اور علاقہ اور شہر فتح ہو گیا' موسیٰ کے لشکر کی وہاں ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی۔ بعض شہروں کے رہنے والے طارق بن زیاد یا موسیٰ بن نصیر کے پاس خود مصالحت کے لیے آ گئے اور مسلمانوں کو ان شہروں کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ مسلمانوں نے ان لوگوں کو معقول شرطوں پر امان دے دی۔ طارق جہاں جہاں جو شرطیں لوگوں سے طے کرتے تھے' موسیٰ بن نصیر وہاں پہنچ کر ان شرطوں کی تصدیق کر دیتے تھے۔ اس طریقہ سے شمال مشرقی اندلس کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیرنگین ہو گیا' اور اتنے علاقہ کو فتح کرنے میں زیادہ وقت بھی نہ لگا۔

اس صوبہ کو فتح کرنے کے بعد سرقسطہ کو دارالحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تاسیس نو عمل میں لائی گئی اور اس کا پہلا گورنر عبداللہ بن حنش کو بنایا گیا۔ بہت سے افریقی مسلمانوں کو اس علاقہ میں آباد کیا گیا۔ ان کے ساتھ یہودیوں کی بھی ایک بستی یہاں آباد کی گئی۔ مسلمانوں نے جب اس علاقہ کو فتح کیا اس وقت سے لے کر عبدالرحمٰن الداخل کے یہاں قبضہ کرنے تک یعنی 46 برس تک مختلف گورنر یہاں بھیجے گئے۔ یہ سب گورنرز والی اندلس کے ماتحت ہوتے تھے اور والی اندلس شام کی حکومت کے تحت ہوتا تھا۔ مگر ہر زمانہ میں اور صوبوں کے گورنرز کے مقابلہ میں اس صوبے کے گورنر کو ایک امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

شمال مشرقی اندلس پر قبضہ

شمالی اندلس کے شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد اب ان دونوں جرنیلوں نے اندلس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شمال مشرقی حصہ کی طرف رخ کیا۔ چنانچہ اس علاقہ کے مشہور ساحلی شہر برشلونہ کو فتح کیا۔ یہ شہر بحر متوسط کے ساحل پر فرانس کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ پھر اور آگے بڑھ کر فرانس کی سرحد کے بالکل قریب دریائے روڈونہ تک پہنچ گئے اور ابونہ' حصن انبیون' طرکونہ اور جرندہ کے شہروں کو اسلامی حکومت میں داخل کیا۔ ان مقامات میں بھی مسلمانوں کو بسایا گیا۔ شروع میں یہ علاقہ بھی سرقسطہ کے گورنر کے ماتحت رکھا گیا اور ان شہروں کو صوبہ سرقسطہ کی حدود میں داخل کر دیا گیا۔ اس سے قبل یہ دوسرے صوبہ کی حدود میں تھے۔

جنوبی فرانس کے شہروں پر قبضہ

اندلس کے شہروں کی فتح نے اہل فرانس کو چونکا دیا تھا۔ دوسرے اب مسلمان توجیں حدود فرانس کے بالکل قریب تھیں۔ ادھر مسلمانوں کی بھی فرانس کی طرف نگاہ اٹھی اور موسیٰ بن نصیر نے جو تجویز خلیفۂ اسلام کو لکھ کر دمشق بھیجی ہوئی تھی اس میں بھی فرانس کی فتح شامل تھی۔ چنانچہ شمال مشرقی اندلس کو فتح کر کے موسیٰ بن نصیر نے اب جنوبی فرانس کی طرف پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کی فرانس کی طرف پیش قدمی سے اہل فرانس کو بے چینی اور پریشانی لاحق ہوگئی۔ (یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ عربی تواریخ میں ارض الکبیر اور افرنجہ کا لفظ آیا ہے جس سے مراد جبل البرانس کے اس پار کے تمام یورپین ممالک ہیں' لیکن اس موقع پر اس سے مراد اندلس سے ملا ہوا فرانس کا علاقہ ہے) اہل فرانس کی اس بے چینی کو دیکھ کر وہاں کا بادشاہ قارلہ ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں کی مزاحمت کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمان اس وقت حصن لوڈون تک پہنچ چکے تھے' لیکن ان کے ساتھ کوئی بڑی قوت نہ تھی' اس لیے قارلہ کی فوجوں کی کثرت کا حال سن کر وہ اربونہ واپس چلے گئے اور اس کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوگئے۔

''قارلہ'' غالباً چارلس مائل کی تعریب ہے' اس لیے کہ اس زمانہ میں یہی فرانس کے تخت پر براجمان تھا' لیکن عام تاریخوں کے مطابق چارلس اور مسلمانوں کا پہلا مقابلہ سنہ 114ھ/ سنہ 732ء میں ہوا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت پہلے طارق سے مقابلہ ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قارلہ فرانس کی جنوبی سرحد پر چارلس مائل کوئی صوبے دار یا حاکم رہا ہو۔ بہر حال اتنا یقینی ہے کہ مسلمان فرانس کی حدود میں سب سے پہلے اسی زمانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''قارلہ'' کی شخصیت مشہور رہی ہے اور غالباً یہ ''کارلنگین'' کی تعریب ہے۔

بہرحال مسلمان فوجیں فرانس کی فوجوں کی کثرت دیکھ کر واپس اربونہ آ گئے' لیکن ابھی وہ اربونہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ قارلہ اپنی فوجوں کے ساتھ دفعتاً پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو اس کی نقل و حرکت کی کچھ خبر نہ تھی اور انہیں اس حملہ کی کوئی توقع بھی نہ تھی' لیکن پھر بھی انہوں نے مقابلہ کیا۔ چونکہ مسلمان پہلے سے تیار نہ تھے اور حملہ اچانک ہوا تھا اس وجہ سے بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور کچھ لڑتے بھڑتے نکل گئے اور اربونہ شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ اندلسی فوج نے بڑی سختی سے اربونہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمان بھی جم کر محاصرہ کو توڑنے کی کوشش کرتے رہے اور کبھی کبھی شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہو کر فرانسیسیوں کو تہ تیغ کرتے۔ جب محاصرہ طویل ہوا تو انہیں مسلمانوں کی کمک آ جانے کا خطرہ لاحق ہوا' اس لیے چند دنوں کے بعد قارلہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلا گیا' اور وادی رودنہ میں قلعہ اور چھاؤنیاں قائم کر کے فوجیں متعین کر دیں تاکہ مسلمان فرانس کی حدود کی طرف نہ بڑھ سکیں۔

بعض تواریخ میں ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے جنوبی فرانس کی طرف اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور پہلا حملہ جنوبی فرانس کے مشہور ساحلی شہر اربونہ جس کو انگریزی میں ناربون (Norbonna) کہتے ہیں' پر کیا گیا اور وہ اسلامی قلمرو میں داخل کر لیا گیا۔ پھر اس شہر کو فوجی چھاؤنی بنا کر فرانس کے مختلف شہروں پر حملہ کیا گیا۔ پھر وہ مشرقی فرانس کے مشہور شہر حصن لوذون پہنچے۔ پھر وہاں سے اوینوں کا رخ کیا۔ مسلمان ابھی راستہ ہی میں تھے کہ انہیں اہل اندلس کے ایک بہت بڑے لشکر کے اکٹھا ہونے کی اطلاع ملی' لیکن مسلمان فوج نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور اوینوں کے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس طرح سے مشرقی فرانس کے تین اہم شہر اربونہ' حصن لوذون اور اوینوں مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ مسلمانوں کے فرانس میں داخل ہونے سے عیسائی حکمرانوں میں ہل چل مچ گئی اور وہ نہایت پریشان ہو گئے اور اندلس کی حالت کے پیش نظر فرانس والے ابھی اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگے۔ اس زمانہ میں فرانس میں نوابوں (Counts) کی حکومت ہوتی تھی اور ان نوابوں کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں سے پیپن آف ہرسٹل (Pepin of Heristal) اپنے زور بازو سے مرکزی فرانس کے تخت پر قابض ہو چکا تھا' اور وہی شخص فرانس کے فرمان روا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان کارالنگین (Caralingion) کا بانی تھا' اس کو عرب مؤرخین قارلہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ پپین آف ہرسٹل نے تمام نوابوں کو اکٹھا کر کے فرانس کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تشکیل دیا۔ اس لشکر کے بارہ میں جب مسلمانوں کو اطلاع ملی تو انہیں بہت تشویش ہوئی کیوں کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے پاس بڑی فوج نہ تھی۔ مسلمان اس وقت اوینون میں تھے' لیکن اس شہر کی فصیل اتنی مضبوط اور مستحکم نہ تھی کہ اس شہر میں رہ کر مسلمان اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتے۔ لہذا جرنیلوں کے مشورہ کے بعد انہوں نے اوینون کو چھوڑ کر اربونہ واپس آنے کا فیصلہ کیا کیوں کہ اربونہ کی قلعہ بندی نہایت مضبوط اور سنگین تھی' چنانچہ جب مسلمانوں کا لشکر اوینوں کو چھوڑ کر اربونہ آیا تو اس نے دیکھا کہ فرانسیسی لشکر شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے اور انہوں نے شہر میں داخل ہونے کا راستہ بند کر رکھا ہے۔ مسلمان اس صورت حال سے پریشان ہوئے۔ وہ شہر میں تو داخل نہیں ہو سکتے تھے اس لیے انہوں نے اربونہ کے سامنے ایک پہاڑی کے دامن میں اپنے مورچے بنا لیے۔ پپین (Pepin) دفعتاً حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں کی جنگی پوزیشن مناسب نہ تھی اور دشمن نے ہر طرف سے ان کو گھیرا ہوا تھا اس وجہ سے بہت سے مسلمان شہید ہو گئے' لیکن انہوں نے اپنی ہمت نہ ہاری اور غنیم سے لڑتے بھڑتے کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ان کا بہت بڑا جرأت مندانہ کام تھا۔ شہر میں داخل ہو کر انہوں نے شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ فرانسیسی فوج کو اندر جانے کی جرأت تو نہ ہوئی لیکن پپین نے اربونہ کا بڑی سختی سے محاصرہ کر لیا۔ مسلمان اربونہ کے محاصرہ کو توڑنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے' کبھی شہر سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ آور ہوتے اور ان کو موت کے گھاٹ اتارتے لیکن وہ محاصرہ ان سے نہ ٹوٹا۔ جب محاصرہ لمبا ہو گیا۔ فرانسیسی فوج بھی تنگ آ چکی تھی اور اس کے دلوں پر مسلمان فوج کا قدرتی طور پر کچھ رعب بھی تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ طارق اور موسیٰ کی فوجیں ایک دوسرے سے علیحدہ تھیں اور ہر وقت خطرہ تھا کہ مسلمانوں کو کہیں نہ کہیں سے کمک پہنچ جائے گی جس کی وجہ سے فرانسیسی فوج کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس اندیشہ سے فرانسیسی فوج کچھ عرصہ کے بعد محاصرہ اٹھا کر چلی گئی۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الامامۃ والسیاسۃ' نفح الطیب جلد 1 ص 128' ابن اثیر جلد 4 ص 447 وغیرہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپی حکمرانوں کی مجلس مشاورت

پیپن اربونہ کا محاصرہ ختم کر کے واپس تو آ گیا' لیکن اسے اس بات کی بڑی فکر تھی کہ مسلمانوں نے جس طرح اندلس کے ایک بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے اسی طرح ایک روز وہ فرانس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیں گے اور فرانس کی حدود میں داخل ہو کر وہ دو تین شہر تو پہلے ہی فتح کر چکے ہیں۔ لیکن وہ اکیلا مسلمانوں کے اس حملہ کا سدّ باب نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے پاس مسلمانوں کے مقابلہ کی طاقت تھی۔ اس کی فوج پر مسلمانوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے کترا رہی ہے۔ خود اس کے اپنے دل پر بھی اسلامی فوج کا رعب طاری تھا۔ ان سب چیزوں کے پیش نظر اربونہ کا محاصرہ ختم کر کے جب وہ واپس گیا تو اس نے یورپ کے تمام حکمرانوں کا ایک اجتماع اپنی سرکردگی میں بلایا جس میں یورپ پر اسلامی حملے اور اس سے آئندہ ہونے والے حالات پر غور و فکر کرنے کے لیے کہا گیا۔ تمام حکمرانوں نے آپس میں اس بارہ میں تبادلہ خیال کیا۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ چند ہزار بے سروسامان سپاہیوں کا ایک آبنائے کو عبور کر کے یورپ میں سیلاب کی مانند گھستے چلے آنا اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ لوگ انسان نہیں بلکہ عام انسانوں سے کوئی مافوق مخلوق ہے۔ ان کے پیچھے سمندر ہے اور آگے غنیم لیکن یہ جس عزم و حوصلہ اور جوش و خروش سے بڑھتے رہے' ان کا راستہ روکنا یا ان کی مزاحمت کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا کہ ان کی مزاحمت نہ کی جائے۔ یہ لوگ صرف مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ جب ان کے دامن مال و دولت سے بھر جائیں گے اور ان میں مال و دولت کے حصول میں مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوگا تو اس باہمی آویزش سے ان کی یہ سلطنت جس کو وہ اس جرأت و ہمت سے فتح کر رہے ہیں' ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اس وقت ان کی سلطنت کو ختم کرنا نہایت آسان ہوگا اور پھر یورپ کی سرزمین سے ان کے نام و نشان کو مٹا دینا بھی نہایت آسان ہوگا۔

یورپ کے ان حکمرانوں کی یہ اجتماعی سوچ اور فکر بالکل درست اور صحیح تھی کیوں کہ وہ مال و دولت کی خرابیاں دیکھ رہے تھے۔ مال کے اس جذبۂ مسابقت نے انہیں اس مقام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر پہنچایا تھا کہ چند ہزار اجنبی فوجیوں نے یورپ کے ایک بہت بڑے ملک اندلس پر قبضہ کر لیا اور اب وہ فرانس پر قبضہ کی سوچ رہے تھے۔ انہیں پتہ تھا کہ مال و دولت کی محبت آدمی کو ذلت و خواری کی گہری غار میں لے جاتی ہے' لہٰذا یورپ کے حکمرانوں کی اس مجلس مشاورت نے یورپ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور اثر کے متعلق جو فیصلہ کیا وہ درست تھا اور متفقہ تھا۔ چنانچہ اس فیصلہ کے بموجب آئندہ کی کاروائیاں جاری رہیں۔ اس وجہ سے پپین نے اب یورپ کی عیسائی حکومتوں کے متحدہ جارحانہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا حالانکہ حکمرانوں کی وہ مجلس مشاورت اسی غرض کے لیے بلائی تھی۔ اب اس نے صرف اپنی حکومت کی حدود میں دریائے رول کے کنارے کنارے نہایت مضبوط اور مستحکم فوجی چوکیاں تعمیر کر لیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فرانس کے جتنے شہر مسلمانوں نے فتح کر لیے تھے' اس نے ان کو مسلمانوں کی حکومت کی حدود میں عملی طور پر تسلیم کر لیا۔ آگے چل کر حالات کے نشیب و فراز اور روز و شب کی کروٹوں نے یہ ثابت کر دیا کہ پپین آف ہرسٹل نے سرحد کی تعیین کے لیے جو فوجی چوکیاں تعمیر کیں وہی سرزمین فرانس میں مسلمانوں کا آخری مستقر قرار پائیں اور مستقبل میں مسلمانوں کو ان سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی کیوں کہ دارالخلافت دمشق سے موسیٰ بن نصیر کا وہ پلان جو انہوں نے دربار خلافت میں منظوری کے لیے بھیجا تھا' یک قلم رد ہو گیا تھا۔ جس کا انہیں بہت افسوس تھا کہ مستقبل کے واقعات نے اس کی منظوری نہ دینے کو غلط ثابت کر دیا۔ اگر وہ منظوری مل جاتی تو آج یورپ کے حالات وہ نہ ہوتے جو آج ہیں۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہوتا ہے۔

موسیٰ بن نصیر کی تجویز کا رد ہونا

موسیٰ بن نصیر کی تجویز جو ہمارے خیال میں نہایت اعلیٰ تھی اور قابل عمل بھی' وہ دربار خلافت سے مسترد ہو گئی' اور اس کے مسترد ہونے کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کی اربونہ میں ناکامی بھی تھی جب اس شہر میں مسلمانوں کے شہید ہونے اور غیر معمولی مصائب برداشت کرنے کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات دمشق پہنچیں تو ولید بن عبدالملک خلیفہ مسلمین نہایت پریشان ہوا۔ اس زمانہ میں حالات ایسے نہیں تھے بلکہ اس وقت مسلمانوں کے خون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قدر و قیمت تھی۔ آج تو امریکہ بھی مسلمانوں کو مار رہا ہے، روس بھی مار رہا ہے اور دوسرے غیر مسلم ممالک بھی مار رہے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ خود مسلمان ملک بھی مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ اس زمانہ میں خون مسلم کی اتنی ارزانی نہ تھی جتنی آج ہے۔

اربونہ میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی خبر نے مرکزی حکومت کو پریشان کر دیا۔ چنانچہ خلیفہ مسلمین نے اندلس کی سفارت کے لیے مغیث کو منتخب کیا جو قرطبہ کو فتح کرنے کی مہم انجام دے کر اندلس سے مشرق چلا گیا تھا۔ (نفح الطیب جلد 2 ص 55، ابن اثیر جلد 4 ص 447)

اور اس کو ہدایت کی کہ وہ موسیٰ کو اپنے پلان پر عمل کرنے سے پوری طرح روکے۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی مزید پیش قدمیوں کو روک دے بلکہ اندلس کی حکومت کا انتظام و انصرام کر کے بلاتاخیر دربار خلافت دمشق میں پہنچ جائے۔ ولید بن عبدالملک کو موسیٰ کی کارروائیوں سے یہ بھی شبہ ہوا کہ شاید وہ اس حکم کی تعمیل میں لیت و لعل کرے، اس لیے قاصد کو درپردہ ہدایت کر دی گئی کہ اگر موسیٰ بن نصیر کی طرف سے اس فرمان کی تعمیل میں کوئی تذبذب ظاہر ہو تو وہ عام سپاہیوں کو خود پیش قدمی کرنے سے روک دے اور اپنی حدود میں واپس چلے آنے کی ہدایت کرے۔ اس تاکیدی حکم کے ساتھ مغیث کو واپس اندلس بھیجا گیا اور اس کو جلدی پہنچنے کی تاکید بھی کی گئی۔

ایک عجیب کتبہ کی دریافت

مغیث فرمان خلافت کے مطابق منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا واپس اندلس گیا، لیکن ابھی وہ اندلس پہنچا نہیں تھا کہ فرانس کے میدان میں حملہ آور مسلمانوں کو عربی زبان میں ایک کتبہ ملا جس پر لکھی ہوئی عربی عبارت نے فوج کے اکثر سپاہیوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ وہ کتبہ ایک جگہ نصب کیا ہوا ملا جس پر حسب ذیل عربی عبارت زبان کندہ تھی:

"بنو اسماعیل! یہ تمہاری آخری حد ہے۔ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا"۔

یہ کتبہ ضعیف الاعتقاد بربری قبائل کے ارادوں کو متزلزل کر دینے میں کامیاب ہوا۔

موسیٰ بن نصیر نے جب اپنی فوج کے طور اطوار دیکھے اور انہیں کتبہ کی اس عبارت سے متاثر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے دیکھا تو فرانس کی طرف اس نے پیش قدمی روک دی اور جہاں تک مسلمان فوجیں پہنچ چکی تھیں، اس کو اپنی آخری سرحد قرار دے کر اپنی فوج کا رخ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ صوبہ جلیقیہ کی طرف پھیر دیا۔

کتبہ کی یہ روایت مختلف عربی تواریخ میں موجود ہے۔ اگر یہ روایت درست ہے اور اس کی سند اور موسیٰ کا عمل اس کے صحیح ہونے کی تائید کرتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کہاں سے آیا؟ ہمارے خیال میں یہ ایک منظم سازش کا نتیجہ تھا۔ یا تو فرانس کے بادشاہ نے سرحدی قلعوں کی تعمیر کے وقت مسلمانوں کے عزم و حوصلہ کو پست اور ان کے ارادوں کو پست کرنے کے لیے کسی پادری سے اس کو تیار کرا کے نصب کرایا ہوگا، یا پھر ولید بن عبدالملک کے قاصد مغیث نے ولید کے خفیہ اشارہ کی تعمیل کے لیے یہ کاروائی کی ہو تاکہ فوج کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موسیٰ کو لشکر واپس لے جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ بہرحال جس نے یہ سازش کی وہ اپنی اس سازش میں کامیاب ہو گیا اور موسیٰ کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنی فوج کو فرانس سے ہٹا کر اندلس کی طرف لے آئے۔ ہمارا اپنا زیادہ رجحان یہ ہے کہ یہ شاہ فرانس کی سازش تھی جو کسی عربی دان پادری سے مل کر اس نے کی۔ موسیٰ کی پیش قدمی جلیقیہ کی طرف جاری تھی کہ راستہ میں ولید بن عبدالملک کا قاصد اس سے آ کر ملا، اور خلیفہ مسلمین کا مکتوب زبانی ہدایات کے ساتھ موسیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ موسیٰ خط پڑھ کر سخت پریشان ہوا کیوں کہ اس کے سارے پلان کو اس خط میں مسترد کر دیا گیا تھا، لیکن اس حکم کی وہ نافرمانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف جلیقیہ کی مہم بھی سر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خط پڑھ کر مغیث کو حالات و واقعات کے نشیب و فراز سمجھا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ٹھیر کر جلیقیہ کی مہم کے سر ہونے کا انتظار کرے۔

اسی اثناء میں موسیٰ بن نصیر کو غرناطہ کے علاقہ میں کسی عیسائی قائد کے سر اٹھانے کی اطلاع موصول ہوئی۔ موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالاعلیٰ کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ عبدالاعلیٰ فوری طور پر غرناطہ کے علاقہ میں فوج کا ایک دستہ لے کر گیا۔ اس باغی قائد کو شکست فاش دی اور اسے گرفتار کر کے پابجولاں اپنے ساتھ لایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی صوبوں کی فتوحات

اب موسیٰ کے لیے فرانس کی حدود میں آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ موسیٰ فرانس سے بخط مستقیم مغرب میں چلے اور خلیج بشکلنس کے کنارے کنارے شمال مغربی صوبوں بشکلنس' ستورنس اور جلیقیہ کی طرف بڑھے۔ یہ پورا علاقہ پہاڑی تھا' لہٰذا اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی کہ ان صوبوں میں کون کون سے مقام فتح کیے گئے۔ ابن قتیبہ کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بشکلنس میں بڑے خون ریز معرکے ہوئے اور ہر معرکہ میں کامیابی مسلمانوں کے ہم رکاب رہی۔

استورنس اور جلیقیہ کے بعض حصے بھی فتح ہوئے۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ جلیقیہ والوں نے آگے بڑھ کر اطاعت قبول کر لی تھی۔ بہر حال اس فوج کشی میں پورا شمال مغربی علاقہ مسلمانوں کے زیرنگین ہوگیا اور سب نے جزیہ دے کر اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ اب موسیٰ نے شہر لک میں قیام پذیر ہوکر مختلف اطراف میں اپنے فوجی دستے بھیجے' اور وہ جہاں جہاں گئے وہاں انہیں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہونا پڑا۔ چنانچہ لک کے شمال میں خلیج بسکے کے کنارے صخرۂ بلائی اور اس سے جنوبی گوشہ پر پرتگال کے مشہور شہر بیزو یا بازو کو عرب مؤرخین نے مفتوح شہروں میں دکھایا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شہروں پر حملے کیے جن کے ناموں کی تصریح مؤرخین نے ذکر نہیں کی۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ موسیٰ کا یہ لشکر جہاں جہاں گیا فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے اور عیسائیوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ جن شہروں کو عیسائیوں نے خالی کر دیا تھا وہاں مسلمان عرب اور بربر بسائے گئے اور بعض شہروں میں یہودی بھی آباد کیے گئے۔ ان حملوں میں بے شمار مال و دولت حاصل ہوا' اور لوگوں نے جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر صلح کر لی۔ اس طرح اندلس کا شمال مغربی علاقوں کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرنگین ہوگیا اور وہاں مسلمانوں اور اسلام کے اثرات قائم ہونا شروع ہوگئے۔

دمشق سے ایک اور قاصد کا ورود

بارگاہ خلافت سے پہلے مغیث قاصد بن کر آئے تھے جن کو موسیٰ بن نصیر نے کچھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ کے لیے روک لیا تا کہ وہ اندلس کے شمال مغربی علاقہ کو طارق بن زیاد کی مدد سے فتح کر سکیں۔ چنانچہ مغیث نے ان کی بات مانتے ہوئے توقف کیا اور کچھ عرصہ اندلس میں ٹھہر گئے' لیکن ابھی اس علاقہ میں اسلامی فتوحات کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ بارگاہ خلافت سے ایک اور قاصد ابونصر اندلس آیا' اور موسیٰ بن نصیر سے ملنے کے لیے لک پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت موسیٰ ایک خچر پر سوار تھے۔ قاصد ابونصر نے آ کر ان کے خچر کی لگام پکڑ لی اور دربار خلافت سے فوری واپس آنے کا فرمان پیش کیا۔ موسیٰ نے اس کو بھی وہ کچھ کہا جو انہوں نے مغیث سے کہا تھا۔ مغیث تو ان کی بات مان گیا تھا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے موسیٰ بن نصیر کے پاس ٹھہر گیا اور اس عرصہ میں موسیٰ نے اندلس کا بہت سا شمال مغربی علاقہ فتح کر لیا۔ ادھر بارگاہ خلافت میں مغیث کا انتظار ہو رہا تھا جب وہ کئی ماہ تک واپس نہ گیا تو ابونصر نامی دوسرا قاصد روانہ کیا گیا۔ شاید امیر المؤمنین کی طرف سے اسے یہ تاکید کی گئی ہو کہ موسیٰ کو جلد از جلد دمشق بھیجو۔ اس لیے ابونصر نے موسیٰ کو جب خچر پہ سوار دیکھا تو خچر کی لگام پکڑ کر انہیں فوری واپسی کا فرمان پیش کیا۔ اب تاخیر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا۔ اب موسیٰ مجبور ہو گئے۔ انہوں نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور شمال مغربی مہم کو نامکمل چھوڑ کر دمشق روانگی کے لیے جنوب کی سمت روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف طارق کو موسیٰ نے مشرقی علاقہ کی مہم پر بھیجا تھا۔ وہ اس علاقہ کو فتح کر کے واپس آ رہے تھے کہ ادھر موسیٰ بن نصیر پہاڑی سلسلہ کے ایک درہ سے گزرے اور اس مقام پر طارق کا لشکر ان سے آ ملا اور اس درہ کا نام ''فج موسیٰ'' قرار پایا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کوہ وادی رملہ میں واقع ہے۔ پھر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد دونوں جنوبی اندلس کی جانب روانہ ہو گئے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ بن نصیر کو اندلس کی فتح کو مکمل کرنے کی بڑی تمنا اور خواہش تھی۔ اب جب کہ وہ اس کو نامکمل چھوڑ کر جا رہے تھے تو انہیں اس بات کا سخت قلق اور پریشانی تھی۔ یہ درست ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کو موسیٰ کے اس پلان سے اتفاق نہ تھا جو انہوں نے لکھ کر بذریعہ قاصد ان کے دربار میں بھیجا اور جس کا وہ مہینوں انتظار کرتے رہے' اور جب مہینوں کے انتظار کے بعد اس کا جواب آیا تو وہ نفی میں تھا جس کا انہیں نہایت صدمہ تھا لیکن وہ پھر بھی اپنی کوشش سے اندلس کو فتح کرتے رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ اندلس کے ہر شہر میں وہ اسلامی پرچم لہرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں کیوں کہ اس وقت حالات بہت سازگار تھے۔ مسلمانوں کی ہیبت عیسائیوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ جہاں بھی جاتے اور جس شہر کا رخ بھی کرتے کامیابی ان کے ہم رکاب ہوتی۔ اکثر و بیشتر عیسائی خود ان سے مصالحت کی التجا کرتے اور جہاں انہیں جنگ بھی کرنا پڑی وہاں اتنی سخت جنگ نہ ہوئی جیسی کہ ان کو توقع تھی۔ پھر شاہ فرانس نے جو مشاورت کے لیے یورپ کے بادشاہوں کو اکٹھا کیا تا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے کوئی متحدہ محاذ بنایا جائے' لیکن وہ متحدہ محاذ نہ بن سکا جس مرکزی خیال پر متحد و متفق نہ ہوسکنا تشتت و انتشار کی علامت ہوتا ہے۔ یورپی بادشاہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے پر جب متفق نہ ہوئے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ خیالات کے لحاظ سے آپس میں منتشر ہیں۔ ان میں اتحاد و اتفاق نہیں' اور یہ بات مسلمانوں کے لیے بڑی مفید اور نفع بخش تھی' چنانچہ اس کے بعد مسلمان فوجیں خواہ وہ طارق بن زیاد کی زیر قیادت ہوں یا موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں' جس طرف کا رخ کرتیں فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی فوجوں نے اندلس کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا اور ان کی بہادری اور شجاعت کی داستانیں زبان زد خاص و عام ہوگئیں۔ موسیٰ ابن نصیر کی یہ تمنا تھی کہ ابھی مجھے دربار خلافت سے مزید بلاوا نہ آئے لیکن ابونصر کی شکل میں بلاوا آ گیا اور موسیٰ کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس کی تمام تمنائیں ناتمام رہ گئیں۔ جو حالات اس وقت تھے وہ مسلمانوں کے لیے نہایت سازگار تھے لیکن بعد میں وہ حالات موجود نہ رہے کیوں کہ آگے چل کر اندلس کے عیسائیوں نے اپنی قوت متحد کر کے اور اپنی اجتماعی طاقت بنا کر مسلمانوں کی افواج کے مقابلہ میں تیار ہو گئے۔ اب اندلس کی حالت یہ ہوگئی کہ اگر ایک طرف مسلمانوں کی حکومت تھی تو دوسری طرف عیسائیوں کی حکومت تھی یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کی متوازی حکومتیں بن گئیں اور یہ دونوں مضبوط اور مستحکم تھیں۔ جب موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد اندلس کو فتح کرنا چاہتے تھے اس وقت مسلمانوں کی حکومت متحد اور مضبوط تھی جب کہ عیسائی حکومت تشتت و انتشار کا شکار اور کمزور تھی۔ عیسائیوں کی اجتماعی طاقت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ ان حالات میں اگر اندلس پر مکمل قبضہ کر لیا جاتا تو شاید اندلس کی مستقبل کی تاریخ یہ نہ ہوتی جو ہوئی کہ عیسائی اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کر کے اسلامی حکومت کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور چشم آفتاب نے دیکھا کہ چند صدیوں کے بعد عیسائی حکومت اسلامی حکومت کو ختم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں کامیاب ہوئی' اور دنیا نے وہ وقت بھی دیکھا کہ اندلس پر آٹھ سو سال حکومت کرنے کے باوجود پورے اندلس میں ایک مسلمان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

اندلس دمشق سے بہت دور تھا کہ دمشق کے صاحب اقتدار لوگ اور خلیفہ ولید بن عبدالملک یہاں کے حالات سے بے تعلق بھی تھے اور ناواقف بھی' لہٰذا انہیں صحیح اندازہ نہ ہوسکا جس طرح موسیٰ بن نصیر افریقہ میں رہتے ہوئے اندلس کے حالات سے ناآشنا تھے اسی لیے تو انہوں نے طارق بن زیاد کو اندلس میں پیش قدمی کی اجازت نہیں دی تھی۔ بالکل یہی حالت یہاں تھی۔ ولید بن عبدالملک نے دور ہونے کی وجہ سے اور وہاں کے حالات سے گہری آشنائی نہ رکھنے کے باعث موسیٰ بن نصیر کے پلان کو مسترد کر دیا۔ اور اب ان کو بزور واپس بلایا جا رہا تھا۔ خلیفہ ولید کیا جانتا تھا کہ موسیٰ کے واپس آنے سے اسلامی حکومت اور مسلمانوں کو کس قدر نقصان ہوگا۔ پھر قائدین لشکر کی باہمی مسابقت اور چپقلش اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں سے بھی اندلس کی فتح کی تکمیل نہ ہوسکی' لیکن اس ناکامی اور فتح کی تکمیل نہ ہونے کی ساری ذمہ داری طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر پر نہیں ہے بلکہ دمشق کی مرکزی حکومت پر ہے جس کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں کی وجہ سے اس فتح کی تکمیل نہ ہوسکی۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرنا زیادہ مناسب ہے کہ:

''اگر طارق بن زیاد موسیٰ بن نصیر کی غیر دانشمندانہ مداخلت سے آزاد رہتا' اور موسیٰ بن نصیر کو ولید بن عبدالملک کے احکام کی پابندی نہ ہوتی تو نہ صرف اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی بلکہ یورپ کی دوسری حکومتوں کا نقشہ بھی آج کچھ اور دکھائی دیتا' اور فرانس میں جو صنعتی انقلاب آیا تھا وہ وہاں نہ آتا بلکہ اسلامی حکومت میں آتا اور آج مسلمان دنیا میں اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود یوں امریکی اور یورپی طاقتوں کے مغلوب و مقہور نہ ہوتے بلکہ دنیا میں واحد سپر پاور ہوتے''۔

جب اندلس میں مسلمانوں کی حکومت تھی تو نویں صدی عیسوی تک پادری اور عام دنیا دار عیسائی عربوں کا سا لباس پہنتے تھے۔ اکثر عیسائیوں نے عربی نام رکھ لیے تھے اور ظاہری رسم و رواج میں بھی ایک حد تک اپنے مسلمان ہمسایوں کی تقلید کرتے تھے' مثلاً بہت سے عیسائی ختنہ کراتے تھے اور کھانے پینے کے معاملہ میں بھی انہوں نے مسلمانوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادات اختیار کر لی تھیں۔ رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) لکھتا ہے کہ اس قسم کے مناظر اندلس میں اکثر دیکھنے میں آتے تھے کہ:

''ایک پادری گرجے میں اتوار کے روز خطبہ (Sermon) دے رہا ہوتا اور اس کی عبا پر قرآنی آیات کاڑھی ہوئی ہوتیں''۔ (تشکیل انسانیت ص 249)

ایک اور یورپی دانشور ول ڈیوران لکھتا ہے:

''اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ' عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی..... ان کے جج نہایت قابل تھے۔ عیسائیوں کے فیصلے عیسائی جج کیا کرتے تھے۔ پولیس کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ بازار میں ناپ تول کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ عوام کے لیے عربوں کی حکومت رومیوں کی حکومت کے مقابلہ میں ایک نعمت تھی۔ انہوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کر دی تھیں''۔ (Age of Faith, P.297)

اندلس کے عیسائی جو اندلس کی اسلامی حکومت کے زیرسایہ رہتے تھے اور جنہوں نے عربوں کے رسوم و آداب اختیار کر لیے تھے' مستعرب کہلاتے تھے۔ اس نام سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کا میلان طبع کس طرف تھا۔ عربی زبان نے ملک بھر میں بہت جلد لاطینی کی جگہ لے لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس زبان میں عیسائیوں کا علم دین مدون تھا' اس کو عیسائی رفتہ رفتہ بھولنے لگے اور اس کی طرف سے غفلت اور اعراض برتنے لگے حتیٰ کہ کلیسا کے بعض بلند مرتبہ عہدے دار بھی صحیح لاطینی سے ایسے نابلد ہو گئے کہ ان پر اہل علم کو ہنسی آتی تھی۔ ان حالات میں عوام الناس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس معاملہ میں وہ ارباب کلیسا سے زیادہ سرگرمی دکھائیں گے۔ چنانچہ سنہ 854ء میں اندلس کے ایک مصنف یعنی قرطبہ کے پادری الوارد نے اپنے عیسائی ہم وطنوں پر کڑی نکتہ چینی کی ہے' اور اسلام اور علوم اسلامیہ کی طرف ان کے میلان پر انہیں ندامت اور عار دلائی ہے' اور کہا ہے کہ:

''جب ہم مسلمانوں کے شرعی احکام کی تحقیق کرتے ہیں اور ان کے حکماء کے مطالعہ کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ہم اپنی مقدس کتابوں سے غافل ہو گئے ہیں۔ اب عیسائیوں میں ایسے ذی علم کہاں جو مقدس کتابیں پڑھنے میں انہماک رکھتے ہوں اور لاطینی علمائے دین کی کتابوں پر نگاہ ڈالنے کی پروا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوں؟ ہمارے عیسائی نوجوان جو اطوار کی شستگی اور چرب زبانی سے متصف ہیں' اپنے لباس اور چال ڈھال کی نمائش کرتے ہیں اور مسلمانوں کے علوم میں شہرت رکھتے ہیں۔ وہ عربی بلاغت کے نشے میں سرشار ہیں اور مسلمانوں کی کتابوں کو اٹھائے پھرتے ہیں اور بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ ان پر بحث کرتے ہیں' اور ان کی تعریف وتوصیف میں علم خطابت کے سارے صنائع و بدائع صرف کر دیتے ہیں' اور پھر ان کا خوب چرچا کرتے ہیں' لیکن کلیسا کی کتابوں کی خوبیوں سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ اور کلیسا کے چشموں کو جن کا منبع بہشت ہے' حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ افسوس! عیسائی لوگ اپنی شریعت سے ایسے ناآشنا ہیں اور لاطینی لوگ اپنی زبان سے ایسے بے پروا ہو گئے ہیں کہ تمام عیسائی امت میں ہزار اشخاص میں سے بمشکل ایک شخص ایسا ملے گا جو لاطینی زبان میں اپنے کسی دوست کو مزاج پرسی کا ایک خط بھی لکھ سکے' البتہ ایسے عیسائی بے شمار ہیں جو عربی زبان کے رنگین جملے بڑے طمطراق سے بولتے ہیں' بلکہ وہ ایسی عربی بھی لکھ سکتے ہیں جس کا ہر شعر ردیف کے ایک ہی حرف پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں اس کے حسن خیال کی اعلیٰ پرواز کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے لکھنے میں وہ عربوں سے بھی بڑھ کر وزن اور بحر کی پابندی کرتے ہیں۔ فی الواقع لاطینی زبان کو اندلس کے ایک حصے میں اس قدر تنزل ہوا کہ سپین (اندلس) کے کلیسا کے قدیم قوانین اور بائیبل کو عیسائیوں کے مطالعہ کے لیے عربی میں ترجمہ کرنا پڑا''۔

اندلس میں عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ اتنا گہرا تعلق اور رابطہ تھا اور وہ ان کے ادب (لٹریچر) کا اس ذوق وشوق اور محنت سے مطالعہ کرتے تھے کہ اسلام کے متعصب دشمن بشپ الوارد کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ قرآن حکیم ایسی بلیغ اور دل کش زبان میں لکھا گیا ہے کہ عیسائی بھی اس کو پڑھ کر اس کی تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مختصر یہ کہ اسلام نے عیسائیوں کے عقائد' اخلاق اور تہذیب و معاشرت کو کافی حد تک متاثر کیا اور نومسلموں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ یہ تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی۔

ذرا غور فرمائیں کہ جو کچھ پادری الوارد نے اس زمانہ میں عیسائیوں کے بارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہا کہ یہ اپنی زبان بھول گئے ہیں' اپنا لباس بھول گئے ہیں' اپنے دین کی بنیادی چیزوں کو فراموش کر گئے ہیں اور اپنے دین کے بارہ میں انہیں وہ واقفیت نہیں جو ہونی چاہیے بلکہ اپنی مذہبی کتابوں سے زیادہ انہیں مسلمانوں کی کتابوں سے واقفیت ہے' بالکل یہی حالت آج مسلمانوں کی پوری دنیا میں ہو چکی ہے کہ اپنی زبان سے زیادہ انگریزی بولنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کی ایک زندہ مثال ہمارے سامنے پاکستان کی ہے۔ قائداعظم اور دوسرے مسلم لیگی لیڈروں نے کہا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔ اس بات پر مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا کیوں کہ اسے اردو کا قومی زبان ہونا منظور نہیں تھا اور سب سے پہلے وہ اسی بات پر مغربی پاکستان کے خلاف ہوئے تھے کیوں کہ وہ ٹیگور اور نذر الاسلام کو چھوڑ کر اقبال کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کی قیمت ہمیں یہ ادا کرنا پڑی کہ مشرقی پاکستان ہم سے بغاوت کر کے بنگلہ دیش بن گیا' اور میں نے وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اب صحیح معنوں میں ان کی قومی زبان بنگالی ہے۔ ان کی ہر کتاب بنگالی زبان میں ہے۔ لیکن گزشتہ ستاون سال سے نعرہ تو ہم اردو کے قومی زبان ہونے کا لگاتے ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری بڑی عدالتوں کی ہر بحث انگریزی میں ہوتی' ہر فیصلہ انگریزی میں لکھا جاتا' ہماری اسمبلیوں میں انگریزی بولی جاتی ہے البتہ وہ لوگ اردو میں بات کرتے ہیں جنہیں انگریزی نہیں آتی۔ ہمارے سیمینارز میں انگریزی میں تقریریں ہوتی ہیں یہاں تک کہ ہماری ٹیلی فون ڈائریکٹری تک انگریزی زبان میں ہے۔ اسی طرح انگریزوں کے لباس کو ہم بڑے فخر و مباہات سے پہنتے ہیں' ان کی سی شکل وصورت بنانے' ان کے سے طور طریقے اور رسم و رواج اپنانے میں ہم بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب علامہ ابن خلدون الاندلسی نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

> ''یہ دنیا کا دستور ہے کہ مغلوب قومیں غالب اور فاتح قوم کی ہر شئے اپنانے میں فخر محسوس کرتی ہیں حتیٰ کہ اس کی برائیوں کو بھی اپنے اندر سمونے کو اپنے بڑے ہونے کی علامت سمجھتی ہیں''۔

جب اندلس پر مسلمانوں کا غلبہ تھا تو پورا اندلس ان کے لباس' ان کی زبان اور ان کے طور طریقوں کو اپنانا اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا تھا۔ آج یہ گوری اقوام دنیا میں غالب ہیں اور ان کا مقولہ ہے Dignity is White (عزت سفید رنگ کی ہے) اس وجہ سے دنیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کالی قومیں ان کی زبان' لباس اور طور طریقوں بلکہ رسم و رواج کو اپنانے میں اپنا بڑا ہونا سمجھتی ہیں' حالانکہ بڑائی اخلاق و تہذیب سے ہے نہ کہ زبان و لباس سے۔ اسی بات پر اقبال نے کہا تھا ؎

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

اور اسی بات کا رونا اسد ملتانی نے ان الفاظ میں رویا ہے ؎

کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلمان کی نہیں

یہ جو کچھ آج پوری اسلامی دنیا میں ہو رہا ہے یہ "تخریب خود تعمیر غیر" کے نظریہ کے تحت ہو رہا ہے۔ کبھی یہ مقام دنیا میں مسلمانوں کو حاصل تھا کہ ان کے رسم و رواج' ان کی زبان اور ان کے لباس اور طور طریقوں کو اپنانا غیر قومیں خصوصی طور پر عیسائی دنیا اپنے لیے باعث فخر و مباہات سمجھتی تھی۔ آج معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

بہر حال یہ تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر کچھ اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ بتا یہ رہا تھا کہ ولید بن عبدالملک کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں نے نہ صرف اندلس کی بلکہ پورے یورپ کی سلطنتوں کا نقشہ بدل دیا اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ خلیفہ ولید کو ان دونوں جرنیلوں (طارق اور موسیٰ) کے مشوروں سے اندلس میں فتوحات کی پالیسی بنانی چاہیے تھی نہ کہ ان بزرجمہروں کے مشورہ سے جنہوں نے وہاں کے محاذ اور ان کے ماحول اور فضا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اور اگر خلیفہ ولید نے خود یہ پالیسی بنائی تھی کہ اندلس میں مسلمانوں کی فوجی پیش قدمی کو روک دیا جائے اور موسیٰ بن نصیر کو جو اس محاذ کے لیے ایک موزوں ترین شخص تھا' واپس بلا لیا جائے اور اس کو مختلف ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی جائیں' تو یہ اس کی ایک بہت بڑی حماقت اور اصول جہاں بانی و جہاں گیری بلکہ اسلامی اصولوں سے بھی ناآشنائی تھی۔ بہر حال موسیٰ محاذ جنگ سے واپس طلیطلہ آئے۔ یہاں مال غنیمت کو اکٹھا کیا' پھر یہاں سے اشبیلیہ روانہ ہوئے اور واپسی کے انتظامات میں مصروف ہو گئے اور محاذ جنگ سے ان کی توجہ یک قلم ہٹ گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ کا جانشین عبدالعزیز

اشبیلیہ پہنچ کر موسیٰ بن نصیر نے جہاں واپسی کے انتظامات کیے وہاں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو صوبہ اشبیلیہ کا حکمران مقرر کیا تاکہ اس کی غیر حاضری میں مفتوحہ شہروں کا انتظام ہو سکے۔ گویا اشبیلیہ اندلس میں اسلامی حکومت کا دارالسلطنت تھا۔ اشبیلیہ سمندر کے قریب جتنے شہر واقع تھے ان سب میں سب سے زیادہ مضبوط فصیل کا حامل تھا۔ اور عیسائیوں کے حملہ کی صورت میں یہ سب سے زیادہ محفوظ شہر تھا۔ دوسرے اندلس کی مسلم حکومت کا ہیڈ کوارٹر دراصل افریقہ تھا' اس لیے اس شہر کو دارالحکومت بنانے میں افریقہ سے رسل و رسائل کی آسانیاں بھی حاصل تھیں۔ اس وجہ سے اسلامی حکومت کے لیے اس سے بہتر اور کوئی دارالحکومت نہیں ہو سکتا تھا۔

دمشق میں بلایا تو صرف موسیٰ بن نصیر کو گیا تھا لیکن ایک غلطی یہاں یہ ہوگئی کہ موسیٰ کے ساتھ طارق بن زیاد نے بھی دمشق جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ یہ قصد طارق نے خود کیا ہمارے خیال میں تب بھی غلطی تھی اور اگر موسیٰ بن نصیر اس کو اپنی مرضی سے ساتھ لے گئے تب بھی یہ فیصلہ غلط تھا۔ اگر موسیٰ واپس مشرق جا رہے تھے تو طارق کو ضرور اندلس میں رہنا چاہیے تھا۔ اس سے ایک تو مزید فتوحات ہوتیں اور دوسرے عبدالعزیز کو طارق بن زیاد کی شکل میں ایک مضبوط سہارا ملتا۔ بہر حال موسیٰ کے ساتھ طارق نے بھی دربار خلافت میں جانے کا ارادہ کر لیا۔ اب اندلس میں سیاہ و سفید کا مالک موسیٰ بن نصیر کا بیٹا عبدالعزیز تھا۔

موسیٰ اور طارق کے کارنامے

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد دونوں ذی الحجہ سنہ 95ھ میں اندلس سے دمشق (شام) کے لیے روانہ ہوئے۔ اندلس میں طارق کا قیام تین سال چار ماہ اور موسیٰ بن نصیر کا قیام دو سال چار ماہ رہا۔ اس قلیل عرصہ میں انہوں نے اندلس کا وسیع علاقہ فتح کیا اور وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔ اس فتح کا اصل کارنامہ طارق بن زیاد کا ہے کیوں کہ جب وہ اندلس میں وارد ہوئے تو اس وقت ایک علاقہ بھی فتح نہیں ہوا تھا۔ وہ بالکل اجنبی سرزمین میں وارد ہوئے۔ ہر طرف ان کے دشمن ہی دشمن تھے اور ایک طرف سمندر تھا۔ صرف سات ہزار فوج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ساتھ تھی وہ بھی اس علاقہ میں اجنبی تھی۔ وہاں کے نشیب وفراز سے بالکل ناآشنا اور ناواقف۔ صرف ایک کاؤنٹ جولین طارق کا حامی تھا' لیکن ابھی اس کی حمایت کی پرکھ نہیں ہوئی تھی کہ وہ کہاں تک مخلص ہے۔ ان حالات میں طارق وہاں پہنچے اور جاتے ہی ایک لاکھ سے زائد فوج کے ساتھ ان کا مقابلہ ہو گیا جو وہاں کی رہنے والی اور ہر قسم کا جدید اور قیمتی اسلحہ اس کے پاس تھا۔ طارق نے تو واپسی کی کشتیاں بھی جلا دی تھیں اور وہ اس نظریہ کے تحت دشمن سے جنگ کر رہا تھا۔

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

اس نظریہ پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے اس نے اندلسی بادشاہ راڈرک کو ایک ایسی عبرت ناک شکست دی کہ وہ تو بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب کر مر گیا اور اس کی فوج کو بھی طارق کی واپسی تک اکٹھا ہونے کا موقع نہ ملا۔ پھر ایک سال بعد موسیٰ بن نصیر مزید فوج لے کر اندلس میں وارد ہوئے لیکن ان کی بھی تمام فتوحات ایک لحاظ سے طارق بن زیاد کی مرہون منت ہیں کیوں کہ ان کی فوج کا ہراول دستہ طارق بن زیاد ہی تھے' وہ جس شہر میں جاتے وہاں کے باشندے ان سے صلح کا معاہدہ کرتے اور بعد میں موسیٰ بن نصیر اسی معاہدہ کی تصدیق (Confirmmation) کرتے جو طارق نے کیا ہوتا۔ آج یہ دونوں واپس دربار خلافت میں جا رہے تھے اور ان کو بالکل خبر نہیں تھی کہ انہوں نے واپس آنا ہے کہ نہیں؟ چنانچہ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ وہ پھر اندلس میں واپس نہ آئے۔

موسیٰ اور طارق نے مل کر جو اسلامی حکومت قائم کی تھی' اب اس کا سربراہ اور امیر موسیٰ کا بیٹا عبدالعزیز تھا۔ وہ بھی ایک بہادر جرنیل تھا۔ وہ کچھ عرصہ یہاں امیر رہا۔ پھر وقتاً فوقتاً کبھی افریقہ سے اور کبھی دمشق سے امراء نامزد ہو کر آتے رہے اور کبھی ضرورت کے تحت یہیں منتخب کر لیے جاتے اور ان کی امارت کی تصدیق افریقہ یا دمشق سے آ جاتی۔ ان کے جانے کے بعد قریباً 44 سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ جو امیر بھی آتا وہ سلطنت کا دائرہ وسیع کرتا اور لوگوں اور ملک کی فلاح اور ترقی میں مصروف رہتا۔ بالآخر سنہ 138ھ میں عبدالرحمٰن الداخل جو بنوامیہ کا چشم و چراغ تھا اس ملک میں وارد ہوا اور اس نے اس ملک کا اقتدار سنبھالا اور بنوامیہ کی ایک مستقل حکومت قائم کی جب کہ مشرق میں عباسیوں نے بنوامیہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کو بالکل ختم کر دیا تھا۔

مال غنیمت کی واپسی

دربار خلافت میں موسیٰ بن نصیر کی طلبی کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہاں کے مال غنیمت کو دمشق منگایا جائے کیوں کہ مختلف حلقوں میں یہاں کے مال غنیمت کے بارہ میں بہت سی افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ وہاں ڈھیروں مال غنیمت ملا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مال کی اس محبت کی وجہ سے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے موسیٰ بن نصیر کو نہایت اصرار سے دمشق طلب کیا تھا۔

کبھی وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مال کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے بالکل نکال دی تھی اور مسلمانوں کے نزدیک مال کی کوئی حیثیت نہ رہی تھی حالانکہ مال کا مطلب ہی یہ ہے کہ "مایمیل الیہ القلب" یعنی جس کی طرف قلب مائل ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ڈھیروں مال کو بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ سیدنا عمیر بن سعد انصاری رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی تھے۔ قبیلہ اوس سے ان کا تعلق تھا۔ ملک شام میں بازنطینی حکومت کے ساتھ سب لڑائیوں میں شریک رہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں حمص کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ اس قدر عابد و زاہد تھے کہ ان کی عبادت و ریاضت اور ان کا زہد و تقویٰ حد کرامت کو پہنچا ہوا تھا۔

کنز العمال وغیرہ میں ہے کہ جن دنوں یہ حمص کے گورنر تھے' ان کے پاس امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کا خط پہنچا جس میں لکھا تھا:

"اے عمیر! ہم نے تم کو ایک اہم عہدہ سپرد کر کے حمص بھیجا تھا مگر کچھ پتہ نہیں کہ تم اپنا یہ عہدہ خوش اسلوبی سے چلا رہے ہو کہ نہیں؟ لہٰذا جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے' فوراً جس قدر مال غنیمت تمہارے بیت المال میں جمع ہے' سب کو اونٹوں پر لاد کر اپنے ساتھ لے کر مدینہ طیبہ میرے پاس حاضر ہو"۔

دربار خلافت کا یہ فرمان پڑھ کر عمیر اسی وقت کھڑے ہو گئے اور اپنی لاٹھی میں اپنی چھوٹی سی پانی کی مشک اور خوراک کی تھیلی اور ایک بڑا سا پیالہ لٹکا کر لاٹھی کندھے پر رکھی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک شام سے پیدل مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب دربار خلافت میں پہنچے تو امیر المؤمنین ان کی خستہ حالی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ حمص کا گورنر اور یہ خستہ حالی۔ فرمایا:

''اے عمیر! تمہارا حال اتنا خراب کیوں ہے؟ کیا تم بیمار ہو گئے تھے؟ یا تمہارا شہر بدترین شہر ہے؟ یا پھر تم نے مجھے دھوکہ دینے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے؟''

امیر المؤمنین کے ان سوالوں کو سن کر سیدنا عمیرؓ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا:

''امیر المؤمنین! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی جاسوسی سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرا حال خراب ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں بالکل تندرست اور توانا ہوں' اور اپنی پوری دنیا کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے آپ کے سامنے حاضر ہوں''۔

امیر المؤمنین نے فرمایا:

''عمیر! تم دنیا کا کون سا سامان لے کر آئے ہو؟ میں تو تمہارے ساتھ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا''۔

سیدنا عمیرؓ نے عرض کیا:

''امیر المؤمنین! دیکھئے' یہ میری خوراک کی تھیلی ہے' یہ میرا مشکیزہ ہے جس سے میں وضو کرتا ہوں اور اسی میں اپنے پینے کا پانی رکھتا ہوں' اور یہ میرا پیالہ ہے' اور یہ میری لاٹھی ہے جس سے میں اپنے دشمنوں سے بوقت ضرورت جنگ بھی کرتا ہوں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں کو بھی مار لیتا ہوں۔ یہ سارا سامان میری دنیا نہیں تو اور کیا ہے؟''

یہ سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا:

''عمیر! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے' تم تو عجیب آدمی ہو''۔

پھر سیدنا عمرؓ نے ان سے رعایا کا حال دریافت کیا اور مسلمانوں کی دینی زندگی اور ذمیوں کے بارہ میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا:

''الحمدللہ! میری حکومت کا ہر مسلمان ارکان اسلام کا پورا پورا پابند ہے اور اسلامی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اور میں ذمیوں سے جزیہ لے کر ان کی پوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری حفاظت کرتا ہوں' اور میں اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو نباہنے کی بھرپور کوشش کرتا رہا ہوں''۔

پھر امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے ان سے خزانہ کے بارہ میں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں لائے۔ میں نے تو تمہیں اس کے لانے کے لیے بھی کہا تھا۔ اس صحابی رسول ﷺ نے جو جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ عرض کیا:

''امیر المؤمنین! خزانہ کیسا؟ میں ہمیشہ مال دار مسلمانوں سے زکوٰۃ اور صدقات وصول کر کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا کرتا ہوں۔ اگر میرے پاس فاضل مال بچتا تو میں ضرور اس کو آپ کے پاس بھیج دیتا''۔

کیسا ذمہ دارانہ جواب دیا سیدنا عمیرؓ نے۔ یہ نہیں کہا کہ میں زکوٰۃ وصدقات اور ملکی ٹیکسوں کو ہارس ٹریڈنگ یا غیر ملکی دوروں جن میں ایک پوری ٹیم میرے ساتھ ہوتی ہے' یا اپنی پارٹی اور جیالوں کی فلاح و بہبود کے لیے یا اگلے الیکشن کی تیاری کے لیے خرچ کرتا ہوں' بلکہ یہ جوا ریا کہ میں اس رقم کو فقراء اور مساکین کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتا ہوں' ان کی محتاجی کو دور کرنے کے لیے خرچ کرتا ہوں۔

پھر امیر المؤمنین نے پوچھا:

''عمیر! تم حمص (شام) سے مدینہ منورہ تک پیدل سفر کر کے آئے ہو' کیا تمہارے پاس سواری نہیں تھی؟ اور اگر سواری نہیں تھی تو کیا تمہاری سلطنت کی حدود میں مسلمانوں اور ذمیوں میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو تمہیں سواری کا ایک جانور دے دیتا؟''

عمیر نے عرض کیا:

امیر المؤمنین! میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر رعایا خاموش رہے گی تو یہ حکام انہیں برباد کر دیں گے' اور اگر رعایا فریاد کرے گی تو یہ ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو' ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو بدترین انسان ہوں گے۔ اس وقت نیکوں کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے امیر المؤمنین! میں ان برے حاکموں میں سے ہونا پسند نہیں کرتا' اس لیے مجھے پیدل چلنا گوارا ہے' لیکن اپنی رعایا سے کچھ طلب کرنا یا اس کے عطیوں کو قبول کرنا ہرگز پسند نہیں ہے"۔

سیدنا عمیرؓ کا یہ جواب سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا:

"عمیر! میں تمہاری کارگزاریوں سے بہت خوش ہوا ہوں' لہٰذا تم واپس حمص جا کر اپنی گورنری کے فرائض انجام دیتے رہو"۔

آج کل تو سفارش کروا کر اور رشوتیں دے کر عہدے حاصل کیے جاتے ہیں تا کہ ان کے ذریعہ سے دولت اکٹھی کی جائے۔ آج کل کی یہ جمہوریت اور عوامی نمائندگی تو نرا فراڈ اور دھوکہ ہے۔ یہ امیروں نے غریبوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے نظام بنایا ہوا ہے۔ اس میں عوام کو صدائے احتجاج بلند کرنے کا بھی موقع نہیں دیا جاتا۔ عوام جب کبھی کسی بات پر احتجاج کرتے ہیں تو انہیں یہ کہہ کر غفلت کی نیند سلا دیا جاتا ہے کہ یہ حکومت ہی تمہاری ہے۔ ہم تو تمہارے خادم ہیں' تمہیں نے تو ہمیں ووٹ دے کر پارلیمنٹ میں بھیجا ہے۔ اقبال نے سچ کہا ہے ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری
خواب سے بیدار ہوتا ہے کوئی محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

اسلامی حکومت میں حال یہ ہے کہ عہدے دیے جاتے ہیں لیے نہیں جاتے' اور جن کو عہدے دیے جاتے ہیں وہ انہیں قبول نہیں کرتے۔ سیدنا عمرؓ کی اس پیش کش پر سیدنا عمیرؓ نے نہایت لجاجت سے گڑگڑا کر کہا:

"امیر المؤمنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر اس عہدہ کے قبول کرنے سے معافی کا طلب گار ہوں' اب میں کبھی بھی اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا' لہٰذا آپ مجھے اس سے معاف فرما دیجیے"۔

آج کل اگر کسی کو کوئی عہدہ مل جائے یا کوئی پارلیمنٹ کا ممبر ہو جائے یا وزیر با تدبیر ہو جائے تو پھر وہ اس سے ایسا چمٹتا ہے کہ اس کو چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ بلکہ یہ لوگ اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیمت ڈلواتے ہیں۔ اسی لیے ان کا نام لوٹے رکھا گیا ہے۔ جن کے بارہ میں کہا گیا ؎

یہ لوٹے یہ تیرے پراسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق تباہی
پوشاک ان کی اجلی ضمیر ان کے کالے مزاج ان کے شہدے' دماغ ان کا شاہی
تکبر' تنفر' رعونت' خصومت جو دیکھے پکارے دہائی' دہائی
دعا کر رہے ہیں یہاں لوگ کب سے
یہ لوٹے ڈریں کچھ خدا کے غضب سے

اسلام لوٹے پیدا نہیں کرتا بلکہ عمیر بن سعدؓ جیسے لوگ پیدا کرتا ہے۔ سیدنا عمیرؓ کے جواب نے امیر المؤمنین کو لاجواب کر دیا۔ لہٰذا فرمایا:

''عمیر! اگر تم اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتے تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ رہو''۔

چنانچہ وہ مدینہ منورہ سے تین روز کی مسافت کی دوری پر ایک بستی میں جہاں ان کے اہل وعیال مقیم تھے' سکونت پذیر ہو گئے۔

کچھ روز کے بعد امیر المؤمنین نے ایک سو دینار ایک تھیلی میں بند کر کے اپنے ایک ساتھی حبیبؓ کو یہ کہہ کر دی کہ تم عمیرؓ کے مکان پر تین روز تک مہمان بن کر رہو۔ پھر تیسرے روز یہ تھیلی میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر کے کہہ دینا کہ وہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔

حبیبؓ امیر المؤمنین کی ہدایات کے مطابق اشرفیوں کی تھیلی کو لے کر سیدنا عمیرؓ کے مکان پر پہنچے اور امیر المؤمنین کا سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد امیر المؤمنین کی خیریت پوچھی اور ان کی حکمرانی کے بارہ میں دریافت کیا' اور پھر امیر المؤمنین کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں۔

سیدنا حبیبؓ تین روز تک ان کے مکان پر بطور مہمان مقیم رہے اور ہر روز کھانے میں دونوں وقت انہیں ایک روٹی اور زیتون کا تیل ملتا رہا۔ تیسرے روز سیدنا عمیرؓ نے انہیں فرمایا:

''حبیب! اب تمہاری مہمانی کی مدت ختم ہوگئی' لہٰذا آج تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔ ہمارے گھر میں اتنا ہی خوراک کا سامان تھا جو ہم نے خود بھوکے رہ کر آپ کو کھلا دیا''۔

یہ سن کر حبیبؓ نے سیدنا فاروق اعظمؓ کی ہدایت کے مطابق اشرفیوں کی تھیلی انہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کر دی اور کہا:

''امیر المؤمنین نے آپ کے خانگی اخراجات کے لیے یہ تھوڑی سی رقم بھیجی ہے''۔ آپ نے تھیلی ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا:

''حبیب! میں سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت سے سرفراز ہوا' لیکن اس وقت دنیا کی دولت سے میرا دامن کبھی داغدار نہیں ہوا۔ پھر میں نے امیر المؤمنین سیدنا ابوبکرؓ کی صحبت اٹھائی لیکن ان کے عہد میں بھی دولت دنیا کی آلودگیوں سے میں محفوظ رہا' لیکن یہ زمانہ میرے لیے بدترین دور ثابت ہوا کہ میں امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے حکم سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ حمص کا گورنر بنا' اور اب امیر المؤمنین نے یہ دنیا کی دولت میرے گھر بھیج دی ہے''۔

ابھی اتنے الفاظ ہی کہے تھے کہ ان کی آواز بھرا گئی اور پھر زاروقطار رونے لگے۔ ان کے آنسوؤں کی دھار ان کے رخساروں پر بہنے لگی اور انہوں نے اشرفیوں کی وہ تھیلی حبیبؓ کو واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر ان کی اہلیہ نے آواز دی کہ اس تھیلی کو واپس نہ کیجیے کیوں کہ یہ خلیفہ رسول ﷺ عمرؓ کا عطیہ ہے۔ اس کو رد کر دینے سے امیر المؤمنین کی دل شکنی ہوگی' اور یہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ آپ امیر المؤمنین کے لیے دلی صدمہ اور دل شکنی کا باعث بنیں' اس لیے اس تھیلی کو لے کر حاجت مندوں کو دے دیجیے۔ اہلیہ کے مخلصانہ مشورے کو قبول فرماتے ہوئے آپ نے تھیلی اپنے پاس رکھ لی اور اسی وقت فقراء اور مساکین کو بلا کر تمام اشرفیاں تقسیم کر دیں اور اس میں سے ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھا حالانکہ وہ خود سب سے زیادہ محتاج تھے۔

حبیبؓ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر جب انہوں نے امیر المؤمنین کو یہ سارا واقعہ سنایا تو امیر المؤمنین پر بھی رقت طاری ہوگئی اور وہ پھوٹ کر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر جب آنسو تھمے تو فوراً سیدنا عمیرؓ کو طلبی کے لیے ایک فرمان لکھا اور ایک قاصد کے ذریعہ یہ فرمان ان کے گھر بھیجا۔

فرمان خلافت پڑھ کر فرمایا کہ امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل مجھ پر واجب ہے۔ اور اسی وقت پیدل مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔ تین روز کا سفر کر کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ امیر المؤمنین نے پوچھا: ''جو اشرفیاں میں نے تمہیں بھیجی تھیں ان کا کیا ہوا؟'' عرض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی: ''امیر المؤمنین! میں نے اسی وقت سب اشرفیاں اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں''۔

امیر المؤمنین حیرت سے ان کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر اپنے بیٹے عبداللہؓ سے فرمایا: ''کہ تم بیت المال سے دو کپڑے لا کر عمیرؓ کو پہنا دو اور ایک اونٹ پر کھجوریں لاد کر ان کو دے دو''۔ آپ نے عرض کی:

''امیر المؤمنین! کپڑوں کو تو میں قبول کر لیتا ہوں کیونکہ کپڑے میرے پاس نہیں ہیں، لیکن کھجوریں میں ہرگز نہیں لوں گا کیونکہ میں ایک صاع کھجوریں اپنے مکان پر رکھ آیا ہوں جو میری واپسی تک میرے اہل و عیال کے لیے کافی ہیں''۔

پھر عمیرؓ واپس آ گئے اور چند ہی روز کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جب امیر المؤمنین کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو بہت روئے اور فرمایا:

''کاش عمیر بن سعدؓ جیسے صاف باطن اور پاک باز اور پیکر اخلاص چند مسلمان مجھے مل جاتے تو ان سے مسلمانوں کے کاموں میں مدد لیتا''۔

صرف عمیرؓ ہی ایسے زاہد و مخلص نہ تھے بلکہ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت کا قریباً ہر عہدے دار اسی طرح کا مخلص اور زاہد تھا۔ دنیا کے مال کی طرف اسے کوئی رغبت نہ تھی۔ ہر عہدیدار کو ایک تو اللہ کا خوف ہوتا تھا اور دوسرے امیر المؤمنین کے محاسبہ کا ڈر۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے صحابی ہیں اور حضور ﷺ نے ''اس امت کا امین'' یعنی **''امین هذه الامة''** کا خطاب دیا۔ صحابہ کرامؓ کے محبوب، بہترین جرنیل غرضیکہ کون کون سی خوبیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان میں نہ رکھی تھیں۔ سیدنا عمرؓ کو بھی ان سے از حد محبت تھی۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں جب طاعون عمواس پھوٹی تو اس طاعون میں 25 ہزار مسلمان لقمۂ اجل بن گئے جن میں بڑے بڑے جرنیل بھی تھے۔ سیدنا عمرؓ کو دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ سیدنا ابوعبیدہؓ کی بہت فکر تھی۔ آخر ''امین الامت'' تھے۔ لہٰذا آپ نے سیدنا ابوعبیدہؓ کو وبا کے گرداب سے نکالنے کے لیے خط لکھا، جس کے الفاظ یہ تھے:

''سلام کے بعد! مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی ہے جس کے بارہ میں آپ سے زبانی بات کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا سخت تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ جونہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو میرا یہ خط موصول ہو فوراً میری طرف روانہ ہو جائیں"۔

سیدنا ابوعبیدہؓ ایک مارشل آدمی تھے۔ آپ ساری عمر اطاعت امیر کے پابند رہے لیکن اس خط کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ سیدنا عمرؓ صرف اس لیے مدینہ بلا رہے ہیں کہ مجھے اس طاعون زدہ علاقہ سے نکالا جا سکے۔ چنانچہ خط پڑھ کر انہوں نے ساتھیوں سے فرمایا کہ: "میں امیر المؤمنین کی ضرورت جان گیا ہوں۔ وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں"۔ یہ کہہ کر سیدنا عمرؓ کو یہ جواب لکھا:

"امیر المؤمنین! آپ نے مجھے جس ضرورت کے لیے بلایا ہے وہ مجھے پتہ چل گئی ہے، لیکن میں مسلمانوں کے ایسے لشکر کے درمیان بیٹھا ہوں جس کے لیے میں اپنے قلب میں اعراض کا کوئی جذبہ نہیں پاتا' لہٰذا میں ان لوگوں کو تنہا چھوڑ کر اس وقت تک نہیں آنا چاہتا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارہ میں اپنی تقدیر کا حتمی فیصلہ نہیں فرما دیتا' اس لیے مجھے' اے امیر المؤمنین! اپنے اس تاکیدی حکم سے معاف فرمائیں' اور اپنے لشکر ہی میں رہنے دیں"۔

سیدنا عمرؓ نے جب اپنے خط کا یہ جواب پڑھا تو آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ پاس بیٹھے لوگوں نے سیدنا عمرؓ کو جو آب دیدہ دیکھا تو پوچھا: "کیا ابوعبیدہؓ کی وفات ہو گئی؟" فرمایا: "ہوئی تو نہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہونے والی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 18-19' مستدرک حاکم جلد 3 ص 263) اس واقعہ سے بھی ان کی جلالت قدر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا: "میری خواہش ہے کہ میرا ایک گھر ہو جو ابوعبیدہؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو"۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 14' طبقات ابن سعد جلد 3 ص 300' حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 262)

انہی سیدنا ابوعبیدہؓ کے بارہ میں حافظ ذہبیؒ نے سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ کے حوالہ سے روایت نقل کی کہ سیدنا عمرؓ جب شام تشریف لے گئے تو وہاں کے امراء' عظماء اور بڑے بڑے فوجی جرنیل آپ سے ملے۔ آپ نے ان میں سیدنا ابوعبیدہؓ کو نہ دیکھ کر فرمایا:

"این اخی ابو عبیدہ؟

میرا بھائی ابوعبیدہ کہاں ہے؟

انہوں نے جواب دیا: "وہ ابھی آ رہے ہیں"۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا ابوعبیدہؓ ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹنی پر سوار تشریف لائے جس کی نکیل ایک معمولی رسی کی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے انہیں سلام کیا۔ پھر لوگوں سے فرمایا: ''آپ حضرات تشریف لے جائیں''۔ آپ ان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر نہایت حیرت ہوئی کہ وہاں سوائے ڈھال' تلوار اور اونٹ کے کجاوے کے اور کچھ نہ تھا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''ابوعبیدہ! کاش تم ضروری سامان تو اپنے گھر میں رکھ لیتے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ نے نہایت بے نیازی سے جواب دیا: ''امیر المؤمنین! ہمارے لیے یہی کافی ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 16' الاصابہ جلد 5 ص 288' حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 101' کتاب الزہد لاحمد بن حنبل ص 184)

حافظ ذہبیؒ نے ایک اور روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ جب شام تشریف لے گئے تو آپ نے سیدنا ابوعبیدہؓ سے فرمایا: ''میرے ساتھ اپنے گھر چلیں۔ (گویا سیدنا عمرؓ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ امیر شام کے گھر کا مال واسباب کیا ہے؟ کتنے قالین اور کتنے صوفے ہیں؟) سیدنا ابوعبیدہؓ نے کہا: ''آپ میرے ہاں جا کر کیا کریں گے؟ آپ کو میرے گھر جا کر تکلیف ہوگی۔ آپ کی آنکھیں حیرانگی سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی' لیکن سیدنا عمرؓ کا اصرار تھا۔ چنانچہ وہ انہیں اپنی رہائش گاہ پر لے گئے۔ سیدنا عمرؓ نے دیکھا کہ گھر بالکل خالی ہے۔ آپ نے نہایت تعجب سے پوچھا: ''ابوعبیدہ! آپ کا سامان کدھر ہے؟'' میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں صرف ایک پرانا گدا (سونے کے لیے) ایک پیالہ' ایک کمان ہے اور آپ شام کے امیر ہیں؟ ''کیا تمہارے ہاں کچھ کھانے کا سامان بھی ہے؟'' سیدنا ابوعبیدہؓ نے کہا: ''ہاں' اس مٹکے میں ہے''۔ چنانچہ آپ نے اس میں سے روٹی کے چند ٹکڑے دکھائے۔ سیدنا عمرؓ انہیں دیکھ کر رو پڑے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ نے فرمایا: ''امیر المؤمنین! میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری رہائش گاہ کو دیکھ کر رو پڑیں گے۔ زندگی کے دن گزارنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے''۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

غیرتنا الدنیا کلنا غیرک یا ابا عبیدہ!

ہم سب کو دنیا نے دھوکے میں ڈال دیا' سوائے تمہارے' اے ابوعبیدہ!

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 17)

یہ ہے زہد خالص کہ سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہیں۔ امیر شام ہیں لیکن گھر میں چند سوکھے ٹکڑے کھانے کے لیے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ نے انہیں چار ہزار درہم یا چار سو دینار بھیجے اور قاصد سے فرمایا: ''کہ دیکھنا وہ اس رقم کا کیا کرتے ہیں؟'' قاصد کا بیان ہے کہ جونہی وہ رقم میں نے انہیں دی' انہوں نے ساری کی ساری راہ خدا میں بانٹ دی۔ پھر اتنی ہی رقم سیدنا معاذ بن جبلؓ کے ہاں بھیجی۔ انہوں نے بھی وہ ساری کی ساری راہ خدا میں تقسیم کر دی اور ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا۔ جب واپس آ کر قاصد نے سیدنا عمرؓ کو بتایا تو آپ نے فرمایا:

الحمد لله الذى جعل فى الاسلام من يصنع هذا

اللہ کا شکر ہے' اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 17)

یہ تو زمانۂ نبوت کا حال تھا' لیکن جوں جوں زمانہ نبوت سے بُعد اور دوری ہوتی گئی زہد و اتقاء اور دنیا کے مال و دولت کی محبت میں کچھ فرق آتا گیا۔ اسی طرح ولید بن عبدالملک چاہتا تھا کہ اندلس کی فتح کا وہ ڈھیروں مال غنیمت جلد از جلد اس کے پاس آئے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اندلس میں بہت سا مال و دولت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا یہاں دولت و ثروت کے جو انبار مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے اس کی مثال اس سے پہلے کی جنگوں میں دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ شرعی حکم کے مطابق مال غنیمت لڑنے والے سپاہیوں اور حکومت وقت میں بحصہ رسدی تقسیم ہوتا تھا۔ اس اصول کے مطابق عام سپاہیوں کو جو دولت و ثروت ہاتھ لگی تھی اس سے اندلس کے عام شہری اور دیہی مسلمان باشندے معاشی حیثیت سے نہایت فارغ البال بلکہ متمول ہو گئے اور انہوں نے اپنی اسی دولت کے حصہ سے اندلس کے یہودیوں کو بھی مالا مال کر دیا۔ انہوں نے کلیسا کے قیمتی ظروف اور زیورات یہودیوں کے ہاتھ فروخت کیے جس سے یہودی ایسے مرفہ الحال اور صاحب ثروت ہو گئے کہ بقول بعض عیسائی مؤرخین کے وہ اپنی اسی دولت اور ثروت کے اثر سے یورپ کے سیاسی اور مالی معاملات پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے میں کامیاب و کامران ہو گئے جن کے مٹانے کی کوششیں آج تک جاری ہیں۔

یہود پر اندلس میں مسلمانوں نے بہت احسانات کیے لیکن یہ قوم فطرتاً ایک احسان فراموش قوم ہے۔ ان کا ہیکل سلیمانی سنہ 70ء میں بالکل مسمار کر دیا گیا تھا اور سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو اس وقت یہاں یہودیوں کا کوئی معبد نہیں تھا بلکہ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معبد کھنڈر بنے ہوئے تھے۔ اس لیے مسجد اقصیٰ اور قبہ صخرہ کی تعمیر کے بارہ میں کوئی یہود یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ ان کے کسی معبد کو مسمار کر کے مسلمانوں نے یہ مسجدیں بنائی تھیں۔ اور یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ رومیوں کے زمانہ میں فلسطین یہودیوں سے خالی کرا لیا گیا تھا اور دوسرے علاقوں سے بھی ان کا بیت المقدس میں داخلہ ممنوع تھا۔ لیکن یہ مسلمانوں کا ان پر ایک بہت بڑا احسان تھا کہ انہوں نے پھر انہیں بیت المقدس میں رہنے اور بسنے کی اجازت دے دی۔ اور تاریخ اس بات کی پوری پوری شہادت دیتی ہے کہ گزشتہ تیرہ چودہ صدیوں میں یہودیوں کو اگر کہیں امن نصیب ہوا ہے تو صرف مسلمان ملکوں میں' ورنہ دنیا کے ہر حصہ جہاں بھی عیسائیوں کی حکومت رہی' وہاں یہودی ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے۔ چنانچہ ان کے اپنے مؤرخین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار دور وہ تھا جب وہ اندلس میں مسلمانوں کی رعایا کی حیثیت سے آباد تھے۔ یہ دیوار گریہ جس کو آج یہودی اپنی سب سے بڑی یادگار سمجھتے ہیں' یہ بھی مسلمانوں کی عنایت سے انہیں ملی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ دیوار گریہ پہلے ملبے اور کوڑے کرکٹ میں دبی ہوئی تھی اور اس کا نام و نشان تک باقی نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کو کوئی اس کا نشان معلوم تھا۔ سولہویں صدی عیسوی میں سلطان سلیم عثمانی کو اتفاقاً اس کے وجود کا علم ہوا اور اس نے اس جگہ کو صاف کرا کر یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت عطا کی۔ لیکن اس احسان فراموش قوم سے مسلمانوں کی شرافت اور فیاضی اور حسن سلوک کا بدلہ آج اس شکل میں ان کو دیا جا رہا ہے' اور آج اس ظالم قوم نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے مسلمانوں کو ختم کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔

بات ہو رہی تھی مال غنیمت کی تقسیم کے بارہ میں کہ مسلمانوں کو اندلس میں ڈھیروں مال غنیمت ملا اور فوجیوں میں شریعت کے مطابق جو تقسیم کیا گیا تو فوجی اس سے فارغ البال اور متمول ہو گئے اور جب انہوں نے سونے کے زیورات اور ظروف یہودیوں کے ہاتھ فروخت کیے تو وہ مرفہ الحال ہو گئے۔ اب دوسری طرف مال غنیمت کا وہ حصہ جو شرعی طور پر مرکزی حکومت کے حصہ میں آیا' وہ بھی اتنا تھا کہ اس سے کبھی اتنا مرکزی حکومت کو نہ ملا تھا۔ مؤرخین اس کی قیمت کا اندازہ لگانا اور اس کی نوعیت کی تفصیل بتانا مشکل سمجھتے ہیں۔ البتہ تاریخ کی کتابوں میں جو تھوڑی بہت تفصیل آئی ہے وہ یہ ہے کہ جنگی قیدی جو غلام اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندیاں بنا کر لے جائے گئے' وہ قریباً بیس ہزار تھے جن میں ہزاروں بے ماں باپ کی کنواری لڑکیاں بھی تھیں۔ زر و جواہرات اور سامان تعیش کی اس قدر کثرت تھی کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ صرف طلیطلہ اور اس کے گرد و نواح سے ستر (70) طلائی مرصع تاج ملے جن میں زرو جواہرات لگے ہوئے تھے۔ اور ایک ہزار تلواریں ایسی ملی تھیں جن کے دستے زرو جواہرات سے مرصع تھے۔ اور زیورات' ظروف اور سامان تعیش میں ایسے بے شمار نوادرات تھے جو اپنی صنعت کے لحاظ سے اس زمانہ کے تمدن کے لحاظ سے نادرۂ روزگار تھے۔ ایک وسیع مرصّع فرش بھی ملا جو اپنی ندرت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کا تانا بانا چاندی اور سونے کے تاروں کا تھا اور زبرجد' یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات سے اس پر گل کاریاں کی گئی تھیں۔ اسی طرح زمردیں مائدہ سلیمانی کی قیمت کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ بتایا یہ جاتا تھا کہ یہ میز سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ انبیاء علیہم السلام تو اس قسم کے زر و جواہر سے مرصع چیزیں نہیں بناتے' لیکن محققین کا خیال ہے کہ اندلس کے سلاطین بڑے راسخ الاعتقاد عیسائی تھے۔ بادشاہ اپنے تاج کلیسا کے لیے وقف کرتے تھے اور امراء و رؤسا مرتے وقت اپنے قیمتی ظروف اور زیورات اور زر و جواہر کلیسا کے نام وقف کر جاتے تھے' اور اندلس میں خصوصی طور پر اور پورے یورپ میں عمومی طور پر کیتھولک فرقہ کی حکمرانی تھی اور عیسائی پادریوں کا اتنا زور تھا کہ بادشاہ وقت بھی ان کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتا تھا بلکہ پادری جس کو چاہتے بادشاہ بناتے اور جس کو چاہتے تخت و تاج سے محروم کر دیتے۔ انہوں نے امراء و رؤسا اور عوام الناس کی دولت و ثروت پر قبضہ کرنے کے لیے کلیسا کے نام نذر و نیاز کے بڑے ڈھونگ رچائے ہوئے تھے جیسے ہندوؤں کے پنڈتوں نے لوگوں کا مال و دولت سمیٹنے کے لیے سال کے 365 دنوں میں 360 تہوار بنائے ہوئے ہیں۔ اسی اندلس میں مرتے وقت وہاں کے امراء جو سونا چاندی اور زر و جواہر کلیسا کے نام وقف کرتے تھے' اس سونا چاندی اور جواہرات سے کوئی نہ کوئی استعمال کی چیز تیار کی جاتی تھی۔ یہ میز (مائدہ سلیمانی) بھی شروع میں کسی حکمران اور فرمان روا کی طرف سے بنائی گئی' پھر ہر نیا آنے والا فرمان روا اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا گیا' اور قیمتی جواہرات اس میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ فرمان رواؤں کی طرف سے بڑھتے گئے یہاں تک کہ یہ مائدہ سلیمانی اتنا قیمتی ہو گیا کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مائدہ سلیمانی میں خالص سونے کے 365 ٹھوس پائے تھے۔ گویا سال کے جس قدر دن ہیں اتنے ہی اس مائدہ کے پائے تھے۔ میز کی پٹیاں اور اسکے اوپر کا تختہ زبرجد کا تھا جس میں موتی' یاقوت' زمرد اور دوسرے نہایت قیمتی جواہرات الگ الگ حصوں میں لگے ہوئے تھے۔ یہ میز طلیطلہ کے کلیسا کی قربان گاہ پر رکھی ہوئی تھی۔ بڑی بڑی تقریبوں اور تہواروں کے مواقع پر اس پر کتاب مقدس رکھ کر تلاوت کی جاتی تھی۔ طلیطلہ کی فتح کے موقع پر جب یہ مائدہ سلیمانی مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو ایک زمانہ دراز تک اس کا چرچا عام لوگوں کی زبانوں پر رہا کیونکہ یہ ایک نہایت قیمتی اور نادرۂ روزگار شئے تھی۔ طلیطلہ کی فتح کے موقع پر مال غنیمت میں ایک اور شئے بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی وہ زبور مقدس کا ایک نادر الوجود نسخہ تھا۔ یہ نسخہ سونے کے ورقوں پر یاقوت کے پانی سے لکھا گیا تھا۔ ابن عذاری کا بیان ہے کہ یہ روشنائی ایسے طریقے سے بنائی گئی تھی کہ اب اس کا تیار کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو چکا ہے۔ علاوہ ان چیزوں کے اکسیر کیمیا سے بھرا ہوا ایک بڑا دیگ بھی ملا تھا۔

(ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد 1 ص 142 'ابن عذاری' ترجمہ اردو ص 48 'الامامۃ السیاسۃ جلد 2 ص 65)

مال و دولت کے یہ انبار اس معاشرہ میں ہوتے ہیں جو خدا ناآشنا معاشرہ ہو' اور ذات پات کا تصور عام ہو' جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت ایران اور روم کی حالت تھی۔ ان دونوں سپر پاورز میں سے ہر ایک کا سربراہ اپنے آپ کو خدا کے مقام پر سمجھتا تھا۔ ایران کی حالت روم سے زیادہ بدتر تھی اس کی ایک وجہ مزدکی تحریک تھی۔ یہ مزدک 487ء میں پیدا ہوا۔ اس نے یہ دعوت دی کہ تمام انسان یکساں پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں کوئی تفریق نہیں' لہٰذا زن' زر اور زمین سب کی مشترک ہے۔ گویا یہ دنیا میں سب سے پہلا سوشلسٹ تھا جس نے ان تینوں کو ہر ایک کے لیے مشترک قرار دیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ چونکہ مال اور عورت ہی دو ایسے عنصر ہیں جن کی حفاظت و نگرانی کا انسان اہتمام کرتا ہے' لہٰذا ان دونوں میں اشتراک اور مساوات سب سے زیادہ ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ شہرستانی نے لکھا ہے:

''مزدک نے تمام عورتوں کو سب کے لیے حلال قرار دے دیا اور مال و زن کو آگ' پانی اور چارہ کی طرح سب کے لیے مشترک قرار دیا''۔

(الملل والنحل ص 86)

مزدک کی اس دعوت میں بڑی جنسی جاذبیت (Attraction) تھی' اس وجہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان نسل اور تعیش پسند امراء اور اعیان سلطنت نے اس تحریک کا پرجوش اور بھرپور خیر مقدم کیا اور یہ تحریک چند سالوں میں جنگل کی آگ کی طرح پورے ایران میں پھیل گئی۔ اس پر طرفہ تماشا یہ ہوا کہ ایرانی بادشاہ قباد نے اس تحریک کی سرپرستی کی بلکہ اس کی اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں (آج کل کے یورپ اور امریکہ کی طرح) پورا ملک جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں یک قلم ڈوب گیا۔

علامہ طبری نے لکھا ہے:

> ''آوارہ مزاج اور اوباش طبع لوگوں نے اس تحریک کی بہت پذیرائی کی اور اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مزدک اور مزدکیوں کے پرجوش ساتھی بن گئے۔ عام شہری اس بلائے ناگہانی کا شکار تھے کیونکہ ان میں سے کسی کی بھی عزت محفوظ نہ تھی۔ اس تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ جو چاہتا اور جس کے گھر میں چاہتا' گھس کر اس کے مال وزن پر قبضہ کر لیتا اور صاحب خانہ منہ دیکھتا رہ جاتا۔ ان مزدکیوں نے قباد کو معزولی کی دھمکی دے کر اس تحریک کا سرپرست بنا لیا۔ بادشاہ کی سرپرستی سے اس تحریک میں اور زوروشور پیدا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حالت ہو گئی کہ نہ باپ اپنے بیٹوں کو پہچان سکتا تھا اور نہ لڑکا اپنے باپ کو' کسی کا بھی اپنی کسی ملکیت اور عورت پر اختیار اور قبضہ نہ تھا''۔

(طبری جلد 1 ص520)

ایران کے بادشاہ اس بات کے دعویدار تھے کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے' لہٰذا ایران کے باشندے بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے اور ان کے آگے سربسجود ہوتے اور انہیں قانون سے' تنقید سے اور بشریت سے بالاتر تصور کرتے۔ پھر ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ''بادشاہت ان کا آسمانی حق ہے'' (Divine Right of Kings) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ڈاکٹر براؤن کی کتاب Literary History of Persia (تاریخ ادبیات ایران) جلد چہارم۔ ان سلاطین کا ہر انسان پر ایک پیدائشی حق تھا لیکن کسی انسان کا ان پر کوئی حق نہ تھا۔ لوگوں کو یہ سمجھایا جاتا تھا اور خود بادشاہ بھی آج کل کے وڈیروں اور جاگیرداروں اور نوابوں کی طرح یہ سمجھتا تھا کہ ان کے دل و دماغ بلکہ اس کے جسم کی مٹی اور گوشت پوست دوسرے انسانوں سے بہت مختلف ہے۔ اسی وجہ سے فوکاس (Phocas) نے جب سنہ 602ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومی بادشاہ ماریس (Maurice) کے خلاف بغاوت کر کے اس کو تخت شاہی ہی سے محروم کر دیا اور خود اس پر قابض ہوگیا' تو فوکاس نے ایک سفیر کے ذریعہ ایران کی حکومت کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی۔ اس وقت ایران کے تخت پر نوشیروان عادل کا لڑکا خسرو پرویز تھا۔ خسرو پرویز کو سنہ 91-590ء میں اندرونی بغاوت کی وجہ سے فرار ہونا پڑا تو مقتول رومی بادشاہ ماریس (Maurice) نے اس کو اپنے علاقہ میں پناہ دی اور تخت شاہی کے دوبارہ حصول میں اس کی بھرپور مدد بھی کی۔ انہی دنوں خسرو پرویز نے ماریس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی' اور اس رشتہ داری کی وجہ سے وہ ماریس کو باپ کہتا تھا۔ سنہ 603ء میں خسرو پرویز دریائے فرات کو پار کر کے شام کے شہروں میں داخل ہوگیا اور رومی سلطنت میں بڑھتا چلا گیا۔ ایرانی فوجیں انطاکیہ کو فتح کر کے یروشلم پر قابض ہوگئیں۔ خسرو پرویز کی اس کامیابی میں نسطوری اور یعقوبی فرقے کے عیسائیوں اور یہودیوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا کیونکہ وہ رومی سلطنت کے سخت خلاف تھے۔

رومی سلطنت کو بچانے کے لیے اعیان حکومت اور عمائدین سلطنت نے افریقی مقبوضات کے رومی گورنر کو خاموش پیغام بھیجا۔ اس نے اپنے لڑکے ہرقل (Heraclius) کو اس مہم پر بھیجا۔ ہرقل نہایت رازداری سے آیا اور معمولی لڑائی کے بعد سلطنت پر قابض ہوگیا اور فوکاس کو قتل کر دیا' لیکن ہرقل ایرانی فوجوں کے سیلاب کو نہ روک سکا۔ سنہ 616ء میں رومی دارالسلطنت سے باہر مشرقی اور جنوبی حصہ کھو چکے تھے اور عراق' شام' فلسطین' مصر اور ایشیائے کوچک وغیرہ پر صلیبی علم کے بجائے درفش کادیانی لہرا رہا تھا۔ ایرانی حکومت نے رومی علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کے لیے اس پر شدید ترین مظالم شروع کر دیے۔ ان کے مذہبی شعائر کی توہین کی گئی۔ قریباً ایک لاکھ عیسائیوں کو بے گناہ قتل کیا گیا۔ کلیساؤں کو مسمار اور آتش کدوں کو تعمیر کیا گیا اور ان کی مقدس صلیب کی اصل لکڑی جس کے بارہ میں عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اس پر اپنی جان دی تھی' چھین کر ایرانی دارالسلطنت مدائن پہنچا دی گئی۔

اس وقت ایرانی فاتح خسرو پرویز اپنے آپ کو کیا سمجھتا تھا' اس کا اندازہ خسرو پرویز کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا

Khusru Greatest of gods and master of the whole earth, to

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Heraclius, His vile and insensate slave. You say that you Trust in your god, why then, has he not delivered Jerusalem out of my hand. (The History of the Decline and Fall of the Roman Empire, vol.5, P75, By E. Gibbon)

یعنی سب خداؤں سے بڑے خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے' کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔

اس خط کے ایک ایک لفظ سے ایرانی بادشاہ کی رعونت' تکبر اور غرور و جاہ ٹپکتا ہے۔

اسی دوران میں ایرانی جنرل سین (Sain) نے تجویز کیا کہ ہرقل صلح کا ایک قاصد شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کرے۔ اس کو ہرقل اور اس کے مشیروں نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا کیونکہ وہ اس وقت ہزیمت خوردہ اور شکستہ دل تھا' لیکن ایران کے شہنشاہ خسرو نے کہا:

''مجھ کو یہ قبول نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے۔ رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک کہ وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے''۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ول ڈیوران کی کتاب The Age of Faith, P. 147 اور جنرل سرپرسی کی کتاب History of Persia, P.482 وغیرہ۔

جب سربراہ مملکت اور شہنشاہ وقت خود خدائی کا دعویٰ کر لے جیسا کہ خسرو پرویز کے خط سے معلوم ہوتا ہے تو پھر سارا معاشرہ خدانا آشنا ہو جاتا ہے کیوں کہ مشہور ہے کہ ''الناس علی دین ملوکھم'' یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ وقت ہی خدانا آشنا ہو تو لوگ کہاں خدا سے آشنا ہو سکتے ہیں؟ ان کا خدا تو ان کا وہ حکمران ہے جو ان پر حکومت کرتا ہے اور خود خدائی کا دعویٰ کیے ہوئے ہے۔ اسی وجہ سے ایرانی معاشرہ مختلف طبقات میں منقسم تھا۔ سوشل زندگی میں چھوٹے بڑے کا امتیاز اس قدر تھا کہ چھوٹے لوگ معاشرہ میں کوئی اونچا مقام حاصل نہیں کر سکتے تھے بلکہ وہ اپنا پیشہ تک تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے ذہنوں میں مذہبی طبقہ کی طرف سے یہ بات ڈالی جاتی تھی کہ تمہارے آباء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجداد نے جو پیشہ اختیار کیا تھا وہ خدا کے حکم کے تحت کیا تھا' لٰہذا اب انہیں اپنا پیشہ تبدیل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ایران بعہد ساسانیاں ص 417' ص 427 وغیرہ)

بادشاہ وقت پورے ملک کی عورتوں اور دولت پر اپنا قانونی حق سمجھتا تھا۔ چنانچہ خسرو پرویز کے بارہ میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کی تین ہزار بیویاں تھیں' ان کے علاوہ ہزارہا لونڈیاں تھیں جو بادشاہ کی ''ہر طرح'' کی خدمت کرتی تھیں اور رقص وسرود کی محفلوں کو زینت بخشتیں۔ تین ہزار خدمت گار' آٹھ ہزار پانچ سو گھوڑے (ابن اثیر نے پانچ ہزار لکھے ہیں) سات سو ساٹھ ہاتھی' بارہ ہزار خچر اور جواہرات اور سونے چاندی کے برتنوں کا کوئی حساب نہیں تھا''۔ (ابن اثیر جلد 1 ص 492' طبری جلد 1 ص)

یہ تو بادشاہ وقت کا حال تھا۔ اب ایک گورنر کا حال بھی دیکھ لیں۔ خسرو پرویز کے آذر بائیجان کے گورنر کے پاس جو سامان اور پراپرٹی تھی' اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

''ضرورت سے زائد بیس لاکھ دینار' پانچ لاکھ دینار کا سونے چاندی کا سامان' چھ لاکھ دینار کے جواہرات' خراسان' فارس اور آذر بائیجان کا کوئی ضلع اور شہر ایسا نہیں تھا جس میں اس کی جاگیریں' مکانات' سرائیں اور زمینیں نہ ہوں۔ تیس ہزار خچر اور گھوڑے تھے' دو لاکھ بھیڑیں' سترہ سو ترک' یونانی اور حبشی غلام اور چودہ سو لونڈیاں''۔ (ایران بعہد ساسانیاں ص 503-504)

اس ایک گورنر کی جائداد اور دولت وثروت سے دوسرے گورنروں کے مال و دولت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ان گورنروں کا کام ہی یا تو بادشاہ کی خوشامد کرنا تھا یا پھر عوام الناس کا خون نچوڑ کر دولت وثروت اور جائدادیں بنانا کیونکہ ان معاشی حالات میں جب معاشرے کی ساری دولت اوپر کی سوسائٹی کے لوگوں میں اکٹھی ہو جائے تو عوام الناس' کاشت کار' مزدور اور دست کار روز بروز قلاش اور مفلس ہو جاتے ہیں' اور وہی حالت ہو جاتی ہے ۔

ملیں اس لیے ریشم کے تار بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران امراء اور گورنروں کی خوشامد کا یہ حال تھا کہ ملک کا بادشاہ تو پہلے ہی اپنے کو سب خداؤں سے بڑا خدا اور تمام روئے زمین کا مالک کہتا تھا' لیکن یہ گورنر اس کو یوں کہتے:

''خداؤں میں انسان غیر فانی اور انسانوں میں خدائے لاثانی' اس کے نام کا بول بالا' آفتاب کے ساتھ طلوع کرنے والا' شب کی آنکھوں کا اجالا''۔

(ایران بعہد ساسانیاں ص338)

اسی خدانا آشنا معاشرے کا نتیجہ تھا کہ بادشاہِ وقت سے لے کر بڑے بڑے امرائے سلطنت بلکہ ان کی وجہ سے عوام کی بھی ساری کوششیں اور توانائیاں اسی دنیا کے حصول کے لیے تھیں اور ان کی زندگیوں کا مقصد وحید صرف عیش وعشرت کی زندگی گزارنا' عیش پرستی اور شہوانی خیالات کو عملی شکل دینا تھا۔ ان کی تہذیب مصنوعی اور زندگی پرفریب تھی اور اسی سیلاب میں ہر شخص غرق تھا۔ عیش وعشرت کے سوا ان حکومتوں کے امراء اور رؤسا کو اور کوئی فکر نہ تھی۔ تکلفات زندگی اور سامان آرائش اور تعیشات کی ان کے ہاں وہ بہتات تھی جس کی قلم کو تاب نگارش نہیں۔ کسریٰ کا قصر ابیض (White House) جو نوشیروان نے بنوایا تھا' اس کی تعمیر میں رومی' یونانی اور اس عہد کے دوسرے متمدن ممالک کے فن تعمیر کی تمام نزاکتیں اور رعنائیاں صرف کر دی تھیں۔ وہ پانچ دالانوں اور بڑے بڑے گنبدوں پر مشتمل اپنی عظمت وجلال کی تصویر پیش کرتا تھا۔ اس کے سامنے کا حصہ ایک سو پچاس میٹر سے بھی چوڑا اور بلندی چالیس میٹر تھی۔ اس قصر ابیض (White House) پر کتنی رقم خرچ ہوئی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مسلمانوں نے جب کسریٰ کے دارالسلطنت مدائن پر قبضہ کیا تو اگرچہ یزدگرد اپنا بہت سا خزانہ' غلام' کنیزیں اور مختلف سامان تعیش اپنے ساتھ حلوان لے گیا تھا' پھر بھی اس کے شاہی خزانہ سے مسلمانوں کو تین کھرب دینار ملے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سا قیمتی سامان ملا جس کا اندازہ مؤرخین نے بیس کھرب دینار سے زیادہ لگایا ہے۔ یزدگرد جب اپنے دارالسلطنت سے بھاگا تھا تو وہ اس عجلت اور پریشانی میں اپنے ساتھ جو کچھ لے گیا' اس سے اس کی عیش وعشرت کا پتہ چلتا ہے۔

''یزدگرد اپنے ساتھ ایک ہزار باورچی' ایک ہزار گوئیے' ایک ہزار چیتوں کے محافظ' ایک ہزار باز دار اور بہت سے دوسرے لوگ بھی لیتا گیا۔ اور یہ تعداد اس کے نزدیک ابھی بہت کم تھی''۔ (ایران بعہد ساسانیاں ص81)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقد روپیہ وہ اپنے ساتھ کس قدر لے گیا' تواریخ میں اس کی تفصیل تو نہیں ملی' لیکن اس کے ہمراہیوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنے کھرب دینار لے کر گیا ہوگا اور اسی روپے کی وجہ سے وہ اپنے ہی ملک میں کئی سالوں تک بھاگتا رہا کیونکہ اس کے اپنے ملک کی سرزمین ہی باوجود اپنی فراخی کے اس پر تنگ ہو گئی تھی۔ آخر سیدنا عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں ایک چکی والے کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس وقت اس کے پاس تین درہم بھی نہیں تھے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب سیرت عثمان بن عفانؓ)

مسلمانوں کو کسریٰ کے مال غنیمت میں ایک فرش بہار ملا جس طرح اندلس کے مسلمانوں کو مائدہ سلیمانی ملا تھا اس لیے کہ خدا ناآشنا معاشرہ میں اس قسم کی چیزیں بکثرت ہوتی ہیں' وہاں دنیوی زندگی کی طرف دھیان ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی یک قلم گلدستہ طاق نسیان ہوتی ہے۔ وہ فرش بہار کیا تھا؟ اس پر بیٹھ کر امرائے ایران موسم خزاں میں شراب پیتے تھے۔ اس فرش بہار کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ ساٹھ گز مربع تھا اور قریباً ایک ایکڑ زمین کو گھیر لیتا تھا۔ اس کی زمین سونے کی تھی جس میں جابجا جواہرات اور موتیوں کی گل کاری تھی جس میں پھول دار اور پھل دار درخت قائم تھے۔ درختوں کی لکڑی سونے کی' پتے حریر کے' کلیاں سونے چاندی کی اور پھل جواہرات کے بنے ہوئے تھے۔ گرد ہیروں کی جدول تھی۔ درمیان میں روشیں اور نہریں بنائی گئی تھیں' اور یہ سب جواہرات کی تھیں۔ موسم خزاں میں تاج دارانِ آل ساسان اس گلشن بے خزاں میں بیٹھ کر شراب پیا کرتے تھے اور دولت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ نظر آتا جو زمانہ نے کبھی اور کہیں نہ دیکھا تھا''۔

(تاریخ اسلام' مولانا عبدالحلیم شرر جلد 1 ص 354' The Age of Faith, P.149)

اس خدا ناآشنا معاشرہ میں جس میں یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں اور دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے جیسا کہ آج کل پاکستان سمیت پوری دنیا میں ہے اس معاشرہ میں بہیمانہ طبقاتی نزاع' خودغرضانہ گروہ بندی' ملت کش مفاد پرستی' ظالمانہ سیاست' اقتصادی اور معاشی ناہمواری اور جبرواستبداد اپنے پورے عروج پر ہوتا ہے' اور ہر طرف وحشت' بہیمیت اور بربریت کا دور دورہ ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق خراب' مغرب ازاں بیشتر خراب
عالم تمام مردہ و بے ذوق جستجو

جب معاشرہ اس قدر خدافراموش اور ہر قسم کی پابندیوں سے بے لگام ہوتو پھر جنسی انارکی پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔اس وقت مذہب کے پرچارک بھی بے بس ہوجاتے ہیں اور اگر ان کے دلوں میں خدا کا خوف اور شریعت کا احترام نہ ہوتو وہ بھی اس میں ملوث ہوجاتے ہیں جیسے کہ آج کل مغربی دنیا اور امریکہ میں پادری صاحبان ہر اس گناہ میں ملوث ہیں جن میں ان کے عوام مبتلا ہیں۔ چنانچہ ایک مغربی دانشور نے اس زمانے کی رومی سلطنت کے بارہ میں لکھا ہے:

''اخلاقی' جنسی اور کاروباری لحاظ سے رومی سلطنت کے باشندوں کی حالت بھی قابل رشک نہ تھی۔ ایک طرف تو رقص و سرود کی زبانی طور پر مذمت کی جاتی تھی' لیکن دوسری طرف قسطنطنیہ اور دوسرے بڑے شہروں میں بے شمار رقص گاہیں اور ڈانسنگ کلب موجود تھے۔ اگرچہ کلیسا نے مخالفت کی لیکن اس کے باوجود بازنطینی اسٹیج پر ایکٹروں کی بھرمار تھی اور ان کے رقص و سرود کو عوام اور خواص کی طرف سے بڑی پذیرائی بخشی جاتی تھی۔ قانونی طور پر ان پر یہ قدغن تھی کہ وہ ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے لیکن دوسری طرف ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سامان کر دیا گیا تھا۔

اس بارہ میں ول ڈیوران نے مزید لکھا ہے:

''اس زمانہ میں عملی طور پر تمام عورتیں بدکار تھیں۔ ضبط تولید (Birth Control) کے وسائل پر بڑی مستقل مزاجی سے تحقیق جاری رہتی تھی (جیسا کہ آج کل تحقیق ہو رہی ہے) اس زمانہ کے اطباء اور ڈاکٹر اپنی قرابادینوں میں اس موضوع کا بڑی اہمیت سے ذکر کرتے...... قحبہ خانے عام تھے۔ عصمت فروشی کا دھندا اپنے پورے عروج پر تھا۔ جسٹینین (Justinian) اور اس کی ملکہ نے عصمت فروشی کو ختم کرنا چاہا۔ انہوں نے ملک میں عصمت فروشی کا دھندا کرنے والے مرد وزن کو قسطنطنیہ سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن انہیں اس بارہ میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی''۔ (The Age of Faith, P120)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کچھ طویل ہوگئی۔ مطلب یہ تھا اور بتانا بھی یہی مقصود تھا کہ جب مسلمان اللہ والوں نے خدافراموش بندوں کے ملکوں پر حملہ کیا تو ایک تو انہوں نے انہیں اللہ کی دعوت دی جن میں سے اکثر مسلمان ہوگئے۔ دوسرے اس دعوت کی برکت سے اللہ نے انہیں دنیا کی دولت سے بھی نوازا۔ چنانچہ جب طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر دمشق جانے لگے تو ان کے ہمراہ جو مال غنیمت تھا اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا حالانکہ اس مال غنیمت میں سے اکثر و بیشتر حصہ سپاہیوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور جو مرکزی حکومت کا حصہ تھا اس کی مقدار بھی بہت زیادہ تھی جس کی کچھ تفصیل ہم نے گزشتہ صفحات میں دی ہے۔

قیروان میں جشن مسرت

اندلس سے یہ مال غنیمت سیدھا شام نہیں لے جایا گیا بلکہ پہلے افریقہ کے فوجی ہیڈکوارٹر قیروان میں لایا گیا۔ اندلس سے یہ سارا مال غنیمت جہازوں پر لاد کر طنجہ لایا گیا اور اور پھر ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں یہ سارا مال و متاع قیروان پہنچا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک بہت بڑی خوشی اور مسرت کا مقام تھا کہ مسلمان فوج کامرانی اور کامیابی کے ساتھ اندلس سے بہت بڑے مال غنیمت کے ساتھ واپس پہنچی تھی۔ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد دونوں جرنیل اپنی جمیعت کے ساتھ شہر سے باہر قصر الماس میں اترے اور پھر اسی قصر میں جشن مسرت منایا گیا۔ افریقہ کے اعیان و امراء' معززین شہر اور ممتاز عہدیداران کو اس میں شرکت کے لیے دعوت نامے بھیجے گئے اور انہوں نے بڑی خوشی سے اس میں شرکت کی۔ موسیٰ کا ایک صاحبزادہ مروان مغرب اقصیٰ کا گورنر تھا' وہ بھی اس جشن مسرت میں شریک ہوا۔ موسیٰ بن نصیر نے اس جشن میں تمام معززین اور شرکاء جشن کے سامنے ایک تقریر کی کہ:

> ''آج حق تعالیٰ شانہ کی تین بڑی نعمتیں حاصل ہیں۔ ایک امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک کا مکتوب گرامی ہے جس میں میری خدمات کی تحسین کی گئی ہے اور شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے۔ دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا ایک تازہ مکتوب موصول ہوا ہے جس میں مزید فتوحات کا تذکرہ ہے جو میری غیر موجودگی میں اندلس میں اس نے حاصل کیں ان دونوں نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں نعمتوں کے تذکرہ پر تمام حاضرین جشن مسرت نے کھڑے ہو کر موسیٰ بن نصیر کی خدمات کو سراہا اور ان فتوحات پر انہیں مبارک باد دی۔ ان کی مبارک سننے کے بعد موسیٰ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

''اور تیسری نعمت میں تم لوگوں کو ابھی دکھاتا ہوں''۔

موسیٰ یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھانے کا حکم دیا۔ پردہ کا اٹھنا تھا کہ پیکران حسن و جمال کا ایک جھرمٹ دکھائی دیا جو نہایت بیش قیمت لباسوں میں ملبوس اور زیورات و جواہرات سے آراستہ و پیراستہ پرا جمائے سامنے کھڑا تھا۔ ان پری پیکروں کو دیکھ کر اہل مجلس کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ لیث بن سعد کا بیان ہے کہ ''اندلس کی جنگ میں قیدیوں کی جتنی بڑی تعداد موسیٰ بن نصیر کو حاصل ہوئی اس کی تاریخ میں مثال اس سے قبل نہیں ملتی''۔

اس جشن مسرت کے بعد موسیٰ نے افریقہ روانہ ہونے سے قبل یہاں کے معززین شہر اور امراء اور اپنے دوست احباب میں تحائف اور ہدایا تقسیم کیے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت سے دوری ہوتی گئی دوں دوں مسلمانوں میں دینی اقدار میں کمی آتی گئی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں دینی اقدار کا جو احترام و اکرام تھا وہ بعد کے زمانوں میں نہ رہا۔ موسیٰ بن نصیر تابعین میں سے تھے اس لیے وہ شریعت کے خلاف کوئی کام کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ جشن مسرت بھی انہوں نے اسی حد تک منایا جس حد تک شریعت اجازت دیتی ہے۔ ہمارے آج کل کے جشن مسرت کی طرح نہیں جس میں رقص و سرود کی محفلیں جمائی جاتی ہیں اور شرابیں پی جاتی ہیں اور بھنگڑے ڈالے جاتے ہیں۔ اسلام اس قسم کی محفلوں کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں 28 لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ مدائن کے فتح ہونے پر صرف کسریٰ کے خزانوں سے تیس کھرب دینار ملے اور اس کے محل میں جو سامان تھا اس کی قیمت کا اندازہ ہی نہیں۔ مال غنیمت میں کسریٰ کا فرش بہار بھی ملا جو دو سو ستر فٹ لمبا اور ایک سو اسی فٹ چوڑا تھا۔ یہ فرش چونکہ مجاہدین میں تقسیم نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اس کو مدینہ بھیج دیا گیا۔ سیدنا عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ اس کا کیا کیا جائے؟ کچھ نے کہا کہ اسے آپ رکھ لیں لیکن سیدنا عمرؓ اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔ سیدنا علیؓ نے مشورہ دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ سیدنا علیؓ کی اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ سیدنا علیؓ کو اس کا ایک گز ٹکڑا ملا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو انہوں نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔ ان خزانوں نے بادیہ نشینان عرب کے ایمانوں کو ڈانواں ڈول نہ کیا اور نہ ہی کسی نے کوئی شئے چھپا کر رکھی۔ سیدنا سعدؓ نے تمام غنیمت میں سے اس کا پانچواں حصہ (خمس) علیحدہ کیا اور چھانٹ چھانٹ کر اس میں سے ایسی چیزیں رکھیں جنہیں دیکھ کر عرب کے بادیہ نشین تصویر حیرت بن جائیں۔ فرش بہار تو سارا ہی مدینہ طیبہ بھیج دیا گیا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران نے ساٹھ ہزار سواروں میں یہ مال غنیمت تقسیم کیا اور ایک ایک سوار کے حصہ میں بارہ بارہ ہزار آئے۔ اس بیش قیمت مال غنیمت نے مسلمانوں کو بہت مسرور کیا اور آئندہ فتوحات کے لیے ان کے اندر جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

سیدنا بشیر بن خصاصیہ مال غنیمت کا خمس لے کر مدینہ منورہ پہنچے اور اس کو امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ سیدنا سعدؓ نے ایک خط بھی مال غنیمت کے ساتھ سیدنا عمرؓ کو بھیجا جس میں انہوں نے مسلمانوں کی امانت و دیانت اور غنیمت کی کثرت و نفاست کو دیکھا تو انگشت بدنداں رہ گئے۔ سیدنا علیؓ نے کہا: ''امیر المؤمنین! چونکہ آپ کا اپنا دامن پاک ہے اس لیے آپ کی رعایا بھی پاک دامن ہے۔ اگر آپ کی نیت درست نہ ہوتی تو اس کی نیت میں بھی فتور آ جاتا۔ پھر آپ نے کسریٰ اور اس کے افسروں کے لباسوں' تلواروں اور زرہوں کی ایک نمائش سی لگائی تا کہ لوگ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ پھر سراقہ بن مالکؓ کو بلایا گیا اور کسریٰ کے کنگن اور اس کا کمر پٹہ اور اس کا تاج اس کو پہنایا گیا۔ پھر فرمایا: ''سراقہ! ہاتھ اٹھاؤ اور کہو' تعریف ہے اس خدا کی جس نے یہ چیزیں کسریٰ بن ہرمز سے چھین لیں' جو کہتا تھا کہ میں لوگوں کا خدا اور رب ہوں' اور یہ بنی مدلج کے ایک دیہاتی سراقہ بن مالک کو پہنا دیں''۔ (زرقانی جلد 1 ص 348' الاصابہ ترجمہ سراقہ)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمرؓ نے مدینہ کے سب سے لحیم و شحیم اعرابی کو بلایا جس کا نام محلم تھا اور کسریٰ کے مختلف لباس اس کو باری باری پہنائے۔ جب وہ اعرابی کسریٰ کے تمام ملبوسات باری باری پہن چکا تو سیدنا عمرؓ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:

''اے اللہ! تو نے یہ سب کچھ اپنے نبی اور رسول اللہ ﷺ کو نہ دیا حالانکہ وہ تجھے مجھ سے زیادہ عزیز اور محبوب تھا۔ پھر تو نے ابوبکرؓ کو بھی اس سے محروم رکھا حالانکہ وہ بھی تجھے مجھ سے زیادہ محبوب تھے' لیکن اب یہ انعامات تو نے مجھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارزانی فرمائے ہیں۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں کہ کہیں یہ میری آزمائش ہی نہ کی جا رہی ہو"۔

جس وقت مدینہ طیبہ میں سیدنا عمرؓ ایوان کسریٰ کا فرش بہار' اس کا خزانہ' اس کے ملبوسات اور اس کے دوسرے نوادرات اپنے سپاہیوں اور دوسرے اہل مدینہ میں تقسیم فرما رہے تھے' اس وقت یزدگرد رنجیدہ و غمگین حلوان میں پڑا تھا۔ غم اس کے دل کی رگیں کاٹ رہا تھا اور مایوسی اس کا کلیجہ چاٹ رہی تھی۔ رستم کی تصویر رہ رہ کر اس کی آنکھوں کے سامنے آتی اور اسے ستاروں کی پیش گوئی یاد دلاتی۔ وہ سوچتا کہ کہاں ہیں وہ دن جب اس کے آباء و اجداد نے تمام دنیا کو پامال کر کے رکھ دیا تھا اور کہاں ہے وہ زمانہ جب اس کا دادا اور مدائن کے قصر و ایوان کا مالک اردشیر جو عظمت و جلال اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا تھا لیکن آج وہ خود ایک بادشاہ ہے جسے شکست دے کر اس کے دارالسلطنت سے نکال دیا گیا ہے اور اس کی سلطنت اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ کر دی گئی ہے' اور وہ بزدلوں کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگتا پھر رہا ہے' لہٰذا اس نے اپنے مستقبل کے بارہ میں دن رات سوچنا شروع کر دیا کیونکہ اسے اس کا مستقبل تاریک سے تاریک تر نظر آ رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو صلح کا پیغام بھیجا تھا لیکن اس کی کوئی پذیرائی نہ ہوئی کیونکہ مسلمان فاتح تھے اور فاتح کوئی رعایت نہیں دیتا۔ دوسرے وہ یہاں مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ بندوں کو بندوں کی عبادت سے ہٹا کر خالق کی عبادت میں لگانے کے لیے آئے تھے۔ موت سے وہ ڈرتے نہیں تھے کیونکہ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ان کا نظریہ تو یہ تھا کہ ہم میں سے جو اللہ کو پیارے ہوں گے وہ شہید ہوں گے' اور جو بچ رہیں گے وہ فاتح ہوں گے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا تو شام ہو چکی تھی' اس لیے اس کی تقسیم ملتوی کر دی گئی۔ سارا مال مسجد نبوی کے صحن میں رکھا رہا۔ صبح ہوئی تو سیدنا عمرؓ تشریف لائے۔ نماز فجر سے فراغت اور سورج طلوع ہونے کے بعد مال کے ڈھیر پر سے چادر ہٹائی۔ سونے' چاندی اور یاقوت و جواہر کو دیکھا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رونے کی وجہ پوچھی اور کہا:

''یہ تو مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے دشمنوں کو خائب و خاسر کیا''۔

امیر المؤمنین ؓ نے فرمایا:

''مجھے اس دولت کے ملنے پر رونا نہیں آ رہا یہ تو واقعی مقام شکر ہے' بخدا! اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو یہ اشیاء دیں اس میں کینہ اور حسد پیدا ہو گیا' اور جب کسی قوم میں کینہ اور حسد پیدا ہو جاتا ہے تو محبت و مروت کٹ جاتی ہے اور اس قوم کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے''۔

سیدنا عمرؓ کے ان جملوں نے جن میں سیدنا عمرؓ کی دور اندیشی اور دور بینی جھانک رہی تھی' سب حاضرین کو رلا کر رکھ دیا جب کہ دوسرے سب خوشیاں منا رہے تھے۔ یہ دولت اب مسلمانوں میں آ کر اقتصادی انقلاب پیدا کر رہی تھی۔ دولت کے انبار انسان کو عیش و آرام کی تھپکیوں کا عادی بنا دیتے ہیں۔ اس کی عملی قوتوں کو زنگ لگ جاتا ہے اور بغض و حسد باہمی تعاون اور اخوت کے جذبہ کو ختم کر دیتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ افراد اپنی قوم کا سرمایۂ افتخار اور حق کے معاون و مددگار ہوں۔ سیدنا عمرؓ نے اس مال و دولت کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ سکون و فراغت اور آرام و آسائش' کینہ پروری اور حسد و بغض کا پیش خیمہ ہیں' اور وہ رود بہ۔ گویا غیب کی چلمن سے وہ تحریر دیکھ لی جو دست قضا نے اس قوم کی لوح تقدیر پر لکھ دی تھی۔ یہ تھا صحابہ کرام کا جشن مسرت۔

کاؤنٹ جولین کو اس کی خدمات کا صلہ

کتابوں میں لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے اندلس سے اپنی روانگی سے قبل کاؤنٹ جولین کو اس کی ان خدمات کا صلہ دیا جو اس نے مسلمانوں کے لیے کی تھیں۔ وہ صلہ یہ دیا کہ اس کو صوبہ سبتہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حکمران بنا دیا۔ مذہباً وہ عیسائی تھا۔ سب سے پہلے اس کے تعلقات طارق بن زیاد کے ساتھ قائم اور استوار ہوئے۔ جولین نے اس کو اندلس پر حملہ کے لیے کہا۔ طارق نے جولین کو موسیٰ بن نصیر سے ملایا۔ موسیٰ نے اس کی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طارق کو اندلس پر حملہ کے لیے بھیجا۔ جولین نے طارق کی ہر ممکن مدد کی بلکہ راڈرک کے ساتھ جو جنگ ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح میں جولین کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ طارق کے ایک سال بعد موسیٰ بن نصیر خود اندلس آیا۔ جولین اس کا بھی دلیل راہ تھا اور ہر جگہ اس نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ اس کی خدمات مسلمانوں کے لیے ناقابل فراموش ہیں، لیکن وہ شروع سے لے کر آخر تک عیسائی ہی رہا۔ ایک موقع پر بھی مسلمانوں نے اسے دائرہ اسلام میں آنے کے لیے نہیں کہا۔ کیوں کہ اسلامی تعلیم ہے "لااکراہ فی الدین 'دین میں کوئی جبر نہیں'"۔ مسلمانوں نے ایک موقع پر بھی جبر کر کے اسے مسلمان کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ صبح و شام مسلمانوں کے اعمال واخلاق کو دیکھتا تھا۔ مسلمانوں کے یہ اعمال واخلاق ہی اس کے لیے ایک دعوت تھے جو اس نے موسیٰ اور طارق کے اندلس میں رہنے تک قبول نہیں کی اور وہ برابر اپنے مذہب عیسائیت پر قائم رہا۔

یہاں ایک بات ذہن میں رکھیں کہ یہ جو مستشرقین نے اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کیا ہے کہ مسلمانوں نے جبراً لوگوں کو جہاد کے ذریعہ مسلمان کیا' یہ بات سراسر غلط ہے۔ چنانچہ پروفیسر آرنلڈ نے عیسائیوں کے اس الزام کے خلاف ایک ضخیم کتاب پریچنگ آف اسلام کے نام سے لکھی' اور راحقر کی بھی ایک کتاب "اسلام کی دعوتی قوت" اس موضوع پر چھپی ہوئی ہے جس میں دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ دعوت سے پھیلا ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ایک بہادر جرنیل اور سلطان تھا اور اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں اس نے ایک نمایاں کردار ادا کیا مگر اپنی زبان سے نہ کہ تلوار سے۔ اس کا معمول یہ تھا کہ وہ اسلام کی ترغیب دیتا تھا۔ سلطان صلاح الدین کی حسن سیرت اور شجاعت نے ان کے معاصرین کے دلوں پر ایک عجیب فسوں کیا ہوا تھا اور بعض عیسائی بہادروں کے لیے اس کی شخصیت میں اس قدر کشش اور جاذبیت تھی کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ اس کی مثال ایک انگریز کی ہے جس کا نام رابرٹ (Robert) تھا اور جو سینٹ البنس کا رہنے والا تھا۔ اس نے سنہ 1185ء میں عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا اور بعد ازاں سلطان کی ایک نواسی سے شادی کر لی۔ اس زمانہ میں سلطان صلاح الدین اور طرابلس الشام کے حاکم ریمنڈ سوم کے مابین ایک معاہدہ ہوا تھا کہ ریمنڈ اپنے ماتحتوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیحی دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے گا لیکن ریمنڈ کی اچانک موت کی وجہ سے اس منصوبہ پر عمل نہ ہو سکا۔ (روجر ہوڈن' جلد 2 ص 316-322)

جب بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ارض مقدس کی فتوحات حاصل کیں تو ان باتوں نے اہل یورپ کو تیسری صلیبی جنگ برپا کرنے پر انگیختہ کیا۔ اس جنگ کا سب سے بڑا واقعہ شہر عکّہ کا محاصرہ ہے جو سنہ 1189ء سے لے کر سنہ 1191ء تک جاری رہا۔ اس لڑائی میں قحط اور بیماری کی وجہ سے عیسائی لشکر کو جس ہولناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس سے مجبور ہو کر بہت سے عیسائیوں نے اپنے لشکر کو چھوڑ دیا اور فاقہ کشی سے نجات پانے کے لیے مسلمانوں کی لشکر گاہ میں چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد بہت سے لوگ مسیحی حلقہ میں واپس آ گئے لیکن بہت سے لوگوں نے اپنی قسمت کو اہل اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ بعض نے مسلمانوں کی ملازمت اختیار کر لی لیکن وہ اپنے دین پر قائم رہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آقاؤں (مسلمانوں) سے بہت خوش تھے۔ اور بعض اسلام قبول کر کے اچھے اور نیک مسلمان ثابت ہوئے۔ اس عہد کے جو عیسائی اپنا دین چھوڑ گئے تھے ان کا ذکر بکثرت ان سیاحوں کی تحریروں میں ملتا ہے جنھوں نے ارض مقدس اور دوسرے مشرقی ملکوں کا سفر کیا تھا۔ جب لوئی شاہ فرانس گرفتار ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کے لیے سنہ 1250ء میں زرفدیہ ادا کرنے کا حلف اٹھایا تو اس موقع پر حلفیہ کلمات کے تجویز کرنے والے جو لوگ تھے وہ پہلے پادری تھے مگر اب مسلمان ہو چکے تھے۔

مصر میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد قبطیوں کو اپنی مذہبی زندگی میں ایسی آزادی حاصل ہوئی جو ان کو ایک صدی سے نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جزیہ کی وصولی کے بعد سیدنا عمرو بن عاصؓ فاتح مصر نے ان کی عبادت گاہوں کو ان کے قبضہ میں رہنے دیا اور تمام مذہبی معاملات میں ان کو خود مختار بنا دیا اور گزشتہ حکومت کی مسلسل دست اندازی سے ان پر جو بار تھا' اس سے ان کو آزاد کر دیا۔ انہوں نے کلیسا کے اوقاف پر ہاتھ نہیں ڈالا اور نہ ہی کسی قسم کی اور غارت گری جائز رکھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حکومت کے ابتدائی ایام میں قبطیوں کی حالت نہایت اچھی تھی' اور اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ قبطیوں کا اس کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہونا مسلمان حکام کے جبر و اکراہ یا ناجائز دباؤ کا نتیجہ تھا۔

ابھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی اور مصر کا دارالحکومت اسکندریہ عرب حملہ آوروں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کر رہا تھا کہ اکثر قبطیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں مصر کے محاصل کی مقدار ایک کروڑ بیس لاکھ تھی' لیکن مصر کے لوگ اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ چند سال بعد سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت میں یہ آمدنی پچاس لاکھ رہ گئی' اور سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں یہ آمدنی اور بھی کم ہو گئی یہاں تک کہ مصر کے گورنر حیان بن شریح نے یہ تجویز پیش کی کہ آئندہ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوں ان کو جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہ کیا جائے' لیکن سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس تجویز کو منظور کرنے سے یک قلم انکار کر دیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا تھا''۔ (طبقات ابن سعد جلد 5 ص 283)

بعد میں حفص بن ولید نے 744ء میں اعلان کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے وہ جزیہ کی ادائیگی سے بری الذمہ ہوں گے' اس اعلان پر چوبیس ہزار عیسائی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (تاریخ بطارکۂ اسکندریہ از ساویروس ص 172)

اسلامی عہد کی ابتداء میں مصر میں اسلام جس سرعت اور تیزی سے پھیلا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس کی اشاعت میں کوئی خاص کوشش کی گئی تھی بلکہ اس کا زیادہ تر سبب یہ تھا کہ عیسائی مذہب میں اب وہ کشش اور جاذبیت باقی نہ رہی تھی جس کی بدولت عیسائی لوگ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہ سکتے۔ الہیات کے وہ مسائل جن کی بنا پر یعقوبی فرقے کی الگ بنیاد پڑی تھی اور جن کے ساتھ وہ مدت دراز تک بڑی جدوجہد سے قربانیاں دے کر وابستہ رہے تھے' اور نہایت دقیق اور عسیر الفہم تھے' لہٰذا بہت سے لوگوں نے ان غیر متناہی مباحثوں سے پریشان اور ملول ہو کر ایک ایسے دین کی طرف رخ کیا جس کی تعلیم کو خدا کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت جیسے سادہ اور آسان کلمے میں مختصر بیان کر دیا گیا ہے۔ بارھویں صدی عیسوی میں قدیس انطونی خانقاہ میں جو طفیح میں دریائے نیل کے کنارے پر واقع تھی' ایک راہب گزرا ہے جس کا نام بدوطس تھا۔ یہ عیسائی عقائد کا ایک بہت بڑا عالم تھا اور راہبانہ زندگی کے فرائض اور شریعت کے احکام پر پورا عبور رکھتا تھا۔ اس کے عقائد ان عقائد سے مختلف ہو گئے جن کو 318 علماء کی مجلس نے نیقیہ میں منظور کیا تھا۔ اس نے بہت سے ایسے اشخاص کے خیالات تبدیل کر دیے جنھوں نے صحیح عقائد کی تعلیم پائی تھی۔ اس نے اعلان کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر تھا۔ وہ اپنی ملت کے رذیل ترین طبقے کے ساتھ میل ملاپ رکھتا تھا۔ اکثر راہب کا لباس پہنتا تھا۔ جب اس سے اس کے مذہب اور عقیدہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں خدا کی وحدانیت کا قائل ہوں' اور اس کے عقائد ایک عرصہ تک شائع رہے جن کا خاتمہ 1123ء میں ہوا جب اس نے وفات پائی تو اس کی یاد ہمیشہ کے لیے فراموش ہوگئی"۔

(مصر کے گرجے اور خانقاہیں از ابوصالح ص 163-164)

اس کے علاوہ عیسائی زندگی کے ایک ایسے نظریے میں جس کا بلند ترین مظہر ایک نہایت مذموم قسم کی رہبانیت تھی۔ اسلام کے نظام اخلاق کے مقابلہ میں جس کی بنیاد اسلامی فطرت پر ہے' لوگوں کے لیے بہت کم کشش اور جاذبیت تھی۔ اس وجہ سے بھی مصر کے لوگ نہایت سرعت کے ساتھ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے عہد حکومت میں مصر کے عیسائی اس کی رواداری کے باعث بہت خوش تھے اور رواداری کے باعث کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حبشہ میں اسلام کے فروغ کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ حبشہ کے عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمان اخلاقی برتری رکھتے تھے' چنانچہ جب کسی خالی نشست کے لیے کسی دیانت دار اور قابل اعتماد شخص کو منتخب کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی تھی تو اس کے لیے ہمیشہ کسی مسلمان کا انتخاب عمل میں آتا تھا کیونکہ عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ دیانت دار' امین اور چست و چالاک تھے۔ غرض کہ ہر دور اور ہر علاقہ میں اسلام صرف اخلاق اور دعوت سے پھیلا۔ تاتاری جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک اودھم مچایا اور اپنی پوری سفاکی اور سفارت گری سے تمام شہروں کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی' لیکن ایک صدی کے اندر اندر بالآخر وہ بھی مسلمانوں کے دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ادکتائی خان کے عہد حکومت میں فارس کا ایک گورنر گزرا تھا' وہ پہلے بدھ مت کا پیروکار تھا لیکن جب وہاں روحانی اطمینان حاصل نہ ہوا تو بدھ مت کو ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ تیمور خان کے عہد میں آنندا جو قبلائی خان کا پوتا اور صوبہ کانسو کا حاکم تھا' ایک پرجوش مسلمان ثابت ہوا' چنانچہ اس نے تان گوت میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا اور جو لشکر اس کے زیر فرمان تھا' اس کی ایک کثیر تعداد نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دربار میں طلب کیا گیا اور اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی کہ وہ بدھ مت اختیار کر لے۔ جب اس نے اسلام کو ترک کرنے سے انکار کیا تو اسے پس دیوار زندان کر دیا گیا' لیکن پھر اسے جلد ہی رہا کر دیا گیا کیونکہ اس بات کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ تنکوت کے باشندے جو اس کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے تھے' بغاوت کر دیں گے۔

منتخب التواریخ کے مصنف کا بیان ہے کہ آنندا نے خان بالغ (چین کے دارالحکومت پیکنگ کو تاتاری ''خان بالغ'' کہتے تھے جس کے معنی ہیں ''خان کا شہر'') میں چار مسجدیں تعمیر کروائیں تھیں جن میں جمعہ کے روز دس لاکھ افراد نماز ادا کر سکتے تھے' لیکن چین میں اسلام کی اشاعت کے بارہ میں اس قسم کی روایات کو معتبر نہیں سمجھا جاتا کیونکہ ان میں آنندا کو تیمور خان کا جانشین بتایا ہے۔

تاتاریوں کا پہلا فرمان روا جو مسلمان ہوا وہ ''برکہ خان'' تھا جو آلتون اردو کا حکمران تھا جس نے سنہ 1256ء سے 1267ء تک حکومت کی تھی۔ ابوالغازی کا بیان ہے کہ برکہ خان نے اپنی تخت نشینی کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ روایات میں ہے کہ ایک روز وہ ایک قافلہ میں گیا جو بخارا سے آیا تھا اور اس میں سے وہ دو تاجروں کو الگ لے گیا اور ان سے اسلام کے بارہ میں کچھ سوالات کیے۔ انہوں نے اسلام کے عقائد اس خوبی سے اس کے سامنے بیان کیے کہ ''برکہ خان'' صدق دل سے اور خلوص دل سے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اس نے اس کا ذکر سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی سے کیا اور اسے بھی اسلام لانے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد اس نے اپنے مسلمان ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔ لیکن جوزجانی کی روایت یہ ہے کہ برکہ خان کی تربیت بچپن سے ہی ایک مسلمان کی طرح ہوئی تھی اور جب وہ بڑا ہو کر لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو خواس خجند کے ایک عالم سے قرآن حکیم پڑھا۔ (جوزجانی ص 447) اسی مصنف نے لکھا ہے کہ اس کا تمام لشکر مسلمان تھا۔ معتبر اشخاص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کی فوج کے ہر سوار کے پاس ایک سجادہ (جائے نماز) ہوتا تھا تاکہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ نماز پڑھ سکے۔ اس کی ساری فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو شراب پیتا ہو۔ بڑے جلیل القدر علماء یعنی مفسر' محدث' فقیہہ اور مناظر اس کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس کے دربار میں ہمیشہ دینی مسائل پر بحث ہوتی تھی اور بحیثیت مسلمان وہ اپنے مذہب میں بڑا پختہ اور صحیح العقیدہ تھا۔ (تاریخ جوزجانی ص1285-1286)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاتاریوں کی درمیانی مملکت چغتائی اور اس کے جانشینوں کے حصہ میں آئی۔ اس میں اسلام کی دعوت و اشاعت کیسے ہوئی؟ اس بارہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ چغتائی نے مسلمانوں پر ایسی پابندیاں عائد کر دی تھیں جو ان کے لیے تکلیف و آزار کا باعث تھیں۔ جوز جانی کا بیان ہے کہ تمام تاتاری حکمرانوں میں چغتائی اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا اور اس کے سامنے کوئی شخص اسلام کا نام بغیر تحقیر اور مذمت کے نہیں لے سکتا تھا (جوز جانی ص 381' ص 397) لیکن اس کے پوتے اور جانشین قرابلاکو کی بیگم ارغنہ نے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت اسلامی طریقے پر کی تھی اور اس نے سنہ 1264ء میں مبارک شاہ کے نام سے چغتائی مملکت کے تخت کا دعویٰ کیا تھا' لیکن اس کے چچازاد بھائی براق خان نے اسے جلد ہی تخت و تاج سے محروم کر دیا' لیکن اس براق خان کو اپنی وفات (سنہ 1270ء) سے چند روز قبل نور اسلام حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی تھی اور اس نے سلطان غیاث الدین کا نام اختیار کیا تھا۔ (ابوالغازی جلد 2 ص 159) لیکن اس کی تجہیز و تکفین اسلامی طریقے پر نہیں بلکہ تاتاریوں کے قدیم دستور کے مطابق ہوئی تھی۔ جو تاتاری اس کے عہد میں مسلمان ہوئے تھے' اس کی وفات کے بعد وہ قدیم مذہب کی طرف لوٹ گئے۔

چغتائی مملکت کے زوال کے بعد کاشغر کے جس پہلے مسلمان حکمران نے ایک الگ مملکت قائم کی' تاریخ میں اس کا نام تو قلق تیمور خان تھا۔ اس نے بخارا کے ایک بزرگ جمال الدین کی دعوت و تبلیغ سے اسلام قبول کیا تھا۔ روایت میں ہے کہ یہ شیخ چند مسافروں کے ساتھ نادانستہ طور پر تو قلق خان تیمور کی چراگاہ میں داخل ہو گیا اور خان نے حکم دیا کہ اس کی مشکیں باندھ کر اس کے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب شیخ جمال الدین کو حاضر کیا گیا تو تو قلق خان نے ان سے غضب ناک ہو کر پوچھا کہ تم لوگوں نے ہمارے شکار میں خلل ڈالنے کی کیسے جرأت کی؟ شیخ جمال الدین نے جواب دیا کہ ہم بالکل اجنبی ہیں اور اس بات سے مطلق ناآشنا ہیں کہ ہم ایک ممنوعہ علاقہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ جب تو قلق خان کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایرانی ہیں تو اس نے کہا کہ ایک ایرانی سے تو ایک کتا بھی بہتر ہوتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ہاں یہ سچ ہے۔ اگر ہم دین برحق پر نہ ہوتے تو اس صورت میں ہم یقیناً کتوں سے بھی بدتر تھے۔ شیخ کے اس جواب سے تو قلق خان بہت متاثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ جب ہم شکار سے واپس آئیں تو اس جرأت مند ایرانی کو ہمارے سامنے پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے۔ چنانچہ شیخ کو خان کی واپسی پر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ خان نے شیخ کو الگ لے جا کر پوچھا کہ "دین برحق کیا چیز ہے؟ اور اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟" یہ سن کر شیخ نے اسلام کے عقائد ایسے دینی ولولے سے بیان کیے کہ توقلق خان کا دل جو پتھر کی طرح سخت تھا' موم کی مانند پگھل گیا۔ پھر شیخ نے حالت کفر کا ایسا ہیبت ناک نقشہ کھینچا کہ خان کو اپنے گمراہ اور بے بصیرت ہونے کا کمل یقین ہو گیا' لیکن اس نے کہا کہ اگر میں اس وقت دین اسلام کا اظہار کروں تو میں اپنی رعایا کو راہ راست پر نہ لا سکوں گا' لہٰذا تم ابھی صبر و تحمل سے کام لو۔ جب میں اپنے باپ دادا کی سلطنت کا مالک بنوں گا تو اس وقت میرے پاس پھر آنا۔

اس زمانہ میں چغتائی سلطنت پارہ پارہ ہو کر چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور کئی برسوں کے بعد توقلق تیمور تمام سلطنت کو اکٹھا کرنے اور اس پر اپنی حکمرانی قائم کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس اثناء میں شیخ جمال الدین اپنے ملک کو واپس جا چکے تھے۔ وطن پہنچ کر وہ سخت بیمار ہو گئے۔ اور جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے رشید الدین کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا:

"توقلق تیمور ایک روز بڑا بادشاہ بننے والا ہے۔ اس وقت اس کے پاس ضرور جانا اور اس کو میرا اسلام پہنچانا اور اسے بے خوف و خطر وہ وعدہ یاد دلانا جو اس نے مجھ سے کیا تھا"۔

چند سالوں کے بعد جب توقلق تیمور اپنے باپ دادا کے تخت و تاج کا وارث بنا تو رشید الدین اپنے باپ شیخ جمال الدین کی وصیت کے مطابق توقلق تیمور خان کے لشکر میں جا پہنچا' لیکن اپنی تمام کوششوں کے باوجود وہ خان کے دربار میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے یہ تدبیر کی کہ ایک روز صبح سویرے خان کے خیمے کے پاس اذان دینی شروع کر دی۔ جب اس طرح توقلق خان کی نیند خراب ہوئی تو اس نے غضب ناک ہو کر رشید الدین کو اپنے پاس بلایا۔ رشید الدین نے خان کے سامنے حاضر ہو کر اسے اپنے باپ کا پیغام پہنچایا۔ توقلق شیخ جمال الدین سے اپنا وعدہ بھولا نہیں تھا' چنانچہ اس نے کہا کہ جب سے میں تخت پر بیٹھا ہوں' جو وعدہ میں نے کیا تھا وہ میرے کوزۂ ذہن میں محفوظ تھا لیکن جس شخص سے میں نے وعدہ کیا تھا وہ میرے ذہن میں نہیں تھا کیونکہ وہ پھر کبھی نہ آیا۔ بہرحال اب میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اس کے بعد تو قلق خان نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مشرف باسلام ہو گیا' اور بقول ابوالغازی ''اس صبح آفتاب اقبال نے توفیق الٰہی کے افق سے طلوع کیا اور کفر کی شب دیجور کافور ہو گئی''۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ تبلیغ اسلام کے لیے مغل شہزادوں سے فرداً فرداً گفتگو کرنی چاہیے۔ جو لوگ اسلام قبول کریں تو یہ بات ان کے حق میں اچھی ہو گی۔

جس شخص سے سب سے پہلے پوچھا گیا وہ امیر تولک تھا۔ خان نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اسلام قبول کرو گے؟'' اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ تین سال ہوئے جب کاشغر کے چند مقدس لوگوں نے میرے سامنے اسلام کی تبلیغ کی اور اس سے متاثر ہو کر میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا' لیکن آپ کے خوف کی وجہ سے میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر تو قلق خان اٹھا اور اس کو گلے لگا لیا اور پھر تینوں اکٹھے بیٹھ گئے۔ اسی طرح سے انہوں نے سب شہزادوں سے یکے بعد دیگرے گفتگو کی اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا سوائے ایک شخص کے جس کا نام جراس تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ شیخ اور اس کے ملازم کے مابین زور آزمائی کا مقابلہ ہونا چاہیے۔ اس کا ملازم ایک بڑا قد آور کافر تھا۔ وہ اس قدر طاقت ور تھا کہ دو سال کے اونٹ کو اٹھا سکتا تھا۔ شیخ رشید الدین نے اس مقابلہ کو منظور کر لیا اور اس سے کہا کہ اگر میں تمہارے ملازم کو گرا نہ سکا تو میں تمہیں مسلمان ہونے کے لیے نہ کہوں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہے کہ مغل لوگ مشرف باسلام ہوں تو وہ مجھے بے شک اس آدمی کو مغلوب کرنے کے لیے کافی طاقت بخشے گا۔ تو قلق خان اور دوسرے مسلمانوں نے شیخ کو سمجھانے اور باز رکھنے کی بڑی کوشش کی' لیکن شیخ اپنے ارادے میں پختہ رہے۔ اس مقابلہ کو دیکھنے کے لیے ایک انبوہ کثیر اکٹھا ہو گیا اور اس کافر ملازم کو مقابلے کے لیے اندر لے آئے' اور وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ ملازم جس کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا' بڑے پرغرور انداز میں آگے بڑھا۔ شیخ اس کے سامنے بہت چھوٹے اور کمزور دکھائی دیتے تھے۔ جب وہ ایک دوسرے کو گھونسے مارنے لگے تو شیخ نے اس ملازم کے سینہ پر اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو وہ اٹھا اور شیخ کے قدموں میں گر کر کلمۂ شہادت پڑھنے لگا۔ لوگوں نے آفریں اور ستائش کے نعرے بلند کیے اور اس روز ایک لاکھ ساٹھ ہزار تاتاریوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے سروں کی بودیاں کٹوا دیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ خان کا ختنہ ہوا اور نور اسلام کی برکت سے تاریکیاں دور ہو گئیں۔ (ابوالغازی جلد 2 ص 186-188) اس وقت سے اسلام ان تمام شہروں میں مضبوطی سے قائم ہو گیا جو چغتائی خان کے جانشینوں کے زیرنگین تھا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی کسی غیر مسلم پر اسلام قبول کرنے کے لیے جبر نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر مسلم نے جبراً اسلام کو قبول کیا ہے۔ کاؤنٹ جولین نے مسلمانوں کی مدد کی لیکن مسلمانوں نے اس کو اسلام کے دائرہ میں داخل کرنے کے لیے نہ تو کوئی ترغیب دی اور نہ ہی ترہیب سے کام لیا بلکہ اس کو اس کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ بعض عیسائی مؤرخین نے کاؤنٹ جولین کے بارہ میں یہ کہا کہ ؎

قومے فروختند چہ ارزاں فروختند

یعنی انہوں نے جولین پر عیسائیت اور اندلس سے غداری کرنے اور اس کے صلہ میں حکومت حاصل کرنے کا الزام لگایا ہے۔ ان مؤرخین کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کاؤنٹ جولین نے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فتح اندلس میں مسلمانوں کی مدد کی یا اس نے مسلمانوں کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی' لیکن اس نے یہ سب کچھ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے نہیں کیا تھا بلکہ اس کے اندر اپنے نفس کو تسکین دینا تھا اور راڈرک کی انسانیت سوز حرکت کی وجہ سے اس سے اپنا ذاتی انتقام لینا تھا۔ جب سے اس کی بیٹی فلورنڈا نے اس کو راڈرک کی اس حرکت کے بارہ میں بتایا تھا اسی وقت سے اس کے دل میں آتش انتقام کا لاوا ابل رہا تھا۔ انتقام کی اس آتش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس نے یہ سب کچھ کیا تھا' چنانچہ اس میں اس کی ذاتی طمع اور ذاتی فائدہ مضمر تھا۔ ورنہ اندلس کی فلاح و بہبود اور اندلس کی عیسائی حکومت کی خیرخواہی کے لیے وہ بہت کوششیں کر چکا تھا۔ چنانچہ جس وقت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے اندلس پر حملہ آوری کا ارادہ کیا تھا اس وقت اس کو اس سے باز رکھ کر اس نے انہیں بربر قبائل کی طرف پیش قدمی کا مشورہ دے دیا تھا۔ اس طرح سے اس نے کئی موقعوں پر اسلامی حملوں کی مدافعت کی تھی۔ لیکن راڈرک کے اس واقعہ کی وجہ سے وہ سخت انتقام پر اتر آیا اور مسلمانوں کی جرأت و بہادری کی وجہ سے اس کا یہ منصوبہ کامیاب رہا۔ لیکن پھر بھی اس کے توسط سے مسلمانوں کو جو فائدہ ہوا' مسلمانوں نے اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلہ اور انعام اس کو دے دیا کہ وہ اپنی پوری زندگی سبتہ کا حکمران رہا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کافی عرصہ تک نسلاً بعد نسل اس صوبہ کی حکمران رہی اور وہ لوگ بھی اپنے آبائی دین عیسائیت پر قائم رہے۔ مسلمانوں نے کبھی بھی دین کے بارہ میں ان سے مزاحمت نہیں کی۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جولین کے پوتوں اور پڑپوتوں نے خود بغیر کسی جبر کے اسلام کو قبول کیا۔ چنانچہ ابوسلیمان ایوب چوتھی صدی ہجری میں اس خاندان کے ذی علم فقیہ گزرے ہیں۔

موسیٰ بن نصیر ایک دوراہے پر

ادھر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد اپنے سپاہیوں اور مال غنیمت کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہوئے ادھر دارالخلافہ میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی۔ وہ یہ کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک بستر مرگ پر لیٹا تھا اور دوسری طرف سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر براجمان ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک نے ایک تیز رو قاصد موسیٰ بن نصیر کے پاس بھیجا کہ وہ اپنے سفر کی رفتار کو سست کر دیں کیوں کہ خلیفہ ولید ایسے مرض میں مبتلا ہے جس سے اس کا جانبر ہونا ناممکن ہے' اس لیے وہ سلیمان کی تخت نشینی کے بعد اس سارے مال و متاع کے ساتھ دمشق میں داخل ہو۔ لیکن دوسری طرف خود خلیفہ ولید بن عبدالملک کا پیغام موسیٰ کو یہ ملا کہ وہ سفر کی منزلیں عجلت سے طے کر کے جلد از جلد دمشق پہنچے کیونکہ امیر المؤمنین بستر مرگ پر لیٹے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ امیر المؤمنین کی زیارت سے محروم رہ جائیں۔

موسیٰ کے لیے یہ صورت نہایت پریشان کن تھی اور وہ ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھا' گویا اس کی یہ حالت تھی۔

اک طرف کعبہ ہے میرا اک طرف ایمان ہے
کس کو رکھوں کس کو چھوڑوں کشمکش میں جان ہے

بالآخر موسیٰ نے طارق بن زیاد کے مشورہ سے یا بذات خود یہ فیصلہ کیا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بات نہ مانی جائے۔ نہ تو بالقصد عجلت سے سفر کیا جائے جیسا کہ ولید کا پیغام تھا اور نہ عمداً تاخیر کی جائے جیسا کہ سلیمان چاہتا تھا۔ چنانچہ ان دونوں پیاموں کو مسترد کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے موسیٰ نے اپنے قافلے کی وہی رفتار قائم رکھی جس رفتار سے وہ قیروان (افریقہ) سے چلے تھے' تاہم ان کی دلی تمنا اور خواہش تھی کہ وہ اپنے آقائے ولی نعمت امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک کی زیارت سے محروم نہ رہ جائیں اور ان کی خدمات کے ثمرات جو کچھ وہ ساتھ لے جا رہے تھے' ان کی نگاہوں کے سامنے سے گزر سکیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ولید کی زندگی ہی میں دارالخلافہ دمشق میں داخل ہو گئے۔ ولید کو موسیٰ اور طارق بن زیاد کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے بیمار ہونے کے باوجود نہایت تزک و احتشام سے ان کا خیر مقدم کیا۔ شہر کو سجایا گیا۔ دربار میں جشن مسرت کا سماں پیدا کیا گیا اور اندلس کے وہ غنائم جن کے خیرہ کن نظارے سے سلیمان بن عبدالملک اپنے دربار کی رونق بڑھانا چاہتا تھا' وہ سب ولید ہی کے سامنے پیش کیے گئے اور اس نے بستر مرگ پر لیٹے لیٹے اپنی مرضی کے مطابق احکام صادر فرمائے اور جس طور پر تقسیم کرنا چاہتا تھا' ان غنائم کو تقسیم کر دیا۔

زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ موسیٰ کو کیا پتہ تھا کہ میرے دمشق پہنچنے تک ولید زندہ رہے گا۔ لیکن جب وہ دمشق پہنچا تو ولید زندہ تھا اور اس کا بھائی سلیمان ابھی تخت خلافت پر نہیں بیٹھا تھا' اس لیے اس کے مقدر میں اس بے کران دولت کی نمائش نہ تھی بلکہ ولید کے مقدر میں تھی۔ روایات میں ہے کہ اندلس کی اس ڈھیروں دولت اور مال غنیمت کی دوسری چیزوں کی نمائش دمشق کی جامع مسجد میں کی گئی۔ موسیٰ نے خود اس کی نمائش کا خاص اہتمام فرمایا تھا کیونکہ وہ بھی اپنی خدمات کا اظہار کرنا چاہتا تھا اور خلیفہ اور عوام سے داد تحسین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ موسیٰ نے قیدیوں میں سے تیس نوجوانوں کو شاہی حلّوں سے آراستہ کر کے ان کے سروں پر وہ تاج شاہی رکھے جو اندلس کے بادشاہوں کے مال غنیمت میں حاصل ہوئے تھے۔ اس طرح بربری قبائل کے امراء' جزائر بحر روم کے فرمان رواؤں اور حکمرانوں کے لڑکوں اور دوسرے ممتاز مغربیوں کو مرصع لباسوں سے آراستہ کیا۔ ان لوگوں کو جواہرات' یاقوت' زمرد' زبرجد' موتی' زردوزی کے ملبوسات' مرصّع زیورات' زرنگار فرش اور تاریخی مائدہ سلیمانی جس کی مغرب کے چار دانگ میں شہرت تھی اور خود مسلمان بھی اس کی صنعت سے حیران تھے' ان سب چیزوں کو ایک جلوس کی شکل میں ولید بن عبدالملک کے محل کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ پھر موسیٰ اور طارق زرق برق لباسوں میں ملبوس' تاجپوش نوجوانوں کے جلو میں مسجد میں داخل ہوئے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک فرط مسرت سے اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدید علالت کے باوجود موسیٰ بن نصیر' طارق بن زیاد اور اس کے دوسرے افسروں کے استقبال کے لیے جامع مسجد میں چلا آیا تھا۔ ولید خطبہ کے لیے منبر پر تشریف فرما ہو چکا تھا کہ موسیٰ اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ مسجد میں موجود تمام حضرات اس حیرت زا نظارے کو دیکھ کر بحر استعجاب میں ڈوب گئے۔ موسیٰ کی تحسین و آفرین کے ڈونگروں سے مسجد کی فضا گونج اٹھی۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت کے ترانے گائے جانے لگے جس نے اپنے اور مسلمانوں کے دشمنوں پر فتح عطا فرمائی اور اس بیش قیمت اور بے کراں مال غنیمت سے نوازا۔ موسیٰ خلیفہ کے سامنے آئے اور مؤدبانہ سلام کیا اور وہ تیس نوجوان جو سلاطین وقت کی ہیت کذائی اور شکل وصورت بنائے ہوئے تھے' خلیفہ ولید کے دائیں بائیں نہایت ادب سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے۔ نوجوانوں کے اس شاہی ہیئت کذائی میں کھڑے ہونے کی وجہ سے ایک ایسا دل کش منظر پیدا ہو گیا جو اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ تمام حاضرین مسجد اس منظر سے بہت محظوظ ہوئے کیوں کہ یہ دلکش نظارہ مسلمانوں کی عظمت و آن اور جاہ و جلال کی ایک شان بن گیا۔

ولید بن عبدالملک میں بیماری کی وجہ سے اٹھنے کی طاقت نہیں تھی' لیکن اس کے باوجود اس خوشی اور مسرت کے موقع پر سہارے کے ساتھ وہ منبر پر اٹھا' حق تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد اندلس کی اس فتح و کامرانی پر اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جس کی وجہ سے اس اجنبی ملک میں کم فوج کے باوجود فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے' اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ پھر اس نے خوشی و مسرت کے جوش ہی سے وہ تقریر کی جو اس سے قبل اس کے منہ سے کبھی نہ سنی گئی تھی۔ شاید وہ کوئی الہامی جملے تھے جو اس کے منہ سے نکلے' حالانکہ تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علم وفن سے یکسر بیگانہ تھا۔ عبدالملک خود ایک جید عالم اور بہت بڑا محدث وقت تھا۔ اس نے اپنے اس بیٹے کی تعلیم کے لیے بڑی کوشش کی لیکن ولید کی طبیعت علم کی تحصیل کی طرف راغب نہ ہوئی۔ وہ عربی تک غلط بولتا تھا۔ عبدالملک نے اس کے اس نقص کو دور کرنے کی بڑی کوشش کی' اس کے لیے خاص معلم رکھے لیکن "تہی دستان قسمت راچہ سود از راہبر کامل" والا معاملہ ہوا۔ اس لیے عبدالملک نے معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ (ابن اثیر جلد 5 ص 4) گو وہ علم سے بیگانہ تھا لیکن جہان بانی اور جہان رانی کے تمام اوصاف اور خوبیاں اس میں بدرجہ کمال پائی جاتی تھیں اور وہ بنوامیہ کا ایک کامیاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ تھا۔ یہ ولید کی نہایت خوش قسمتی تھی کہ اس کو قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے نامور سپہ سالار اور فاتح مل گئے جنہوں نے اسلامی حکومت کے ڈانڈے چین سے یورپ تک ملا دیے۔ قتیبہ بن مسلم نے خراسان، ترکستان، بخارا، سمرقند، شومان وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے سنہ 94ء میں چین کی حدود میں داخل ہو کر خاقان چین کو بھی اسلامی مملکت کی طاقت کا احساس دلا دیا۔ تواریخ میں ہے کہ خاقان چین مسلمانوں کی فتوحات کا شہرہ سن چکا تھا اس لیے ان کے حالات معلوم کرنے اور ان سے گفتگو کرنے کے لیے ان کا وفد طلب کیا۔ قتیبہ بن مسلم نے ہبیرہ بن مشرح کو دس سنجیدہ مسلمانوں کے ساتھ چین بھیجا اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ خاقان چین کو اس کا یقین دلا دیں کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو اپنے پیروں تلے روند کر خراج وصول نہ کر لوں گا اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا۔

یہ وفد خاقان چین کے دربار میں پہنچا اور اس سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری گفتگو کے بعد خاقان نے ہبیرہ سے کہا کہ ''تم واپس جا کر اپنے جرنیل قتیبہ سے کہہ دو کہ وہ لوٹ جائے۔ مجھ کو تم لوگوں کی تعداد کا علم ہے۔ اگر تم لوگ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے تو میں تمہارے مقابلہ میں ایسی فوج بھیجوں گا جو تمہیں نیست و نابود کر ڈالے گی''۔ ہبیرہ نے اس کا فی الفور جواب دیا کہ تم اس قوم کو کم تعداد کس طرح کہہ سکتے ہو جس کا ایک سرا تمہارے ملک میں ہے اور دوسرا سرا شام میں۔ ہم لوگ موت سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ موت کا ایک دن مقرر ہے اور لڑ کر جان دینا معزز موت ہے، اس لیے نہ ہم قتل کو برا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے سردار قتیبہ نے قسم کھا لی ہے کہ جب تک وہ اپنے پیروں سے تمہاری سرزمین کو روند کر جزیہ وصول نہ کر لے اس وقت تک وہ واپس نہ جائے گا۔ خاقان چین کو مسلمانوں کی قوت و طاقت کا پہلے سے اندازہ تھا۔ ترکستان کا حشر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا، لہٰذا وہ خواہ مخواہ مسلمانوں سے تصادم نہیں چاہتا تھا۔ وہ صرف ان کو آزما رہا تھا کہ اس کی باتوں کا وہ کیا جواب دیتے ہیں، اس لیے ہبیرہ کا دلیرانہ جواب سن کر وہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا، اور جزیہ دے کر بہت سے قیمتی ہدایا اور تحائف قتیبہ کے پاس بھیجے۔ مسلمانوں کا مقصد بھی چین کو فتح کرنا نہیں تھا بلکہ خاقان چین کے خطرہ کا انسداد تھا، اس لیے اس مصالحانہ رویہ پر انہوں نے جزیہ قبول کر کے فوج کشی کا ارادہ ترک کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ (ابن اثیر جلد 5 ص 2-3)

ایک طرف تو خاقان چین مسلمانوں کا باج گزار ہو گیا۔ دوسری طرف بحری قزاقوں نے قزاقی کے ذریعہ عرب عورتوں کی توہین کی تھی' اس کا انتقام لینے کے لیے ولید کے بصرہ کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے سترہ سالہ بھتیجے محمد بن قاسم کو سندھ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ محمد بن قاسم چھ ہزار فوج کے ساتھ مکران سے ہوتے ہوئے دیبل پہنچے اور راجہ داہر کی کئی ہزار فوج کا شجاعت و پامردی سے مقابلہ کیا اور فتح سے ہمکنار ہوئے۔ چچ نامہ اور فتوح البلدان کی روایت کے مطابق محمد بن قاسم فارس کا حاکم تھا۔ حجاج بن یوسف نے اسے چھ ہزار فوج کے ساتھ راجہ داہر کو سبق سکھانے کے لیے بھیجا۔ محمد بن قاسم نے بھاری سامان تو بحری راستہ سے روانہ کر دیا اور خود مکران سے ہوتا ہوا خشکی کے راستہ سے سندھ آیا اور سب سے پہلے ارمن بیلہ کو مسخر کیا (فتوح البلدان ص 442) ارمن بیلہ کے بعد محمد بن قاسم دیبل کی طرف بڑھا۔ جونہی محمد بن قاسم دیبل پہنچا اس کا جنگی سامان بھی بحری راستہ سے دیبل کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ اس سامان میں ایک قلعہ شکن منجنیق (توپ) بھی تھی جسے پانچ سو آدمی حرکت دیتے تھے۔ اس کا نام عروس تھا۔ جونہی محمد بن قاسم دیبل پہنچا' شہر کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف منجنیقیں نصب کر دیں۔ اہل شہر کئی ماہ تک مقابلہ کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخر حجاج نے لکھا کہ شہر پر مشرق کی جانب سے سنگ باری کی جائے۔ چنانچہ سنگ باری کی گئی۔ دوسری طرف سے مسلمانوں نے پورا زور لگا دیا اور اس کی فصیل تک پہنچ گئے۔ پھر چند مسلمان شہر کی فصیل پر کمندیں ڈال کر فصیل پر چڑھ گئے۔ مسلمانوں کا فصیل پر چڑھنا تھا کہ اہل شہر کی ہمتیں جواب دے گئیں۔ راجہ داہر کا حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور مسلمانوں نے نہایت آسانی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں داخل ہو کر محمد بن قاسم نے ایک مسجد تعمیر کرائی' اور چار ہزار مسلمان شہر میں آباد کیے۔ دیبل کا فتح ہونا تھا کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک شہر نیرون تھا' وہاں کے راجہ بھدرکن نے اہل دیبل کے انجام کو دیکھ کر محمد بن قاسم سے صلح کر لی۔ محمد بن قاسم جب نیرون پہنچے تو حاکم نیرون نے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا اور شہر میں لے جا کر مسلمانوں کی ضیافت کی اور ان کے مویشیوں کے لیے چارہ فراہم کیا اور بیش قیمت ہدیے اور تحائف پیش کیے اور اس صلح کی تکمیل کی گئی۔ (بلاذری ص 443) اس کے بعد محمد بن قاسم نے اور کئی شہروں کو فتح کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں سیوستان' سیسم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ سیسم پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا' حجاج کا حکم پہنچا کہ نیرون واپس جا کر راجہ داہر کے پایہ تخت پر فوج کشی کرو۔ چنانچہ یہ حکم ملتے ہی محمد بن قاسم واپس نیرون آ گئے اور چند دنوں کے قیام کے بعد راجہ داہر کی طرف بڑھے۔ راستہ میں جو چھوٹے بڑے شہر آئے ان کو فتح کیا۔ اسی راستہ میں بیٹ کے راجہ موکا کو جو داہر کا ماتحت تھا' لکھا کہ اگر تم اطاعت قبول کر لو تو کچھ اور سوتہ کی حکومت تمہیں دے دی جائے گی۔ راجہ موکا ایک سازش کے تحت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ ایک لاکھ نقد انعام عطا کیا اور خلعت سے نوازا اور نسلاً بعد نسل علاقہ بیٹ کی حکومت کا پروانہ اسے دے دیا۔ محمد بن قاسم کا مقصد خواہ مخواہ راجہ داہر سے لڑنا نہیں بلکہ اسے مطیع بنانا تھا' اس لیے راجہ موکا کی اطاعت کے بعد جارحانہ اقدام سے قبل انہوں نے راجہ داہر کے پاس ایک وفد بھیجا لیکن وہ مصالحت پر آمادہ نہ ہوا اور جواب دیا کہ اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ اس جواب کے ساتھ ہی فوجیں لے کر محمد بن قاسم کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور مسلمانوں کے فرودگاہ کے پاس پہنچ کر ان کے بالمقابل دریائے سندھ کے مشرقی جانب خیمہ زن ہوا۔ چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے سندھ حائل تھا اس لیے راجہ داہر نے جابجا تیرانداز متعین کر دیے کہ مسلمان کشتی کا پل نہ بنانے پائیں۔ لیکن مسلمان کسی نہ کسی طرح پل بنانے میں کامیاب ہو گئے اور دریا پار کر کے غنیم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو شکست دی۔ اس شکست سے راجہ داہر کے دل میں مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ گئی' چنانچہ آخر راجہ خود مسلمانوں کے مقابل آیا۔ راجہ داہر بڑے شکوہ و تجمل کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ کوہ پیکر ہاتھیوں کی صف آگے تھی اور اس کے پیچھے ایک لاکھ کے قریب فوج تھی۔ راجہ داہر خود ایک سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ مقابلہ نہایت سخت تھا۔ راجہ داہر کے بڑے بڑے سرداروں نے لڑ کر مردانہ وار جان دی اور راجہ داہر بھی بالآخر قتل ہوا۔

راجہ داہر کے قتل کے بعد اس کا بیٹا جے سنگھ شکست خوردہ فوج کو رادر میں اکٹھا کر کے ازسرنو مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اس کی فوج نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اور بالآخر رادر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جے سنگھ نے برہمن آباد پہنچ کر پھر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں' لیکن راجہ داہر کے عاقبت اندیش وزیر نے جے سنگھ کے انجام کا اندازہ کر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن قاسم کے پاس جان بخشی اور اطاعت کی درخواست بھیجی۔ محمد بن قاسم قدر شناس تھے لہٰذا انہوں نے وزیر مذکور کی درخواست قبول کر لی۔ وزیر سی ساکر نے خود آ کر اظہار اطاعت کیا اور وہ عرب عورتیں پیش کیں جنہیں سندھ کے قزاقوں نے جہاز سے گرفتار کیا تھا اور جن کی وجہ سے سندھ پر حملہ ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے اس وزیر کی بڑی عزت افزائی کی اور اسے وزیر بنا کر اس کا اعزاز قائم رکھا۔ اس نے اپنی خیر خواہی اور وفاداری سے اتنا اعتماد حاصل کر لیا کہ محمد بن قاسم بغیر اس کے مشورہ کے کوئی کام انجام نہ دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ محمد بن قاسم نے اپنی فوجوں کے ساتھ سندھ کو فتح کرتے کرتے دریائے چناب کو عبور کیا اور ملتان کی طرف بڑھے۔ یہاں کا راجہ گور سنگھ پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اس نے ملتان کی حدود میں پہنچتے ہی نہایت سخت جنگ شروع کر دی' لیکن مسلمانوں کی جرأت و ہمت کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا اور پسپا ہو کر شہر میں قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے شہر کا پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے اہل شہر کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا پڑا۔ کھلے میدان میں وہ مسلمان فوج کے سامنے زیادہ دیر تک ٹک نہ سکے اور شکست کھائی۔

ملتان اس زمانہ میں بدھ مت کا ایک بہت بڑا تیرتھ تھا اور یہاں کے صنم کدہ میں بے شمار دولت تھی جو سب مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ اٹھارہ گز لمبا اور دس گز چوڑا کمرہ سونے سے بھرا ہوا تھا۔ (بلاذری ص 445) چچ نامہ کے بیان کے مطابق اس کی مقدار کئی سو من تک پہنچ جاتی ہے۔ ملتان کے بعد بھی محمد بن قاسم کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا لیکن ولید کا عہد خلافت ختم ہو گیا۔

تیسری طرف مسلمہ بن عبدالملک نے فتوحات شام میں اضافہ کیا اور رومیوں کو ہر محاذ پر شکست دی اور حصن عموریہ اور نواح آذر بائیجان کو فتح کیا۔ طرطوس اور انطاکیہ وغیرہ کو تسخیر کیا۔ اسی زمانہ میں بحر روم کے سب سے بڑے جزیرہ سسلی پر حملہ ہوا۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ ولید بن عبدالملک نہایت خوش قسمت خلیفہ تھے کہ ان کے زمانہ میں چار بہادر جرنیلوں نے دنیا کا ایک بہت بڑا علاقہ فتح کر لیا۔ آج اندلس کو فتح کر کے اور ڈھیروں دولت سمیٹ کر اس کا بہادر جرنیل موسیٰ بن نصیر ایک اور بہادر جرنیل طارق بن زیاد اس کے پاس کھڑے تھے اور ولید سخت بیماری کے باوجود جامع مسجد دمشق میں وفور جوش و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسرت سے تقریر کر رہے تھے۔ان جرنیلوں کے سنہری کارناموں نے اس میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ جوانوں اور صحت مند لوگوں کی طرح تقریر کر رہا تھا اور خطبہ بھی اس نے ایسا دیا کہ اس سے قبل اس نے ایسا خطبہ نہیں دیا تھا۔ جمعہ کا یہ خطبہ اتنا طویل ہوگیا کہ اندیشہ ہوگیا کہ کہیں نماز کا وقت نہ چلا جائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ولید نے موسیٰ کو اپنے سامنے بلا کر بٹھایا اور تین تین مرتبہ شاہانہ خلعت سرفراز کیا۔

اب موسیٰ نے غنائم کا انبار جو وہ اندلس سے اپنے ساتھ لائے تھے ولید کے قدموں پر رکھا۔ یہ ایک نہایت حیرت زا اور دلچسپ نظارا تھا جس کو دیکھ کر اہل دمشق اور عمائدین سلطنت محو حیرت ہو گئے۔زرنگار فرش اور مائدہ سلیمانی کو ادھیڑ کر زر و جواہرات جمع کیے گئے۔ مختلف قسموں کا مال جب الگ الگ ہوگیا تو اس کی تقسیم کی باری آئی۔ ولید نے اس مال کا بڑا حصہ بیت اللہ پر وقف کیا۔ پھر جس جس کو جو دینا تھا وہ دیا۔اس موقع پر بھی ولید نے موسیٰ کی غیر معمولی قدر افزائی کی کہ اس کو پچاس ہزار اشرفیاں بطور انعام دیں اور خلعت فاخرہ سے دوبارہ سرفراز کیا۔اس کے لڑکوں کے وظیفے مقرر کیے۔اسی طرح اس کے پانچ سو موالی کے وظائف علیحدہ مقرر کیے۔ جب یہ سب کچھ ہوگیا تو اب موسیٰ نے بربر، روی اور اندلسی قائدین، جرنیلوں اور حکمران خاندانوں کے افراد کو ولید کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ وہ سب لوگ تھے جو موسیٰ کے ساتھ اندلس اور افریقہ سے آئے تھے۔ولید نے ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کی، خلعتوں سے نوازا، تحائف اور انعامات دیے اور ان کے مستقل وظائف جاری کر دیے۔گویا جتنی ان کی قدر افزائی ہوسکتی تھی وہ کی گئی۔ان مراسم کے بعد یہ مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔ یہ مجلس گویا موسیٰ بن نصیر اور ان کے جرنیلوں اور ساتھیوں کی قدر افزائی کے لیے منعقد کی گئی تھی۔کسی سلطان وقت کے دربار میں کسی بڑے سے بڑے رکن سلطنت کی جو بڑی سے بڑی قدر افزائی ہوسکتی تھی وہ اس مجلس میں موسیٰ بن نصیر اور ان کے جرنیلوں طارق بن زیاد وغیرہ اور اس کے ساتھ آئے ہوئے قبائل کے سرداروں وغیرہ کی کی گئی۔ یہ قدر افزائی دراصل موسیٰ بن نصیر کی تھی اس کے جرنیلوں اور ساتھیوں کی قدر افزائی تو اسی کی وجہ سے تھی۔ان مراسم کے اختتام کے بعد موسیٰ اور اسکے ساتھی نہایت خوش تھے اور اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد ولید پھر بستر پر لیٹ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولید کا انتقال اور سلیمان بن عبدالملک کی تخت نشینی

موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے ابھی چالیس روز ہی گزرے تھے اور موسیٰ کو خلعت فاخرہ اور انعام ملے ابھی چند روز ہوئے تھے کہ اس کے محسن اور ولی نعمت ولید بن عبدالملک کا سانحۂ انتقال پیش آیا جمادی الآخرہ سنہ 96ھ میں ولید کا انتقال ہوا اور اسی سال حجاج بن یوسف ثقفی کا انتقال ہوگیا۔ وہ اموی حکومت کا قوت بازو تھا۔ حجاج اگرچہ بڑا ظالم تھا لیکن اس میں بعض اچھی خصوصیات بھی تھیں۔ وہ بڑا فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ اس کی بعض تقریریں عربی بلاغت کا بہترین نمونہ ہیں۔ وہ قرآن حکیم کا بہت اچھا قاری تھا۔ قرآن حکیم پر سب سے پہلے اسی نے اعراب لگوائے (فہرست لابن ندیم ص 61' ابن خلکان تذکرہ حجاج بن یوسف) سندھ کی فتح بھی اسی کی یادگار ہے۔ گو اس کا فاتح محمد بن قاسم ہے لیکن اول تو حجاج ہی نے اسے اس مہم پر بھیجا تھا اور پھر آخر وقت تک اس کی ہر قسم کی مدد کرتا رہا اور اسے مشورے وغیرہ بھی دیتا رہا جو اس کے لیے بڑے مفید اور سندھ کی فتح میں بڑے معاون ثابت ہوئے۔ اس لیے سندھ کی فتح درحقیقت اسی کی توجہ کا نتیجہ تھی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا اور سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور باب صغیر دمشق کے باہر دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر 42-46 سال تک تھی (باختلاف روایات) مدت خلافت نو سال چند ماہ ہے۔

سلیمان بن عبدالملک کی جانشینی

ولید کے انتقال کے بعد اس کا حقیقی بھائی سلیمان جس کو ان کا والد عبدالملک بن مروان نے اپنی زندگی میں ولید کے بعد ولی عہد بنا لیا تھا' جمادی الآخرہ سنہ 96ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ سلیمان فطرتاً سعید اور صالح تھا اور عمر بن عبدالعزیز اس کے مشیر اور ہم جلیس تھے اور عمر بن عبدالعزیز جیسے نیک دل مشیر نے اس کے اخلاق و اعمال کو اور سنوار دیا تھا' اس لیے بعض لحاظ سے وہ اپنے پیش روؤں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہوا' اور اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی اموی حکومت کی سیاست تبدیل ہوگئی۔ اس کا اندازہ اس کی اس تقریر ہی سے ہو سکتا ہے جو اس نے تخت نشینی کے بعد کی۔ اس میں اس نے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الحمد للہ! دنیا دھوکے کی جگہ اور باطل کا گھر ہے۔ رونے والے کو ہنساتی ہے اور ہنسنے والے کو رلاتی ہے۔ بے خوف کو خوف زدہ کرتی ہے اور خوفزدہ کو امن دیتی ہے۔ دولت مند کو محتاج کرتی ہے اور محتاج کو دولت مند بناتی ہے' اہل دنیا کو مائل کرنے والی' دھوکا دینے والی اور ان کے ساتھ کھیلنے والی ہے۔

''اے اللہ کے بندو! کتاب اللہ کو اپنا پیشوا بناؤ اور اس کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرو' اسے اپنا راہنما مانو کہ وہ اپنے ماقبل کتابوں کی ناسخ اور خود اس کو کسی کتاب نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

''اللہ کے بندو! یہ قرآن شیطان کے مکر کو اسی طرح کھول دیتا ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی رات کی تاریکی کو دور کر دیتی ہے''۔

(مسعودی جلد 2 ص 660' کتاب البیان والتبیین جلد 1 ص 166)

عمر بن عبدالعزیز اس کے مشیر تھے۔ وہ خود اچھے نیک شخص تھے۔ چنانچہ سلیمان نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جن کو ولید نے ناحق قید کیا ہوا تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ جیل خانے بالکل خالی ہو گئے۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ سلیمان کے اندر ایک برائی بھی تھی اور اس برائی نے ایک تو اس کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا اور دوسرے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ وہ برائی اس میں یہ تھی کہ اس میں انتقام کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ اور اونٹ کی طرح اپنے اندر کینہ کو پالتا رہتا تھا۔ چنانچہ جن جن لوگوں سے ولی عہدی کے زمانہ میں اس کو کسی قسم کی کوئی شکایت یا اس کے دل میں کسی کے بارہ میں کوئی میل تھا' تو تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اس نے ان لوگوں کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا' اس انتقام میں نہ صرف ان کا مستقبل تباہ کیا بلکہ اکثر کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ ان لوگوں میں بعض بڑے بڑے فاتحین اور اموی حکومت کے ستون تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے حکومت کی عسکری قوت کو شدید نقصان پہنچا۔

چنانچہ ان کے دور میں اس کے محاسن اور انتقام دونوں کے مظاہر ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس کی تخت نشینی کے بعد ہی قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ گو اس کے قتل سے سلیمان کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کا سلسلہ پھر بھی اس سے ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سلیمان' ولید کے دور کے تمام جابر عمال خصوصاً حجاج بن یوسف اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ماتحت حکام کے جن میں ایک قتیبہ بن مسلم بھی تھا' سخت خلاف تھا۔ پھر ان دونوں نے سلیمان کی ولی عہدی سے اخراج کی تجویز میں ولید کی تائید کی تھی۔ اس وجہ سے ان دونوں کے ساتھ اس کو دوہری مخالفت اور دشمنی تھی۔

حجاج کا انتقال تو ولید کے انتقال سے چند روز پہلے ہو چکا تھا البتہ اس کے ماتحت حکام اور قتیبہ بن مسلم باقی تھے۔ چنانچہ جب اس نے حجاج بن یوسف کے زمانہ کے مظالم کی اصلاح اور تلافی کی طرف توجہ کی (**هم سليمان في اصلاح ما افسده الحجاج**) تو پھر اس کے ماتحت حکام کی داروگیر شروع ہوئی۔ (کتاب العیون والحدائق ص22)

یہ درست ہے کہ سلیمان نے قتیبہ سے کوئی مواخذہ نہیں کیا اور نہ ہی اس سے کوئی داروگیر کی لیکن سلیمان کا رویہ اور رخ دیکھ کر خود قتیبہ کو اس کی جانب سے خوف پیدا ہو گیا۔ اسے سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ سلیمان اسے خراسان کی حکومت سے معزول کر کے اس کے حریف مقابل یزید بن مہلب کو جسے وہ بہت مانتا تھا' خراسان کا گورنر نہ بنا دے۔ یہ خوف اس کے لیے سوہان روح بن گیا۔ چنانچہ جونہی سلیمان مسند خلافت پر بیٹھا' قتیبہ نے اس کو کئی خطوط لکھے جس میں اپنی وفاداری اور اطاعت کا پورا پورا یقین دلایا اور سرزمین عجم میں اپنی خدمات کی تفصیل اور اہل عجم میں اپنی ہیبت اور دھاک کا حال لکھ کر آخیر میں دھمکی دی کہ اگر یزید بن مہلب کو اس کی جگہ والی مقرر کیا گیا تو وہ علم بغاوت بلند کر دے گا اور خلیفہ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھے گا۔ ایک گورنر کی طرف سے امیر المومنین کو بغاوت کی دھمکی ایک بہت بڑی بات تھی۔ سلیمان کو تو اسی وقت اس پر ایکشن لینا چاہیے تھا' لیکن خلیفہ نے اس پر اس سے کوئی تعرض نہ کیا اور اس کے بارہ میں اپنا طرز عمل نہ بدلا بلکہ خراسان کی حکومت کا پروانہ اس کو بھیج دیا۔ یہ اس نے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا ورنہ دھمکی کے بعد اس طرح کا سلوک اور وطیرہ روا نہیں رکھنا چاہیے تھا' لیکن قتیبہ بن مسلم کو اس سے اتنی بدگمانی تھی اور اسے اپنی طاقت اور اپنے ماتحت قبائل کی وفاداری اور اطاعت پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس نے سلیمان کے جواب کا بھی انتظار نہ کیا اور خراسان کی حکومت کا پروانہ ملنے سے پہلے ہی علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنے ماتحتوں اور ماتحت قبائل کو خلیفہ کی بیعت فسخ کرنے پر ابھارا' لیکن اس کی توقع کے خلاف کسی شخص نے اس بارہ میں اس کا ساتھ نہ دیا۔ قتیبہ کے لیے یہ ایک اچنبھے کی بات تھی۔ ان کو اپنے ماتحتوں پر بڑا اعتماد تھا' لیکن اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اعتماد کو ان لوگوں نے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کو کہہ دیا کہ ہم کسی صورت خلیفہ کی بیعت فسخ نہ کریں گے۔ ماتحتوں کا یہ رنگ دیکھ کر وہ غضب و غصہ سے لبریز ہو گیا اور قبیلہ بنی تمیم پر سخت برہمی کا اظہار کیا۔ اس کا خیال تھا کہ بنو تمیم میری اس برہمی کا احساس کرتے ہوئے میرا ساتھ دیں گے اور جو کچھ میں کہوں گا اس کی اطاعت کریں گے' لیکن اس کی برہمی کا الٹا اثر ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلہ بنو تمیم اس سے بگڑ گیا اور وکیع بن الاسود تمیمی کو اپنا سردار بنا کر قتیبہ کے مقابلہ میں آ گیا۔ اس قبیلہ کا بگڑنا تھا کہ ہزاروں اہل عجم بھی اس قبیلہ کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح سے بنو تمیم ناقابل تسخیر قوت بن گیا۔ اب قتیبہ اور بنو تمیم کے لشکروں میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ قتیبہ اگرچہ بہت اعلیٰ قسم کا جرنیل تھا لیکن بنو تمیم کے مقابلہ میں اس کی قوت کمزور تھی کیونکہ بنو تمیم کا ساتھ اہل عجم دے رہے تھے' اور اہل عجم پہلے ہی قتیبہ کے خلاف تھے' لہٰذا انہوں نے بنو تمیم کا کھل کر اور نہایت قوت سے ساتھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قتیبہ خود' اس کے بھائی اور لڑکے مارے گئے اور اس کا سر قلم کر کے سلیمان بن عبدالملک کے پاس بھجوا دیا گیا۔ قتیبہ کے قتل کے بعد سلیمان نے یزید بن مہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو طبری' ابن اثیر اور البدایہ والنہایہ)

اس سارے واقعہ سے ظاہری طور پر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قتیبہ کے قتل میں سلیمان کا کوئی دوش اور قصور نہیں تھا' لیکن سلیمان کی منتقم مزاجی نے اتنے بڑے جرنیل کو اس خوف سے دوچار کیا کہ سلیمان مجھ سے ضرور انتقام لے گا جس کی وجہ سے وہ بغاوت پر اتر آیا۔ اگر سلیمان کے مزاج میں انتقام کا مادہ نہ ہوتا تو اتنا بڑا جرنیل اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں قتل نہ ہوتا جس کے قتل نے اسلام اور مسلمانوں دونوں کو نقصان پہنچایا۔

جب سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر براجمان ہوا اس وقت محمد بن قاسم ثقفی سندھ کی مہمات میں مشغول تھا۔ چنانچہ ولید کے عہد خلافت میں سندھ سے پیش قدمی کرتے کرتے ملتان تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے بیلمان' سرست کے علاقوں کو مطیع و منقاد کیا اور جے پور کے راجہ کو شکست فاش دی۔ (فتوح البلدان ص445)

محمد بن قاسم ایک نہایت اعلیٰ جرنیل اور نہایت صالح نوجوان تھا۔ سندھ کی فتح میں اس نے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اور وہاں عادلانہ نظام حکومت قائم کیا۔ اس کے اثرات اس علاقہ میں بڑے اچھے پڑے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل ہونے لگے۔ جو مسلمان نہ بھی ہوئے وہ بھی اس کی پاکیزگی اور نیکی کے معتقد تھے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود وہ حجاج کا بھتیجا تھا' اس وجہ سے وہ سلیمانی عتاب سے نہ بچ سکا۔ چنانچہ سلیمان نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا حاکم اور والی بنا کر بھیجا۔ اس نے سندھ پہنچ کر شاید سلیمان کے حکم سے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا۔ عراق کا گورنر صالح بن عبدالرحمٰن تھا' اس کے بھائی آدم کو جو خارجی تھا' حجاج بن یوسف نے قتل کیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کا انتقام محمد بن قاسم سے لیا اور اسے قید میں ڈال کر طرح طرح کی اذیتیں دیں اور بالآخر اسے قتل کر دیا۔ سندھ کے لوگ محمد بن قاسم کے بہت معتقد تھے۔ چنانچہ اس واقعہ سے وہ لوگ سخت متاثر ہوئے اور جے پور کے لوگوں نے اپنی عقیدت کے اظہار میں اس کی تصویر بنا کر رکھی۔

(ملاحظہ ہو فتوح البلدان' بلاذری ص445)

موسیٰ بن نصیر سلیمانی عتاب کی زد میں

اس سے بھی زیادہ افسوس ناک واقعہ موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس کا ہے۔ جونہی ولید کا انتقال ہوا موسیٰ کی تباہی و بربادی اور ادبار و تنزل کے دن شروع ہو گئے۔ سلیمان بن عبدالملک نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی موسیٰ بن نصیر کو مختلف معاملات میں گھسیٹنا شروع کر دیا۔ سلیمان ولید کے زمانہ ہی سے موسیٰ سے خار کھائے بیٹھا تھا کیونکہ اس نے اس کی اس بارہ میں حکم عدولی کی تھی کہ وہ اپنے سفر میں سستی نہ کر سکا' اور جو غنیمت کا مال ولید کے زمانہ میں وہ دمشق لے آیا تھا وہ سلیمان کے عہد خلافت میں اسے لانا چاہیے تھا۔ جس وقت سلیمان کا قاصد موسیٰ کی طرف سے مایوس کن جواب لے کر آیا تھا' تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ سلیمان نے اسی وقت قسم کھالی تھی کہ وہ برسر اقتدار آ کر موسیٰ کو سخت سے سخت سزا دے گا۔ پھر ولید نے جامع مسجد دمشق میں موسیٰ کی جس طرح قدر افزائی کی اور جس طور پر مال غنیمت تقسیم کیا' وہ سلیمان کو ایک آنکھ نہ بھایا بلکہ اس جشن مسرت نے سلیمان کے غصہ میں اور اضافہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی موسیٰ بن نصیر کو دربار میں طلب کیا اور اس کی جواب طلبی کی جس سے ان دونوں میں تلخ کلامی ہو گئی۔ سلیمان نے نہایت غصہ سے موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تمہیں یہ کیسے جرأت و ہمت ہوگئی کہ تم میرے حکم کی خلاف ورزی سے باز نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ ئے۔ بخدا! میں تمہاری تعداد کم کروں گا' تمہاری جمعیت منتشر کر دوں گا اور تمہاری ساری دولت وثروت اور املاک و جائیداد کو برباد اور تباہ کر دوں گا یا پھر حق سرکار ضبط کر لوں گا''۔

موسیٰ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے اپنے زمانہ کے محترم شیوخ اور معززین میں سے تھے۔ یہ درست ہے کہ جس شخص نے ان سے یہ بات کہی تھی وہ وقت کا امیرالمؤمنین تھا۔ چین سے لے کر سندھ تک اور اندلس اور براعظم افریقہ اس کے ماتحت تھے۔ اس وجہ سے موسیٰ بن نصیر نے دلائل کے ساتھ یوں عذرخواہی کی' کہا:

''امیرالمؤمنین! میری غلطی اور خطاء اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ آپ کے پیش رو خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی...... باقی رہا مجھ کو ذلیل و رسوا کرنا' میری جمعیت کو تباہ و برباد کرنا اور مال و دولت کا چھین لینا یا تباہ کر دینا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کا احسان فرمایا میں اسی سے مدد کا خواستگار ہوں اور امیرالمؤمنین کے غصہ اور عتاب سے بچنے کے لیے اسی کی پناہ تلاش کرتا ہوں''۔

موسیٰ نے جو کچھ کہا بالکل درست اور صحیح کہا۔ ہر شئے اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت سے دوچار کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔ لیکن موسیٰ کا یہ جواب سلیمان کے طیش وغضب اور غصہ کو فرو نہ کر سکا بلکہ اس میں اضافہ کا باعث بنا۔ اس کے بعد ان دونوں میں نہایت تیز وتند اور تلخ قسم کی گفتگو ہوئی۔ سلیمان نے افریقہ' مغرب' اندلس وغیرہ کے نظم ونسق کے بارہ میں موسیٰ سے سوالات کیے تو انہوں نے جواب میں کہا: ایک لڑکا عبداللہ شمالی افریقہ کا گورنر ہے' دوسرا مروان طنجہ اور مغرب اقصیٰ کا اور تیسرا عبدالعزیز جو ولایت اندلس پر مامور ہے۔

موسیٰ کا ایک لڑکا عبدالعزیز اندلس کا اور دوسرا لڑکا عبداللہ شمالی افریقہ کا والی اور گورنر تھا۔ سلیمان کو سیاسی نقطۂ نظر سے ایک ہی گھر میں شمالی افریقہ سے لے کر فرانس کی سرحد تک کی حکومت پسند نہ آئی۔ اس پر موسیٰ سے اس نے یہ سوال کیا کہ اب تم اتنے معزز ہو گئے ہو یعنی تمہارے بیٹوں کے علاوہ اور کوئی حکومت کا اہل ہی نہ تھا۔

موسیٰ کے منہ سے یہ سن کر سلیمان کا غصہ اور بھڑکا اور اس نے طنزیہ انداز میں کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب تو تم بہت معزز ہو گئے''۔ معزز تو وہ تھے ہی کیونکہ انہوں نے اپنی قوت بازو اور جرأت ایمانی سے افریقہ اور اندلس کو فتح کر کے اللہ اور مسلمانوں کے دلوں پر اسلام کی دھاک بٹھا دی تھی۔ کفران کی تیغ برّاں کے سامنے اس طرح بھاگتا تھا جس طرح شیر کے سامنے گدھے بھاگتے ہیں۔ موسیٰ سلیمان کا یہ طنز کیسے برداشت کر سکتے تھے' لہٰذا انہوں نے اسی انداز میں جواب دیا:

''انہی لڑکوں نے اپنی قوت وطاقت اور زور بازو سے ان مقامات کو فتح کیا' لہٰذا یہ بات کیا کم باعث اعزاز ہے؟ پھر امیر المؤمنین! غور سے سن لیں مجھ سے زیادہ کون معزز ہے؟

اس جواب نے سلیمان کو برافروختہ کر دیا اور اس کا غصہ پارے کی طرح چڑھ گیا' اب اس نے گرج دار آواز اور غضب آلود لہجہ میں موسیٰ سے پوچھا:

''اور نہ امیر المؤمنین تم سے زیادہ معزز ہیں؟''

اب موسیٰ کو ہوش آیا کہ میرے الفاظ کے کیا معانی لیے جا رہے ہیں۔ عزت کا اسلامی معیار تو ایمان اور ایک مسلمان کے اخلاق اور کارنامے ہیں۔ اور اصل میں عزت تو اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ سلیمان کو سمجھ جانا چاہیے تھا کہ موسیٰ کے اس جملہ کے کیا معنی ہیں۔ اس نے موسیٰ سے اپنا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ امیر المؤمنین سلیمان کا یہ سوال سن کر موسیٰ نے نہایت عاجزی اور لجاجت کے لہجے میں عرض کیا:

''میرا امیر المؤمنین سے کیا مقابلہ؟ امیر المؤمنین کی تو وہ شان ہے جس سے بلند کوئی دوسری شان نہیں۔ حکومت کے ارکان اور عمائدین کی سب شانیں کتنی بھی بلند اور اونچی ہو جائیں' پھر بھی وہ امیر المؤمنین کی شان سے پست اور نیچے ہیں کیونکہ ہر ایک کو اونچی اور بلند شان امیر المؤمنین کے توسط اور فرمان ہی سے حاصل ہو سکتی ہے''۔

موسیٰ بن نصیر کا جواب نہایت معقول تھا اور اس میں امیر المؤمنین کی بلندی شان بھی مضمر تھی لیکن ''نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند'' اس جواب سے سلیمان کے دل میں کوئی نرمی پیدا نہ ہوئی' لہٰذا فرط غضب سے فرمان شاہی ہوا جس کی رو سے موسیٰ کو گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں مجرموں کی طرح سزا کے طور پر کھڑا کر دیا گیا یہاں تک کہ موسیٰ کے جسم کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بال بال عرق آلود ہوگیا۔ جب دھوپ کی تمازت اور تپش برداشت نہ ہوسکی تو فاتح افریقہ و اندلس بے ہوش ہوکر نیچے زمین پر گر پڑے۔ یہ تھا حشر اس جلیل القدر جرنیل' قائد اسلام کا جس کی تیغ براّں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کیا تھا۔ اور افریقہ سے فرانس تک کے علاقہ کو زیرنگین کیا' اور ایسے کارنامے انجام دیے جن کو دنیا کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ علاوہ ازیں وہ کروڑوں اربوں کا مال غنیمت دربار خلافت میں لایا۔ آج اس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے اور وہ آفتاب کی تمازت اور دھوپ کی گرمی سے بے ہوش ہوکر زمین پر گرا پڑا ہے۔ یہ ہیں زمانے کی نیرنگیاں۔ سلیمان نے موسیٰ کی تمام گزشتہ خدمات جو انہوں نے ملک و ملت کے لیے کی تھیں' ان سب کو یک قلم فراموش کر دیا اور صرف ایک معمولی سی حکم عدولی جو کہ حکم عدولی بھی نہیں کہلائی جا سکتی کیونکہ سلیمان اس وقت ابھی امیرالمؤمنین نہیں بنا تھا' یہ سزا دی جا رہی تھی جو ایک بہت بڑے باغی اور مجرم کو دی جاتی ہے۔ موسیٰ بن نصیر کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ ان کا تعلق لخمی قبیلہ سے تھا اور وہ جلیل القدر تابعین میں سے تھے۔ خاندان بنوامیہ سے ان کے نہایت دیرینہ تعلقات تھے' لیکن سلیمان نے ان میں کسی تعلق کا لحاظ نہ رکھا۔ موسیٰ کی خطا صرف اتنی تھی کہ سلیمان کے مزاج کے خلاف موسیٰ کی عزت افزائی ہوئی۔ اس کو خلعت فاخرہ امیرالمؤمنین ولید نے عطا کی اور دوسری طرف اس داد و دہش جو ولید نے دمشق کی جامع مسجد میں موسیٰ اور اس کے ساتھیوں اور موالی کو دی تھیں' اس میں اندلس کے مال غنیمت کا معتدبہ حصہ صرف ہوگیا۔

موسیٰ کو سلیمان نے ذہنی طور پر نہایت پریشان کیا۔ ابھی چند روز قبل سلیمان کے بھائی ولید نے اس بہادر جرنیل کی بڑی عزت افزائی کی۔ پچاس ہزار اشرفیوں کا گراں قدر انعام دیا' تین خلعت عطا کیے۔ اس کے پانچ سو غلاموں کو عطیات دیے اور اس کے ساتھیوں کی بھی قدر افزائی کی گئی تھی' آج اسی موسیٰ بن نصیر کو سزا کے طور پر چلچلاتی دھوپ میں اس وقت تک کھڑا کر دیا گیا جب تک کہ وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ وہ موسیٰ کی جلالت قدر سے بخوبی آشنا تھے۔ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ سلیمان کی غضب آلود نگاہیں اب تک ان سے چار نہیں ہوئی تھیں۔ سلیمان جو کچھ موسیٰ سے کر رہا تھا وہ اس کو نظر استحسان سے نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے تھے اگرچہ وہ سلیمان کے بہنوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے چچازاد بھائی تھے اور سلیمان کو کچھ ان کا ہی لحاظ کرنا چاہیے تھا' لیکن فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس سے زیادہ سخت دن اور کوئی نہیں گزرا اور نہ اس سے زیادہ کرب میں نے کسی روز اٹھایا۔ اب جب سلیمان ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں لب کشائی کی جرأت ہوئی۔ انہوں نے سفارش کی۔ سلیمان کا غصہ کچھ فرو اور ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس نے موسیٰ کو ضمانت پر رہا کرنا چاہا۔ یزید بن مہلب نے ان کی ضمانت قبول کر لی' اور موسیٰ بن نصیر کو اسی وقت تمام صوبوں اور ولایتوں سے معزولی کا فرمان سنا دیا گیا۔

موسیٰ کی ولایتوں سے معزولی کی طرح کا ایک اور واقعہ اس سے قبل بھی ہو چکا تھا لیکن اس واقعہ کی نوعیت کچھ اور طرح کی تھی۔ اس میں معزول کرنے والی شخصیت کسی ذاتی غصہ کی وجہ سے اسلام کے ایک بہت بڑے جرنیل کو معزول نہیں کر رہی تھی' بلکہ وہاں سب کچھ دین کی وجہ سے ہو رہا تھا اور یہاں موسیٰ کی معزولی اپنی ذاتی آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا جا رہا تھا۔ سنہ 17ھ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت معزول کیا جب وہ شہروں پر شہر فتح کر رہے تھے۔ عراق اور شام کی فتوحات میں ان کی تلوار کی دھاک لوگوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جنگ یرموک' جنگ حمص' جنگ قنسرین اور جنگ خراض وغیرہ میں انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے جرنیلوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ حلب' حماۃ اور انطاکیہ کی بغاوتوں کو فرو کرنے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا' لیکن ان سب باتوں کے باوجود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا اہم اور تاریخی فیصلہ کر لیا۔ مختلف اہل قلم اور مؤرخین نے اس پر اپنے اپنے انداز میں نقد و جرح بھی کی ہے۔ بعض نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہرایا اور بعض نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے بعض کاموں کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ لیکن ہمارا یہ مقام نہیں کہ ہم ان دو عظیم اور نابغۂ روزگار ہستیوں کا موازنہ اور مقابلہ کریں۔ آج کل کے بعض حضرات اختلاف رائے کو دشمنی اور عداوت پر محمول کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے معنوں میں بہت فرق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک دوسرے کی دشمنی نہیں تھی البتہ بعض حالات میں ان میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا۔ انہوں نے کبھی اپنی ذاتی اغراض کے تحت ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کیا تھا کیونکہ یہ بات ان کے رتبہ اور درجہ سے فروتر تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے بعض معاملات میں اپنا اسلوب تبدیل کرنے کے لیے کہا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ ماں کے پیٹ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کا تعلق بنو مخزوم سے تھا جو کہ تمام عرب میں امیر اور متمول قبیلہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کے والد ولید بن مغیرہ مخزومی زمانہ جاہلیت ہی سے ایک امیر کبیر شخص تھے اور فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ ان کے خاندان میں تھا۔ (عقد الفرید جلد 2 ص 126) اور ظہور اسلام کے وقت سیدنا خالدؓ اس معزز عہدہ پر فائز تھے۔ (استیعاب جلد 1 ص 157) چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے آیا تھا' اس کے قائد اور سردار سیدنا خالد بن ولیدؓ تھے۔ (بخاری کتاب المغازی' باب الشروط فی الجهاد) اور جنگ احد کے موقع پر مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے قدم انہیں کی ہمت سے دوبارہ جمے اور مسلمانوں کے شدید نقصان کا باعث بنے۔ اس وجہ سے بچپن ہی سے سیدنا خالدؓ اپنی رائے کو مبنی بر صواب سمجھتے تھے اور اکثر معاملات میں خصوصی طور پر لڑائی میں ان کی رائے صحیح اور درست بھی ہوتی تھی' لیکن چونکہ وہ فوجی اور مارشل قسم کے آدمی تھے' لہٰذا بعض معاملات میں کچھ غیر شعوری طور پر ایسی باتیں کر گزرتے تھے جو ایک منتظم شخص کے نزدیک درست نہیں ہوتی تھیں۔ جنگ موتہ کے موقع پر ان کی اسی فوجی جرأت اور بہادری کے صلہ میں انہیں "سیف الله المسلول" (اللہ تعالیٰ کی سونتی ہوئی تلوار) کا خطاب ملا جو بارگاہِ نبوت کی طرف سے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

دوسری طرف ان کو معزول کرنے والے سیدنا عمرؓ بھی عظمت و رفعت کے آفتاب عالم تاب تھے ملہم و محدث تھے۔ اللہ کی زمین کو انہوں نے عدل و انصاف اور امن و امان کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ گویا کہ دونوں حضرات ہی اپنے اپنے مقام پر بلند و بالا تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی تنقیص دونوں کی تنقیص ہوگی۔ سیدنا خالدؓ نے ہر محاذ پر سپہ سالاری کا حق ادا کر دیا۔ فتنہ ارتداد کا قلع قمع صرف انہی نے کیا۔ چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ:

"ان الفتوح في اهل الردة كلها كانت لخالد بن وليد وغيره

یعنی ارتداد میں جتنی فتوحات ہوئیں وہ سب سیدنا خالد کا کارنامہ ہے"۔

سیدنا عمرؓ نے مختلف مواقع پر سیدنا خالدؓ سے جو نسبی رشتہ میں ان کے ماموں لگتے تھے' کیونکہ سیدنا خالدؓ سیدنا عمرؓ کی والدہ حنتمہ کے سگے چچازاد بھائی تھے' یہ کہا کہ وہ اپنا اسلوب تبدیل کریں' لیکن سیدنا خالدؓ اس معاملہ میں اپنی طبیعت کے ہاتھوں معذور بلکہ مجبور تھے۔ ان کی نہاد وذہنی ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ وقت پر بجائے کسی سے مشورہ لینے کے فوری طور پر خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ کر لیتے تھے۔ بعض دفعہ ان کے فیصلے غلط بھی ہوتے تھے' لیکن رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان سے سختی سے باز پرس نہیں کی' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس روش پر چلتے ہوئے سیدنا ابو بکرؓ نے بھی ہر موقع پر ان کے غلط فیصلوں کو عفو کے دامن سے چھپالیا' چنانچہ مالک بن نویرہ کے قتل میں سیدنا خالدؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے ایک مرتد کو قتل کیا ہے' لیکن بعض حضرات جن میں سیدنا ابوقتادہ انصاریؓ بھی تھے' اس قتل سے نہایت برہم تھے۔ اس وقت بھی سیدنا عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ خالدؓ کو فوری طور پر معزول کر دیا جائے' لیکن سیدنا ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر مالک بن نویرہ کا قتل حالت اسلام میں ہوا ہے تو بھی یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطاء ہے' اس لیے آپ نے خالدؓ کی طرف دیت اور خون بہا ادا کر دیا۔

سیدنا عمرؓ کی ایک اپنی شان تھی اور سیدنا ابو بکرؓ کی اپنی ایک شان۔ سیدنا ابو بکرؓ کا معاملہ یہ تھا کہ ان کی ہر بات میں اسوۂ رسول کی اتباع ان کی فطرت اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی' اور اس کے ساتھ ساتھ وہ انسانی فطرت کی کمزوریوں سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ اور دوسری طرف سیاست اور فوجی تدابیر کا جو مقتضا تھا اس سے بھی وہ پوری طرح واقف تھے' اس لیے سیدنا ابو بکرؓ کی رائے میں اگر چہ سیدنا خالدؓ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوا بھی تھا تو بہر حال وہ اتنی بڑی غلطی ہرگز نہ تھی جس کی پاداش میں سیدنا خالدؓ جیسے مدبر جرنیل اور بہادر کمانڈر اور دور اندیش سپہ سالار کی قیادت سے اسلامی لشکر کو محروم کر دیا جائے اور اس طریقہ سے اسلامی محاذ جنگ کو خطرہ میں ڈال دیا جائے۔ سیدنا عمرؓ اگر چہ عہد صدیقی میں بھی اپنی ایک رائے رکھتے تھے لیکن سیدنا ابو بکرؓ کے فیصلہ کے سامنے ان کی گردن جھک جاتی تھی۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں متمم بن نویرہ نے حاضر ہو کر سیدنا خالدؓ بن ولید سے قصاص کا مطالبہ کیا' جس کے جواب میں سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

''ابو بکرؓ جو کر گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کروں گا''۔

(خزانتہ الادب جلد 2 ص 338)

تمام صحابہ کرامؓ اس بات کو بخوبی جانتے اور مانتے تھے کہ سیدنا عمرؓ ذاتی خواہشات سے متاثر ہو کر کبھی فیصلے نہیں کرتے بلکہ ان کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے بعض وہ فیصلے بھی کیے جو سیدنا ابو بکرؓ نے نہیں کیے تھے' لیکن صحابہ کرامؓ نے ان فیصلوں پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا جس کی مثالیں کتابوں میں بہت ملتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات میں ہے کہ حمص کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد سیدنا خالدؓ اور سیدنا عیاض بن غنمؓ اسلامی حکومت کی سرحدوں کو مستحکم کرنے اور دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھانے کے لیے تاکہ وہ آئندہ بغاوت کا سوچ بھی نہ سکیں' آرمینیہ کی طرف بڑھے یہاں تک کہ آمد اور رہاء پہنچ گئے۔ وہ جدھر سے گزرتے شہر پہ شہر فتح کرتے' مال غنیمت سمیٹتے اور کافروں کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب بٹھاتے جاتے۔ اس کے بعد جب وہ واپس قنسرین آئے تو ان کے پاس بہت سا مال غنیمت ہو گیا تھا' اس لیے ادھر سے ادھر لوگ انعام کے لالچ میں ان کے پاس آئے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں مایوس نہ ہونے دیا۔ ان لوگوں میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ سیدنا خالدؓ نے اسے بھی دس ہزار درہم انعام میں دیے۔ سیدنا خالدؓ کے اس دس ہزار درہم کے انعام کا بہت چرچا ہوا۔ اس انعام کی خبر سیدنا عمرؓ کو مدینہ پہنچ گئی۔ انہیں سیدنا خالدؓ پر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ خالد اپنی بے اعتدالیوں سے باز نہیں آ رہے۔ اس کے علاوہ بھی سیدنا عمرؓ نے انہیں حکم دیا تھا کہ جتنا مال تمہیں ملا ہے وہ کمزور مہاجرین و انصار کے لیے وقف کر دو' لیکن اس حکم کے برعکس انہوں نے دیکھا کہ خالدؓ عزت والوں' طاقت والوں اور زبان آوروں کو مال تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہِ خلافت سے انہیں یہ حکم بھی ملا تھا کہ امیر المؤمنین کی اجازت کے بغیر وہ کسی کو اونٹ اور بکری بھی انعام و بخشش کے طور پر نہ دیں' لیکن امیر المؤمنین کا یہ حکم ملنے کے بعد سیدنا خالدؓ نے کہا تھا کہ: ''مجھے اپنا کام کرنے دیجیے ورنہ پھر آپ جانیں اور آپ کا کام''۔ سیدنا عمرؓ کے نزدیک سیدنا خالدؓ کا یہ جواب ان کے حکم کی خلاف ورزی تھا۔

سیدنا عمرؓ سیدنا خالدؓ کے اس رویہ سے خوش نہ تھے کہ لوگ سیدنا خالدؓ کی فتوحات کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی گرویدہ ہو گئے ہیں اور ان کے کارناموں کے گن گانے لگے ہیں جس کی وجہ سے سیدنا خالدؓ کو اپنے بارہ میں غلط اندیش ہونے کا خطرہ تھا اور اس بات کا اندیشہ بھی سیدنا عمرؓ نے محسوس کیا کہ کہیں وہ آمر مطلق نہ بن جائیں' اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر سیدنا عمرؓ کی بارگاہِ الوہیت میں خود بھی جواب طلبی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کو سیدنا خالدؓ پر سخت غصہ آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز فرمایا:

''بخدا! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سچا نہیں ہوں گا اگر جس حکم کا مشورہ ابوبکرؓ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا تھا اسے خود نافذ نہ کروں۔ واللہ! میری طرف سے خالدؓ ہرگز کسی صوبے کے والی نہیں ہوں گے“۔

چنانچہ آپ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کو خط لکھا۔ کہ خالدؓ کو بلا کر اس کے عمامے سے اس کی مشکیں کسو اور اس کی ٹوپی اتار کر پوچھو کہ ”اشعث بن قیس کو انعام تم نے اپنے پاس سے دیا ہے یا مال غنیمت میں سے؟“ اگر مال غنیمت میں سے دیا ہے تو یہ خیانت کی ہے، اور اگر اپنے پاس سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے“۔ اور حکم فرمایا کہ ”دونوں صورتوں میں انہیں ان کے عہدہ سے معزول کر کے ان کے علاقہ کو اپنی ولایت میں شامل کر لیں“۔ سیدنا ابوعبیدہؓ اس خط کو پڑھ کر ورطۂ حیرت میں گم ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے؟ سیدنا خالدؓ کی ان کے دل میں بڑی عزت و توقیر تھی۔ وہ ان کے تمام کارناموں سے بخوبی آشنا تھے کیونکہ میدان کارزار میں ان کے ساتھ رہے تھے، لیکن امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔ گویا کہ ابوعبیدہؓ اس وقت اس پوزیشن میں تھے کہ

کس کو رکھوں کس کو چھوڑوں کشمکش میں جان ہے

کافی غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد انہوں نے اس حکم کی تعمیل امیر المؤمنین کے قاصد سیدنا بلالؓ پر چھوڑ دی۔ انہوں نے سیدنا خالدؓ کو بلایا تو ان سے سیدنا عمرؓ کے خط کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ لوگوں کو جمع کر کے خود منبر پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سیدنا بلالؓ نے خالدؓ سے پوچھا: ”تم نے دس ہزار درہم اشعث بن قیس کو اپنے پاس سے دیے تھے یا مال غنیمت میں سے؟“ خالدؓ نے جب یہ الفاظ سنے تو مبہوت ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا بلالؓ نے اپنا سوال دہرایا، لیکن خالدؓ کے ہونٹوں کو کوئی جنبش نہ ہوئی۔ سیدنا ابوعبیدہؓ منبر پر خاموش بیٹھے سب کچھ دیکھ سن رہے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب سیدنا خالدؓ نے سیدنا بلالؓ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق سیدنا بلالؓ نے خالدؓ کی ٹوپی اتار لی اور ان کے ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جا کر عمامے سے باندھ دیے۔ اس کے بعد پھر پوچھا:

”کیا کہتے ہو؟ یہ دس ہزار درہم اپنے پاس سے دیے یا مال غنیمت میں سے؟“

یہ ایک عجیب منظر تھا۔ عراق و شام کی فتوحات کا سہرا جس سپہ سالار کے سر بندھا ہوا تھا، آج اس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں، ٹوپی سر سے اتری ہوئی ہے اور مؤذن رسول ﷺ سیدنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلالؓ ان سے باز پرس کر رہے ہیں۔ خود اندازہ فرمائیں کہ خالدؓ کا اس وقت کیا حال ہوگا؟ جو مسلمان اس وقت موجود تھے ان کی حیرت بھی سیدنا خالدؓ کی حیرت سے کسی طرح کم نہ تھی کیونکہ وہ عدیم المثال سپہ سالار جس کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزتے اور کانپتے تھے اور جس نے ایران اور روم کی قوتوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا اور جس کی بدولت کروڑوں کا مال غنیمت حاصل ہوا تھا' آج کندہ کے امیر اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم انعام دینے پر اس سے یہ سلوک کیا جا رہا تھا۔ سیدنا ابوعبیدہؓ منبر پر بیٹھے لوگوں کے چہروں پر یہ سب تاثرات پڑھ رہے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ کو بھی اس واقعہ پر اتنی ہی حیرت اور اتنا ہی افسوس تھا جتنا کہ حاضرین کو تھا۔ سیدنا خالدؓ کی ریاست پسندی' جنگ میں جلد بازی اور خود رائی پر سیدنا عمرؓ اکثر باز پرس فرماتے رہتے تھے۔ ابوعبیدہؓ کو ان سب باتوں کا علم تھا اور انہوں نے بہت کوشش کی تھی کہ امیر المؤمنین کی اس ناراضگی کو کسی نہ کسی طریقہ سے زائل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے معرکہ قنسرین کے بعد بارگاہِ خلافت میں جو خط لکھا تھا اس میں خالدؓ کے کارناموں کی بڑی تعریف و تحسین کی تھی۔ اس خط کو پڑھ کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا تھا:

''خالدؓ نے اپنے آپ کو خود امیر بنا لیا ہے۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے''۔

اسی تعریف و تحسین کے صلہ میں خالدؓ کو قنسرین کی امارت حاصل ہوئی تھی۔

جو قیامت اس وقت سیدنا خالدؓ کے دل پر ٹوٹ پڑی ہوگی اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص جاہلیت اور اسلام میں عزت' خودداری اور بزرگی کا ایک نمونہ تھا' جس نے آج تک کبھی کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا تھا' آج وہ خود اپنے ہی عمامے میں جکڑا ہوا تھا حالانکہ اس نے اپنی زندگی میں ہزاروں بار قیدیوں کو زنجیروں سے جکڑا تھا۔ آج سیدنا بلالؓ ان سے بار بار پوچھ رہے تھے اور خالدؓ ان کے سوال کا جواب نہیں دے پا رہے تھے۔ اور جب تک خالدؓ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے' بلالؓ مشکیں کھولنے والے نہیں' لیکن خالدؓ آخر خالدؓ تھے۔ وہ اپنے کو اسلامی فوج کا ایک سپاہی سمجھ رہے تھے اور عمرؓ کو پوری مملکت اسلامیہ کا امیر المؤمنین۔ چنانچہ جب پھر سیدنا بلالؓ نے وہ سوال دہرایا تو سیدنا خالدؓ نے جواب دیا: ''اپنے پاس سے''۔

تمام حاضرین سیدنا خالدؓ کے منہ سے یہ جواب سن کر نہایت خوش ہوئے اور اب ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ سمجھ رہا تھا کہ سیدنا خالد قنسرین کی امارت پر واپس چلے جائیں گے۔ سیدنا بلالؓ نے خالدؓ کا جواب سنا تو مشکیں کھول دیں اور ٹوپی ان کے سر پر رکھ دی۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے ان کا عمامہ باندھا اور کہا: ''ہم اپنے حاکموں کا حکم سنتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں' لیکن سیدنا خالدؓ کی حیرت ختم نہ ہوئی۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیا ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ اگر صرف یہی پوچھنا تھا تو اس کے پوچھنے کا اور طریقہ بھی ہو سکتا تھا۔ ایک بہت بڑے اجتماع میں میری مشکیں کسی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ اور کوئی بات ہے اور بلاشبہ وہ بہت بڑی بات ہے جس پر ابوعبیدہؓ کی وہ حیرت بھی دلالت کرتی ہے جس نے ان کے لبوں پر مہر سکوت لگا رکھی ہے۔ وہ کبھی خیال کرتے کہ میں اس بارہ میں ابوعبیدہؓ سے پوچھ لوں لیکن وہ خاموش رہے اور اس بارہ میں سیدنا ابوعبیدہؓ سے کوئی سوال نہ کیا۔

ادھر حمص میں یہ ہو رہا تھا ادھر مدینہ منورہ میں سیدنا عمرؓ سیدنا خالدؓ کا انتظار فرما رہے تھے۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ سیدنا ابوعبیدہؓ سیدنا خالدؓ کو معزولی کا حکم پہنچانے میں تکلف سے کام لیں گے یا معزولی کے بعد بھی انہیں بدستور قنسرین میں حکومت کرنے دیں گے۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کو طلبی کا خط لکھا اور جس حکم کو پہنچانے میں سیدنا ابوعبیدہؓ نے تکلف سے کام لیا تھا' وہ براہ راست انہیں بھیج دیا۔ خط پڑھ کر سیدنا خالدؓ فوری طور پر سیدنا ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور غصے اور محبت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے مجھ سے وہ بات کیوں چھپائی جو میں آج آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں''۔ سیدنا ابوعبیدہؓ نے نہایت لطف و محبت کے لہجے میں جواب دیا: ''بخدا! میں جانتا تھا کہ اس خبر سے آپ کو پریشانی ہوگی''۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ قنسرین گئے اور تمام فوج کو اکٹھا کر کے ایک تقریر کی جس میں ان کی شاندار خدمات کو سراہا اور پھر اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر حمص پہنچے۔ حمص میں بھی ایک تقریر کی اور اہل حمص کو الوداع کہا' لیکن ان دونوں تقریروں میں سیدنا عمرؓ کے بارہ میں کوئی برائی کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔ پھر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا خالدؓ نے حمص پہنچ کر اپنی معزولی کی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ''امیر المؤمنین عمرؓ نے مجھ کو شام کا افسر مقرر کیا اور جب میں نے تمام شام فتح کر لیا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھ کو معزول کر دیا''۔ اس فقرہ پر فوج کا ایک سپاہی کھڑا ہو گیا اور کہا: ''اے جرنیل! چپ رہ' ان باتوں سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے''۔ سیدنا خالدؓ نے کہا: ''ہاں' لیکن عمرؓ کے ہوتے ہوئے فتنہ پیدا ہونے کا کوئی احتمال نہیں''۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص 87)

مدینہ طیبہ میں پہلے ہی اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ خالدؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں نے آپ سے اظہار ہمدردی بھی کیا ہو لیکن سیدنا خالدؓ بارگاۂ خلافت میں حاضر ہوئے اور سیدنا عمرؓ سے کہا: ''میرے معاملہ میں آپ زیادتی کرتے ہیں''۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''تمہارے پاس یہ دولت کہاں سے آئی؟ تم ایسے کہاں کے مال دار تھے کہ دس ہزار درہم انعام میں دے دیئے''۔ سیدنا خالدؓ نے جواب دیا: ''مال غنیمت کے حصول میں سے ساٹھ ہزار سے زائد جو ہو وہ آپ کا''۔ سیدنا عمرؓ نے حساب کیا تو اسی ہزار درہم نکلے۔ ان میں سے ساٹھ ہزار چھوڑ کر باقی بیس (20) ہزار بیت المال میں جمع کرا دیے۔ اب خالدؓ مدینہ میں رہنے لگے۔ ایک روز خالدؓ تنہائی میں سیدنا عمرؓ پر ناراض ہوئے اور پھر وہی کہا کہ آپ نے میرے معاملہ میں ناانصافی کی ہے۔ اس کے جواب میں سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''خالد! اللہ کی قسم! میں تمہاری انتہائی عزت کرتا ہوں اور تمہیں محبوب رکھتا ہوں۔ آج کے بعد تم مجھ سے کسی بات پر ناراض نہ ہو گے''۔ سیدنا عمرؓ کے اس جواب سے خالدؓ کو اطمینان ہو گیا اور ان کا سارا غصہ جاتا رہا۔ اس کے بعد جب کوئی انہیں سیدنا عمرؓ کی مخالفت پر ابھارتا تو وہ یہ کہہ کر اس کی بات کو ٹھکرا دیتے کہ ''جب تک عمرؓ زندہ ہیں خالدؓ ان کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا''۔ اور خالدؓ ناراض ہو کر بغاوت کر بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ وہ ایک سپاہی تھے جو نظم و ضبط پر ایمان رکھتا ہے۔ پھر وہ ایک صادق الایمان اور مخلص مسلمان تھے اور دین اسلام کی کامیابی ان کی زندگی کا مقصد وحید تھا' چاہے وہ ان کے ہاتھوں عمل میں آئے یا ان کے سوا کسی اور کے ہاتھوں۔ اس بات کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ جب سیدنا خالدؓ کو معزول کیا گیا تو کئی لوگوں کے جذبات کو ٹھیس لگی اور ان کے اندر سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں ابھارا کہ وہ خلیفہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیں اور وعدہ کیا کہ ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے' لیکن خالدؓ نے اس قسم کے مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت انہوں نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انی لا اقاتل فی سبیل عمر ولکن اقاتل فی سبیل رب عمر
میں عمرؓ کی راہ میں جنگ نہیں کرتا تھا بلکہ عمرؓ کے رب کی راہ میں جنگ کرتا تھا۔

اس واقعہ سے سیدنا خالدؓ کے اخلاص اور سیدنا عمرؓ کے ذبد بے دونوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ روایات میں ہے کہ سیدنا خالدؓ کو معزول کرنے کے بعد آپ نے اپنے گورنروں اور جرنیلوں کو لکھا کہ میں نے خالدؓ کو ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو رہے تھے' لہٰذا میں نے انہیں معزول کر دیا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ عراق و شام کی یہ ساری فتوحات خالدؓ کی وجہ سے نہیں بلکہ خالدؓ کے رب کی وجہ سے ہیں۔

یہ بات سیدنا عمرؓ نے اس وجہ سے کہی کہ خالدؓ کی فتوحات اور ان کی پے در پے کامیابیاں جہاں اہل اسلام کے لیے تقویت اور نصرت کا باعث تھیں' وہاں یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں' اور سیدنا عمرؓ جانتے تھے کہ فتنے کا سد باب اگر شروع میں نہ کر دیا جائے تو پھر اس پر قابو پانا ممکن نہیں رہتا۔ بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ خالدؓ جہاں جائیں وہاں فتح ضروری ہے حالانکہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خالدؓ اگرچہ بہت بڑے جرنیل تھے۔ نہایت بہادر' حوصلہ مند' نڈر' بے باک اور جنگی علوم و فنون میں نہ صرف ماہر بلکہ یکتائے روزگار تھے' لیکن پھر بھی ایک فانی انسان تھے۔ اللہ حی و قیوم ہے' وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔ خالدؓ کو معزول کر کے سیدنا عمرؓ نے لوگوں کے ذہنوں سے اس وسوسے کو دور کر دیا تھا کہ خالدؓ کی کمان فتوحات کا سبب ہے۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ کی معزولی کے بعد بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ نہ تو فوجوں کے کہیں قدم رکے اور نہ ہی انہیں کہیں شکست کا سامنا ہوا۔ اس سے مسلمانوں کو بخوبی علم ہو گیا کہ فتح اور نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ سپہ سالاروں اور لشکروں کی وجہ سے۔

سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کی معزولی کا جو فیصلہ کیا تمام صحابہ کرامؓ نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا اور کسی ایک نے بھی اس پر صدائے احتجاج بلند نہ کی کیونکہ انہیں سیدنا عمرؓ کی نیک نیتی' دور اندیشی اور ذاتی خواہشات سے مبرا ہونے کا یقین تھا۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ لوگ مصلحتاً خاموش ہو گئے ہوں کیونکہ ان کے نزدیک غلط کام پر خاموشی بزدلی کا دوسرا نام تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک بہت بڑا اخلاقی جرم بھی۔ وہ تو ایسے لوگ تھے کہ اگر کبھی کوئی کام عدل وانصاف کے خلاف دیکھتے تو بھرے اجتماع میں کہہ دیتے: "اے عمر! ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے اور نہ ہی کوئی بات مانیں گے جب تک تم ہمیں مطمئن نہ کر دو"۔

کوئی شخص سیدنا خالدؓ کی معزولی پر صدائے احتجاج کیوں بلند کرتا جب کہ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا:

"میں خالد بن ولیدؓ اور مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کو معزول کر دوں گا' اس لیے نہیں کہ ان میں کوئی خامی یا نقص ہے بلکہ اس لیے کہ وہ دونوں خود بھی جان لیں اور ساری امت بھی جان لے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کی نصرت فرماتا ہے اور اس کی نصرت کی حد صرف ان دو حضرات تک محدود نہیں ہے"۔

سیدنا عمرؓ اگر چہ اس بات کے مکلف نہیں تھے کہ اس بات کا اس طرح منبر پر اعلان کریں کیونکہ خلیفۃ المسلمین ہونے کی وجہ سے ان کا استحقاق تھا کہ وہ جس کو چاہیں معزول کریں اور جس کو چاہیں امیر مقرر کریں' لیکن وہ لوگوں کے دلوں میں سوءِ ظن پیدا ہونے کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا تو اس کے بارہ میں لوگوں کے ذہنوں میں سوءِ ظن نہ پیدا ہونے دینے کے لیے فرمایا: "میں نے ان کو کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ حالات کے تقاضا کے تحت ایسا کیا ہے" لہٰذا آپ کے یہ الفاظ سیدنا خالدؓ اور سیدنا مثنیٰ شیبانی کی معزولی کے وقت اس میں شک اور سوءِ ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے کہ سیدنا عمرؓ نے ان دونوں کو کسی ذاتی وجہ کی بنا پر معزول کیا ہو' جب ان دونوں جرنیلوں کے پاس بارگاہِ خلافت سے معزولی کے پروانے پہنچے تو انہوں نے کمال اطاعت اور وفاداری کا مظاہرہ کیا۔

سیدنا خالدؓ اور سیدنا عمرؓ دونوں حضرات اپنی اپنی رائے اور موقف کے حق میں دلائل رکھتے تھے۔ دونوں کے پیش نظر اللہ کی رضا اور مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے اپنے اس فیصلے میں یہ بھی بتا دیا بلکہ قیامت تک کے لیے یہ اصول طے کر دیا کہ اسلامی حکومت میں امیر المؤمنین سربراہِ مملکت ہونے کے ناطے نہ صرف انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے بلکہ فوجوں کا سپریم کمانڈر بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ بیت المال کا بھی ناظم اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور یہ اصول بھی آپ نے طے کر دیا کہ سربراہِ مملکت اور فوج کے سپہ سالار کے درمیان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف رائے کی صورت میں بالادستی سربراہ مملکت کے فیصلہ کو ہوتی ہے اور قوت نافذہ امیر المؤمنین ہے نہ کہ کوئی اور۔

ان دونوں حضرات کے اخلاص اور للہیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا خالدؓ کو ان کے عہدہ سے معزول کرنے کے بعد نہ تو انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی ان کی نقل وحرکت پر کوئی پابندی لگائی گئی' نہ ہی انہیں جلاوطن کیا گیا' نہ ہی ان پر کوئی تاوان اور جرمانہ عائد کیا گیا اور نہ ہی ان کی کردار کشی کی گئی۔ اور اسی طرح سیدنا خالدؓ نے نہ تو سیدنا عمرؓ پر کوئی الزام لگایا' نہ خلیفۂ وقت کے خلاف کوئی سازش کی اور نہ ہی خلیفہ کے خلاف کوئی ایسی بات منسوب کی جو ان کے اندر نہیں تھی' اور نہ ہی کوئی خفیہ اجتماعات منعقد کیے۔ اس معزولی کا عوام الناس میں بھی کوئی ردّعمل نہ ہوا کہ انہوں نے امیر المؤمنین کی تائید یا مخالفت میں مظاہرے کیے یا سیدنا خالدؓ کی بحالی یا ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا کوئی مطالبہ کیا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی واقعہ رونما نہیں ہوا بلکہ مملکت کے سارے معاملات نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ چلتے رہے' اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا حادثہ رونما نہیں ہوا' حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ البتہ سیدنا خالدؓ کی معزولی پر ان کے چچازاد بھائی عمر بن حفص نے غصہ سے سیدنا عمرؓ سے کہا: ''اے عمر! بخدا! تم نے انصاف نہیں کیا' تم نے اس شخص کو معزول کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے خود بے نیام کیا تھا۔ تو نے حسد کیا ہے اور اپنے بھائی کے ساتھ قطع رحمی کا مظاہرہ کیا ہے''۔ سیدنا عمرؓ میں قوت برداشت بہت تھی۔ وہ ہر شخص کی بات بڑے تحمل سے سنتے اور پھر اس کا تسلی بخش جواب دیتے۔ آپ نے بڑے سکون سے عمر بن حفص کی اس بات کا جواب دیا۔ فرمایا: ''تم خالدؓ کے قریبی ہو' نوجوان ہو' چچازاد بھائی کے بارہ میں جذباتی ہو رہے ہو' لیکن تمہاری اس بات میں کوئی صداقت نہیں''۔

سیدنا عمرؓ نے اگرچہ ملکی سالمیت کی خاطر سیدنا خالدؓ کو معزول کر دیا لیکن اس کے بعد ان کے رتبہ کے مطابق ان سے کئی کام لیے اور ان کی فطری صلاحیتوں سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبوں میں فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ معزولی کے بعد رہاء' حران' آمد اور سرتہ کا گورنر مقرر فرمایا' لیکن ایک سال کے بعد وہ خود مستعفی ہو گئے۔ (مستدرک حاکم جلد۳ص 297) شاید یہ کام ان کے مزاج کے موافق نہ تھا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ معزول ہونے کے بعد مجد و شرف کے میدانوں میں دو چار برس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک زندہ رہے۔ یہ غم ان کے دل کو کھائے جاتا تھا کہ ان کے بھائی فلسطین سے مصر اور عراق سے فارس تک بڑھتے چلے جارہے ہیں اور وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں۔ یہ چیز ان کے مزاج کے سخت خلاف تھی۔ ان کو یہ غم بھی کھائے جارہا تھا کہ ان کی تلوار جس کو رسول اللہ ﷺ اور ان کے جانشین اور خلیفہ ابوبکرؓ نے بے نیام کیا تھا' اب نیام میں ہے۔ چنانچہ یہی غم والم ان کو گھن کی طرح کھائے جارہا تھا۔ اکثر ذوق جہاد میں فرمایا کرتے تھے: ''مجھے میدان جنگ کی سخت رات جس میں میں اپنے دشمنوں سے لڑوں اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہم کنار ہو''۔

(استیعاب جلد 1 ص 158' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 375' مجمع الزوائد جلد 9 ص 350)

مختصر یہ کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ چار برس کی تلخیاں سہنے کے بعد سنہ 21ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور سیدنا عمرؓ نے ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات حمص میں ہوئی۔ سیدنا خالدؓ نے اپنی اس دنیوی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا: ''میں جنگ کے میدان میں شہید ہونا چاہتا تھا' لیکن میری قسمت میں یہی لکھ دیا گیا تھا کہ موت کا استقبال اپنے بستر پر کروں''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ کا آخری وقت آیا تو بہت روئے اور فرمایا:

> ''میں نے بڑے بڑے معرکوں میں شرکت کی اور میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر تلوار' نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو' لیکن اب میں اپنے بستر پر طبعی موت مر رہا ہوں جس طرح گورنر مرتا ہے''۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 382' تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 8 ص 189)

سیدنا خالدؓ انتقال تو کر گئے لیکن ان کی وفات مسلمانوں کو سوگوار کر گئی۔ خاص طور پر امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کا تو برا حال تھا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے سیدنا خالدؓ کی والدہ کو اپنے بیٹے کے غم میں یہ شعر پڑھتے سنا۔

انت خير من الف الف من القوم

اذا كبت وجوه الرجال

یعنی تو قوم کے لاکھوں آدمیوں سے بہتر تھا جب لوگ زمین پر اوندھے منہ گر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتے ہیں۔

تو فرمایا: ''اللہ کی قسم! آپ نے سچ کہا' ابو سلیمان (سیدنا خالدؓ کی کنیت) ایسے ہی تھے''۔

سیدنا خالدؓ نے اپنی وصیت میں یہ فرمایا: ''ان کے بال بچوں اور جائیداد اور وراثت کی تقسیم عمرؓ کریں گے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معزولی کے بعد بھی ان دونوں حضرات کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ سیدنا عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ ابو سلیمان پر رحم فرمائے' جو کچھ ان کے پاس تھا اس سے بہت بہتر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے ہے۔ انہوں نے فقیری کی زندگی بسر کی اور نہایت اچھی زندگی گزاری''۔

(تہذیب الکمال جلد 8 ص 190' تاریخ ابن عساکر جلد 5 ص 116)

سیدنا خالد کے بارہ میں ہم نے یہ سب کچھ اس لیے لکھا ہے تاکہ پتہ چلے کہ سیدنا عمرؓ نے خالدؓ کو جو معزول کیا تھا وہ کوئی ذاتی اغراض اور ذاتی غصہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے تھا۔ لیکن موسیٰ کو جو سلیمان نے معزول کیا وہ بالکل ذاتی پرخاش اور ذاتی انتقام کی وجہ سے کیا تھا۔ اور جس طریقہ سے کیا وہ اتنے بڑے جرنیل بلکہ خود خلیفہ کے لیے باعث شرم تھا۔ سلیمان کا ان کو معزول کرنا سلیمان کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے کہ اتنا بڑا فاتح اور اتنا عظیم جرنیل ایک ذرا سی حکم عدولی پر ہرگز ہرگز اس توہین آمیز سلوک کا مستحق نہ تھا۔ مؤرخین نے یہی واقعہ موسیٰ کی معزولی کا باعث لکھا ہے کہ سلیمان نے موسیٰ کو جب وہ افریقہ سے دمشق آ رہے تھے' یہ لکھا کہ امیر المؤمنین کا دم واپسیں ہے' لہٰذا تم ایسی رفتار سے سفر کرو کہ خلیفہ کے انتقال کے بعد دمشق پہنچو۔ موسیٰ کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے آقائے ولی نعمت کی زندگی میں دمشق پہنچیں تاکہ وہ اس کی کارگزاری اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اس لیے وہ عام رفتار سے دمشق پہنچے۔ لیکن اس وقت خلیفہ ولید زندہ تھا اور اس نے مرض الموت میں مبتلا ہونے کے باوجود موسیٰ کی خدمات کو خوب سراہا اور اس کی بڑی قدر افزائی کی۔ یہ تھی سلیمان کی حکم عدولی جس کی پاداش میں موسیٰ بن نصیر جیسے جرنیل کے ساتھ نہایت توہین آمیز سلوک کیا گیا' برسر عام اس کی سخت تحقیر کی گئی' اور پھر دھوپ میں مجرموں کی طرح انہیں کھڑا کر دیا گیا یہاں تک وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ سلیمان نے یہ سب کچھ دین یا مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ اپنے اندر کی آتش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتقام کو بجھانے' اپنی انا کو مطمئن کرنے اور اپنے نفس کی تسکین کے لیے کیا تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ گو ولید کے عتاب کا بنیادی سبب یہی واقعہ تھا' لیکن اس کے ساتھ اور بھی کچھ اسباب اور وجوہ پیدا ہو گئے تھے۔

(1) ان اسباب میں سے ایک سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ سلیمان کے علی الرغم ولید نے موسیٰ بن نصیر کی بڑی عزت افزائی اور قدر دانی کی۔ تین خلعت عطا فرمائے' پچاس ہزار اشرفیوں کا گراں قدر انعام دیا' موسیٰ کے لڑکوں کے مراتب بڑھا دیئے' پانچ سو غلاموں کو عطیات دیے اور جو معززین' عمائدین اور جرنیل اندلس کی مہم میں شریک جہاد ہوئے ان سب کی قدر افزائی کی۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد 1 ص 73) اس میں ایک تو سلیمان کے مزاج کے خلاف ہوا دوسری اس داد و دہش میں اندلس کے مال غنیمت کا ایک بہت بڑا حصہ صرف ہو گیا جس کا سلیمان کو بہت افسوس تھا۔ معلوم نہیں یہ صاحب اقتدار لوگ لوگوں کے ٹیکسوں سے جو رقم جبر کے ساتھ اکٹھی کرتے ہیں جب اس رقم کو عوام کی فلاح و بہبود پر صرف کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ عوام کی دی ہوئی رقم عوام پر اس طرح صرف کرتے ہیں جیسے وہ اپنے باپ کی کمائی سے صدقہ یا قرض دے رہے ہوں' اور عوام پر پھر اتنا احسان چڑھاتے ہیں کہ ایک قرض دینے والا بھی اتنا احسان نہیں چڑھاتا۔

(2) سلیمان اور موسیٰ میں جو گفتگو ہوئی وہ بھی کچھ خوشگوار نہ تھی۔ سلیمان دمشق میں بیٹھا اپنے کو عبدالملک خلیفہ کا بیٹا سمجھتے ہوئے کچھ عجب اور کبر سے موسیٰ سے باتیں کر رہا تھا جیسے موسیٰ خلیفہ کا زر خرید غلام ہے۔ وہ سیدنا عمرؓ ہی تھے جن کے سامنے سیدنا خالدؓ نے اپنی معزولی کے بعد بڑے دھڑلے سے باتیں کی تھیں' لیکن یہاں سیدنا عمرؓ کے بجائے سلیمان بن عبدالملک تھا جو ایک خلیفہ کا بیٹا اور ایک خلیفہ کا بھائی تھا' وہ موسیٰ بن نصیر کی جرأت مندانہ باتیں برداشت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ۔

نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارند

[illegible]وسیٰ نے اپنے ایک لڑکے عبدالعزیز کو اندلس کا اور دوسرے لڑکے عبداللہ کو پورے شمالی [illegible] کا گورنر بنا دیا تھا۔ سلیمان اس کو بھی برداشت نہ کر سکا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شمالی افریقہ [illegible] لے کر فرانس تک کی حکومت سیاسی نقطۂ نظر سے ایک ہی گھرانہ میں اچھی نہیں ہوتی لہٰذا [illegible] نے موسیٰ کو معزز ہونے کا طنز کیا' اور اس کو بتایا کہ تمہارے نزدیک تمہارے بیٹوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ اور کوئی حکومت کا اہل نہیں تھا' تبھی تو تم نے حکومت کو اپنے خاندان میں محدود کر دیا۔ موسیٰ اس کا نہایت اچھا جواب دے سکتے تھے کہ آپ نے بھی تو خلافت کو اپنے خاندان میں محدود کر دیا ہے۔ لیکن انہوں نے سلیمان کی سیاسی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ جواب نہیں دیا بلکہ جواب میں یہ کہا: ''امیر المؤمنین! میرے لڑکوں نے اندلس' میورقہ' منورقہ' سردانیہ اور سوس کو اپنے زور بازو سے زیر نگین کیا ہے اس لیے مجھ سے زیادہ معزز کون ہوسکتا ہے۔ سلیمان کو اس کا یہ جواب بھی سخت ناگوار ہوا' اور اس کے غصہ میں اور اضافہ ہوگیا۔

(3) بعض روایات میں ہے کہ طارق بن زیاد کو موسیٰ بن نصیر سے شکایت تھی' ہوسکتا ہے کہ اس وقت یہ شکایت پیدا ہوئی ہو جب موسیٰ نے طارق کو اندلس میں پیش قدمی سے روکا تھا اور اس نے حالات کے تقاضا کے پیش نظر پیش قدمی جاری رکھی جس سے موسیٰ ناراض ہوگئے۔ طارق نے سلیمان کو اس کے خلاف خیانت کا الزام لگا کر مشتعل کیا۔ موسیٰ بن نصیر بڑا متدین' نیک اور صالح امیر تھا' اس کے متعلق کسی خیانت کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس بارہ میں طارق جیسے شخص کی شہادت جو اندلس کی مہمات میں برابر موسیٰ کے ساتھ رہا تھا' نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ پھر موسیٰ کی زندگی بڑی رئیسانہ اور امیرانہ تھی۔ اس کے ہزاروں غلام تھے۔ لیکن ان سب چیزوں کے باوجود اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سلیمان کے دل میں پہلے سے اس کے بارہ میں غبار تھا' مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر اس کے دل میں موسیٰ کے بارہ میں اور زیادہ بدگمانی اور سوء ظنی پیدا ہوگئی۔ (نفح الطیب جلد 1 ص 132)

بہرحال سلیمان کے دامن پر یہ دھبہ ضرور رہے گا کہ اس نے موسیٰ بن نصیر پر بڑی زیادتی کی۔ سلیمان کی بریت کے لاکھ عذر پیش کیے جائیں لیکن سلیمان کی زیادتی کو مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔

موسیٰ کی زندگی کا تنزل

موسیٰ کو دھوپ میں کھڑا کر کے اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر سلیمان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے اب مسلسل اس پر زیادتیوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ گویا سلیمان کی حکومت کی ابتداء موسیٰ کے تنزل کا نقطۂ آغاز تھا۔ اب موسیٰ تیزی سے تنزل کی طرف جا رہا تھا۔ اب کسی میں یہ جرأت و ہمت نہیں تھی کہ اس غریب آفت زدہ کو سلیمان کے غصہ سے اور اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادتیوں کے تسلسل سے بچا سکے۔ موسیٰ کوئی معمولی شخص نہیں تھے بے شمار دولت انہیں مال غنیمت میں ملی تھی اور وہ عزت و جاہ اور حشم و منزلت میں امرائے دولت میں ایک ممتاز ترین حیثیت کے حامل تھے' لیکن اب سلیمان کے عہد خلافت میں ان کے اس جاہ وحشمت کا باقی رہنا ناممکن اور محال تھا اور شمالی افریقہ سے لے کر فرانس کی سرحدوں تک کا علاقہ اب ان کے خاندان کے زیر حکومت نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ موسیٰ پر فرضی خیانت کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ موسیٰ مجرم قرار پائے اور عدالت کی طرف سے تین لاکھ دینار ان پر جرمانہ کیا گیا۔ موسیٰ نے اپنی ساری املاک اور جائیدادوں کو فروخت کر کے ایک لاکھ دینار ادا کیے۔ دو لاکھ دینار اب بھی ان کے ذمہ باقی تھے۔ اب نوبت یہاں تک آ گئی کہ موسیٰ نے بنولخم اور دمشق کے دوسرے معززین کے سامنے دست سوال دراز کیا۔ لیکن جرمانہ پھر بھی ادا نہ ہوا۔ پھر سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش سے باقی ماندہ جرمانہ معاف کر دیا۔ اب وہ ایک ستم زدہ مفلس شہری تھے۔ خدم و حشم اور موالی سب رخصت ہو چکے تھے۔ صرف ایک غلام نے اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا۔ موسیٰ کی زندگی کے باقی ماندہ دنوں میں وہ ان کے ساتھ رہا۔

بعض روایات میں ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے موسیٰ پر عتاب کیا' اس کے تمام اموال ضبط کر لیے اور اس پر بھاری (تین لاکھ) جرمانہ عائد کیا۔ یزید بن مہلب نے موسیٰ بن نصیر پر کیے گئے جرمانہ کی ادائیگی کی ضمانت دی اور موسیٰ وہاں سے یزید بن مہلب کے پاس چلے گئے۔ جس نے موسیٰ کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ بعد ازاں سلیمان کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی تو اس نے جرمانے کی باقی ماندہ رقم معاف کر دی اور موسیٰ کو سلیمان کے یہاں بڑی قدر و منزلت حاصل رہی (الامامة والسیاسة لابن قتیبہ جلد 2 ص 97-100) ابن عبدالحکم کا بیان ہے کہ یزید بن مہلب کی سفارش پر سلیمان نے نہ صرف موسیٰ کا خون معاف کر دیا بلکہ جرمانہ بھی معاف کر دیا اور ان پر کوئی چیز عائد نہیں کی۔ سنہ 97ھ میں جب سلیمان حج پر گیا تو موسیٰ کو بھی بڑی عزت واحترام کے ساتھ اپنے ساتھ لے گیا اور موسیٰ نے اس کے ساتھ حج کیا۔

(الامامة والسیاسة جلد 2 ص 174' ابن خلکان' وفیات الاعیان)

یزید بن مہلب کون تھا؟

یہ شخص جو بعض روایات کے مطابق موسیٰ بن نصیر کے جرمانہ کی معافی کا باعث بنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون تھا؟ یہ خراسان کے گورنر مہلب کا بیٹا تھا۔ سنہ 3ھ میں پیدا ہوا اور سنہ 82ھ کے آخر میں اس کو اپنے باپ المہلب کی وفات کے بعد خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اپنے طاقتور نسبتی بھائی حجاج بن یوسف سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ چنانچہ سنہ 85ھ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کسی قدر تامل اور غور و فکر کے بعد حجاج کی تحریک پر یزید بن مہلب کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ یہ عہدہ پہلے اس کے بھائی مفضل بن مہلب کو دیا گیا تھا' لیکن چند ماہ بعد اس پر قتیبہ بن مسلم ایسے قابل انسان کو فائز کیا گیا۔ اگلے سال خلیفہ عبدالملک وفات پا گئے اور ان کا بیٹا ولید بن عبدالملک ان کا جانشین ہوا۔ اس سال حجاج نے یزید کو قید خانے میں ڈال دیا جہاں اسے طرح طرح کی ذلتیں برداشت کرنا پڑیں' اور جب اس کی بہن یعنی حجاج کی بیوی ہند نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا تو حجاج نے اسے طلاق دے دی۔ سنہ 90ھ میں یزید قید خانے سے فرار ہو کر رملہ چلا گیا جہاں خلیفہ ولید کے بھائی سلیمان کا قیام تھا۔ سلیمان نے اسے پناہ دی اور ولید سے اس کی سفارش کی۔ اب حجاج بھی مجبور ہو گیا کہ اسے امن چین سے زندگی بسر کرنے دے۔ سلیمان کی جانشینی کے بعد جو سنہ 96ھ میں ہوئی' یزید عراق کا گورنر مقرر ہوا اور اس نے واسط میں اپنا قیام رکھا۔ اب حجاج کے حامیوں کو جو خود اس دوران فوت ہو چکا تھا' اس ظلم و ستم کا حساب دینا پڑا جو یزید نے ان کے ہاتھوں اٹھائے تھے۔ پھر جب یزید نے خلیفہ سے درخواست کی کہ اسے محصولات کے انتظام سے سبکدوش کر دیا جائے تو سلیمان نے خزانے کے ایک عہدہ دار صالح بن عبدالرحمٰن کو دیوان وزارت کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا' لیکن جب یزید نے دیکھا کہ اسے بیت المال سے اس کے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے مطالبات پورے کرنے سے انکار ہے تو اس کی توجہ خراسان کے متصلہ صوبے کی طرف منعطف ہوئی اور بالآخر وہ خراسان کا گورنر مقرر ہونے میں کامیاب ہو گیا اور عراق کی زمام حکومت بھی اس کے ہاتھ میں رہی۔ خراسان میں اپنی آمد کے فوراً بعد اس نے قتیبہ بن مسلم کے رشتہ داروں اور مقرر کردہ عمال حکومت پر ظلم و ستم اور جبر و تعدی کرنا شروع کر دیا اور اگلے سال جرجان اور طبرستان کے خلاف ایک مہم کی ابتداء کی۔

جرجان کے باشندوں نے تو کچھ رقم دے کر اپنی جان چھڑا لی' لیکن آگے چل کر جب یزید کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے تو انہوں نے بغاوت کر دی اور مسلمانوں کے ان محافظ دستوں پر ٹوٹ پڑے جن کو یزید اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا' لہٰذا اسے حاکم طبرستان سے صلح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑی' البتہ جرجان کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے اس نے وہاں کے باشندوں سے بڑا خوفناک انتقام لیا۔ استحصال بالجبر کی بنا پر اس کو اپنے صوبہ میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور کہتے ہیں کہ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اس کے احتساب کے لیے کسی شخص کو خراسان بھیجنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ جب سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے (صفر 99ھ/ ستمبر-اکتوبر 717ء) تو یزید کو جرجان اور طبرستان کے خمس کی عدم ادائیگی کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا جس کی مقدار کو اس نے اپنی خودرائی میں خوب بڑھ چڑھ کر بیان کیا تھا۔ خلیفہ کی وفات سے کچھ دن پہلے یا بعد میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وہ قید خانے سے بھاگ کر بصرہ چلا گیا۔ اور عامل عراق عدی بن اوطاہ فزاری سے گفت وشنید شروع کر دی لیکن گفت وشنید کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا جس کی اس نے خود ہی ابتداء کی تھی تو فیصلہ مسلح قوت پر چھوڑنا پڑا۔ پہلی ہی مڈبھیڑ میں عدی نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی جسے حملہ کر کے فتح کر لیا گیا اور عدی کو قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد یزید کھلم کھلا امویوں کے خلاف جنگ کی دعوت دینے لگا اور تھوڑی ہی مدت میں واسط پر قابض ہو گیا۔ لیکن صفر سنہ 102ھ/ اگست سنہ 720ء کو مسلمہ بن عبدالملک نے جو شام سے ایک بڑی فوج لے کر آیا تھا' اس کو واسط کے نزدیک العقر کے مقام پر شکست دی۔ یزید مارا گیا اور اس کے رشتہ دار جہاں کہیں پائے گئے کچل دیے گئے۔

(ابن خلکان جلد 4 ص 164' ابن اثیر جلد 4 ص 5' یعقوبی جلد 2 ص 330' ص 341-344 مسعودی' مروج الذہب جلد 5 ص 411' ص 453 اور فتوح البلدان ص 168' ص 231' ص 335)

موسیٰ بن نصیر کی اولاد سے انتقام

سلیمان نے نہ صرف موسیٰ بن نصیر ہی سے انتقام لیا بلکہ اس کی اولاد کو بھی اپنے انتقام کا نشانہ بنایا اور انہیں تمام حکومتوں سے معزول کر دیا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں یہ بتایا کہ موسیٰ جب شام آئے تو اندلس میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو حکومت سپرد کر کے آئے تھے۔ عبدالعزیز اندلس کا وہ پہلا حکمران تھا جس نے اندلس میں اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی اور جنگوں کے خوفناک اور ہیبت ناک اثرات کو دور کیا۔ ملک میں امن و امان کی فضا پیدا کی۔ عیسائیوں اور دوسری رعایا کے ساتھ حسن سلوک کیا اور حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لیے ایک شوریٰ تشکیل دی۔ محاصل کی وصولی کے لیے محصل نامزد کیے اور عدالتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام کو نہایت مضبوط بنیادوں پر چلایا۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے لیے قاضی مقرر کیے۔ غیر مسلم رعایا کے مقدمات ان کے مذہب کے مطابق فیصلہ ہوتے تھے۔ زراعت کی ترقی کے لیے پوری کوشش کی اور زمینوں کو زرخیز بنانے کے لیے زراعت کے محکمہ کی تجدید کی اور مختلف وسائل اختیار کیے گئے۔ ملک کے دفاع کے لیے جگہ جگہ فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے اور ملک کی تجارت اور درآمد و برآمد نے اس دور میں بہت ترقی کی۔

جہاں تک حکومت کے انتظام کا تعلق تھا وہ نہایت اعلیٰ طور پر ترتیب دیا گیا۔ اندلس کے مفتوحہ علاقہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر صوبہ کے گورنر مقرر کیے جو اپنے اپنے صوبوں کے انتظام و انصرام کے مکمل طور پر ذمہ دار تھے۔ پھر اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں جاری رکھی گئیں اور موجودہ پرتگال وسطی اور جنوبی علاقہ کو اسلامی حدود میں داخل کیا گیا۔ بعض شہروں کی بغاوتوں کو فرو کیا اور پھر شمال مغرب میں عبدالعزیز نے اپنی جارحانہ پیش قدمیاں جاری رکھیں۔ چنانچہ عرب مؤرخین نے لکھا ہے:

"اس کی حکومت کے دور میں اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے اور اس کے حسن تدبیر سے اسلامی سطوت و عظمت کا سکہ جم گیا"۔

(نفح الطیب جلد 1 ص 132' اخبار الاندلس جلد 1 ص 162)

عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کی ان مدبرانہ پالیسیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت سمجھ دار اور منتظم حکمران تھا اور اندلس میں اس نے حکومت کو ایک نئی جہت دی۔ یہ سنہ 95ھ میں حکمران ہوا اور سنہ 97ھ میں قتل کر دیا گیا' اس وجہ سے اس کو اندلس پر زیادہ عرصہ حکمرانی کا موقع نہ مل سکا کیونکہ بدقسمتی سے وہ بھی اپنے باپ موسیٰ کی طرح سلیمان بن عبدالملک کا معتوب تھا۔ موسیٰ نے افریقہ' مغرب اور اندلس میں اپنے تینوں بیٹوں کو حکمران بنا دیا تھا' اور وہ تینوں حکمران بننے کے مستحق تھے کیونکہ انہوں نے اپنے علاقوں میں نہایت احسن طریق سے نظام حکومت چلایا' لیکن سلیمان بن عبدالملک یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ ایک خاندان کے تین نوجوان اور وہ بھی معتوب موسیٰ کے بیٹے اتنے وسیع علاقوں کے حکمران ہوں۔ لہٰذا جونہی وہ موسیٰ بن نصیر پر غضبناک ہوا اس نے موسیٰ کے بیٹوں کو بھی معزول کرنے کی ٹھان لی' لیکن ایک مشکل یہ تھی کہ اتنے دور دراز ملکوں کے گورنروں کو جو دسترس سے باہر ہوں' بغیر کسی ظاہری سبب اور اہم وجہ کے معزول کرنا آسان کام نہ تھا جب کہ موسیٰ کے بارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سلیمان کے عناد اور اس سے انتقام کی خبر تمام اسلامی دنیا میں مشہور ہو چکی تھی۔ اس لیے سلیمان نے افریقہ اور اندلس کے ممتاز سرداروں سے درپردہ سازش کی اور اس قسم کی خفیہ سازشوں کے ذریعہ ان کو قتل کرانے کا فیصلہ کیا گیا اور ہر جگہ اس کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ عبدالعزیز کو قتل کرانے کے لیے پانچ عرب سرداروں سے ساز باز کی جن میں سے حبیب بن ابی عبیدہ فہری اور زیاد بن نابغہ تمیمی کے نام تاریخ میں موجود ہیں۔

عبدالعزیز بن موسیٰ کے خلاف پراپیگنڈہ

ہوا یہ کہ ان عرب سرداروں کو عبدالعزیز کے خلاف اندلس کے مسلمانوں کو ایک حیلہ کے ذریعہ برانگیختہ کیا گیا۔ اتفاق سے اندلس کے سابق حاکم راڈرک کی ملکہ ایجیلونا عبدالعزیز کے نکاح میں تھی۔ اندلس پر طارق بن زیاد کے حملہ کے وقت اس ملکہ نے اپنی جان و مال کی بخشش کے بدلہ میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس صلح کی وجہ سے اس کی دولت و ثروت اور اعزاز و اکرام میں کوئی زوال نہ آیا تھا۔ علاوہ ازیں اپنی آئندہ اور مستقبل کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے عیسائی مذہب پر قائم رہتے ہوئے اس نے عبدالعزیز امیر اندلس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس نکاح سے ایک لڑکا بھی اس کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام عاصم رکھا گیا اور عرب مؤرخین ایجیلونا کو ام عاصم کی کنیت سے یاد کرنے لگے۔

ایجیلونا آخر اندلس کی ملکہ تھی۔ نہایت خوبصورت اور گوری چٹی' شباب کی رعنائیاں جسم سے پھوٹ رہی تھیں اور عبدالعزیز اس کے حسن و جمال پر فریفتہ اور مفتون تھا۔ اور اشبیلیہ سے باہر کلیسائے ابینہ میں دونوں سکونت پذیر تھے۔ ان عرب سرداروں نے پہلے تو ان دونوں کی الفت و محبت کی داستان کا خوب پراپیگنڈہ کیا اور پھر دو واقعات کی خوب تشہیر کر کے لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ عبدالعزیز عیسائی ہو گیا ہے۔

ایک واقعہ کچھ یوں مشہور کیا گیا کہ ملکہ ایجیلونا نے عبدالعزیز سے ایک روز کہا کہ جب تک سلاطین کے سر پر تاج نہ ہو وہ صحیح معنوں میں بادشاہ نہیں ہوتے کیونکہ جس ماحول میں اس نے آنکھ کھولی تھی وہاں تو تاج پہننے کا رواج تھا۔ پھر راڈرک کی ملکہ تھی اور راڈرک کو اس نے تاج پہنتے ہوئے دیکھا تھا۔ ممکن ہے اس ناطے سے اس نے عبدالعزیز سے ایسا کہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ جب یہ بات اس نے کی تو اس کے ساتھ ملکہ نے عبدالعزیز سے یہ بھی کہا کہ میرے پاس جواہرات موجود ہیں۔ ان جواہرات سے میں تمہارے لیے کیوں نہ ایک تاج تیار کرا دوں۔ عبدالعزیز نے انجیلونا سے کہا کہ یہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں۔ ہمارے ہاں بادشاہ اور حکمران تاج نہیں پہنا کرتے' لیکن انجیلونا نے اس بارہ میں بہت اصرار کیا یہاں تک کہ وہ اس پر حاوی ہوگئی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ انجیلونا تاج بنوائے گی۔ وہ تاج دربار میں نہیں پہنا جائے گا بلکہ انجیلونا کے دل کو خوش کرنے کے لیے یہ تاج اس کے سامنے خلوت میں بیٹھ کر پہنے گا۔ چنانچہ انجیلونا نے ایک تاج اپنے پاس سے بنوا کر خود اس کے سر پر اپنے ہاتھوں سے رکھا اور وہ صرف اس کے دل کو خوش کرنے کے لیے دربار میں نہیں بلکہ محل میں خلوت میں اس کے سامنے پہنا کرتا تھا۔ اتفاق سے محل میں ایک تقریب منعقد ہوئی اس میں زیاد بن نابغہ تمیمی کی بیوی گئی' اس نے عبدالعزیز کو مرصع تاج پہنے ہوئے دیکھ لیا اور واپس آ کر اس نے اپنے خاوند زیاد سے اس کا تذکرہ کیا۔ زیاد نے فوج کے افسروں اور جوانوں میں اس بات کا اس طرح پراپیگنڈہ کیا کہ ہر شخص اس تاج سے آشنا ہوگیا۔

دوسرا واقعہ یہ بتایا جاتا ہے اور معلوم نہیں کہ اس میں کس قدر صداقت ہے' لیکن تاریخ کے رپورٹر یہ بتاتے ہیں کہ ملکہ انجیلونا نے ایک روز عبدالعزیز سے نہایت تعجب سے پوچھا کہ حکومت کے امراء' عہدہ دار اور افسر جو دربار میں آتے ہیں وہ شاہی آداب بجا نہیں لاتے' کیونکہ ہمارے جو لوگ راڈرک یا کسی اور اندلسی بادشاہ کے پاس دربار میں آتے تھے وہ رسم کے مطابق شاہ اندلس کو سجدہ کرتے تھے۔ یہ رواج اکثر عیسائی ملکوں میں تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا قیس بن سعدؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے حیرہ والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سرداروں اور رئیسوں کو سجدہ کرتے ہیں' اور یا رسول اللہ! آپ تو اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میری قبر سے گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟'' انہوں نے کہا: ''نہیں''۔
فرمایا: ''تو جیتے جی بھی سجدہ نہ کرنا چاہیے''۔ (ابوداوٗد)

لہٰذا ممکن ہے کہ ملکہ نے ایسا کہا ہو لیکن عبدالعزیز نے اس کو بہت سمجھایا کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ شرک ہے کیوں کہ سجدہ عبادت ہے اور عبادت سوائے اللہ کے اور کسی کی نہیں ہوسکتی۔ لیکن عبدالعزیز کی یہ بات ملکہ کے دل میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ اتر سکی۔ عبدالعزیز ملکہ پر وارفتہ اور فریفتہ تو تھا ہی اس نے اس کی دلداری اور دل دہی کے لیے اس محل کے دروازہ کو اتنا چھوٹا کر دیا کہ لوگوں کو اس میں گردن جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا۔ اس طرح ملکہ کے دل کی آرزو کسی حد تک پوری ہوگئی۔

یہ روایات معلوم نہیں صحیح ہیں یا غلط لیکن ان کا فوج میں نہایت تیزی کے ساتھ پراپیگنڈہ کیا گیا اور لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ عبدالعزیز بن موسیٰ اب مسلمان نہیں رہا بلکہ عیسائی ہوگیا ہے۔ فوج یہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ موسیٰ بن نصیر جو فاتح افریقہ و اندلس ہے اس کا بیٹا اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے دائرہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ فوج کے ایک خاص دستہ جس کا قائد دربار حکومت کے معتمدین میں سے تھا' عبدالعزیز کے سخت خلاف ہوگیا۔ ایک روز جب کہ وہ صبح کی نماز اس مسجد میں جس کو کلیسائے ابینہ کے پہلو میں اس نے تعمیر کرایا تھا' نماز پڑھ رہا تھا' اور سورۃ الفاتحہ ختم کر کے سورۃ الواقعہ کی قرأت شروع کی تھی کہ سازش کرنے والے ایک دم تلواریں سونت کر آگے بڑھے اور عبدالعزیز کے سر کو اس کے تن سے جدا کر دیا۔ یہ حادثہ رجب سنہ 97ھ/ مارچ سنہ 716ء کو رونما ہوا۔

روایات میں ہے کہ حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کے سر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا۔ سلیمان نے موسیٰ کو بلا بھیجا اور مقتول کے سر کو طشت میں رکھ کر اس کے سامنے اس طرح پیش کیا جس طرح انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کے بچوں کے سر اس کے سامنے رکھے تھے۔ موسیٰ نے اس سر کو دیکھا۔ آخر باپ تھا۔ دل و جگر پر ایک قیامت گزر گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ سلیمان یہاں تک بڑھ جائے گا۔ لیکن موسیٰ بھی ایک بہادر جرنیل تھا۔ اس کی تلوار سے ہزاروں قتل ہوئے اور میدان جنگ میں ہزاروں نہیں لاکھوں قتل ہوتے اس نے دیکھے اور لاکھوں لاشوں کو اس نے زمین پر تڑپتے دیکھا تھا' بیٹے کا سر دیکھ کر وہ رویا نہیں' لیکن غم و غصہ آنسو بن کر آنکھوں سے ٹپکتا ضرور ہے' اس نے اپنے آنسو ضبط کیے اور نہایت غم زدہ اور کربناک آواز میں کہا:

''اس کو شہادت نوش کرنا مبارک ہو' بخدا! یہ قائم اللیل اور صائم النہار تھا''۔

(هنيا له بالشهادة فقد قتلتموه' والله صوّاماً قواماً)

ابن اثیر نے اس واقعہ کے بارہ میں لکھا ہے:

کانور یعدونها من زلات سلیمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز کے اس قتل کے واقعہ کو لوگ سلیمان کی لغزشوں میں سے ایک لغزش شمار کرتے ہیں۔ (ابن اثیر جلد 5 ص 22)

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد 1' ص 131' اخبار الاندلس جلد 1' ص 262 افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص 11 وغیرہ)

بعض روایات میں عبدالعزیز کے قتل کا ذمہ دار انہی عرب سرداروں کو قرار دیا گیا ہے اور سلیمان کے دامن کو اس قتل کے چھینٹوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ سلیمان کو جب اس قتل کا علم ہوا تو اس نے قاتلوں کو گرفتار کرایا اور مقدمہ کی تفتیش جاری تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں ہر والی نے اس مقدمہ کی تفتیش کا حکم دیا' لیکن اس بارہ میں تفتیش نامکمل ہی رہی۔ یہ روایت ہمیں درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں موجودہ زمانہ کی طرح کے لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ حکومت خود ہی کسی بڑی شخصیت کو قتل کروا کر پھر خود ہی اس کے مقدمہ کی تفتیش کرانا شروع کر دیتی۔ اس میں بے گناہ لوگ مرتے اور پکڑے جاتے لیکن اصل قاتل نہیں ملتے۔ لیاقت علی خان' ڈاکٹر نذیر اور مولانا اعظم طارق کے قاتل باوجود تفتیش کے نہ ملے ہیں کہ ملیں گے۔

باقی رہے وہ الزامات جو عبدالعزیز بن موسیٰ پر لگائے گئے' ہمارے خیال میں وہ بھی درست نہیں۔ ایک ایسے قائم اللیل اور صائم النہار شخص کے بارہ میں یہ کہنا کہ:

فقالوا تنصر ثم هجموا عليه فقتلوه (البیان المغرب جلد 1 ص 54)

یہ کہا کہ وہ عیسائی ہو گیا ہے' پھر لوگ اس پر پل پڑے اور اس کو قتل کر دیا۔

ایک بنائی ہوئی کہانی ہے اور غلط پراپیگنڈے کے تحت لوگوں کو اس کے خلاف کیا گیا۔ یہ سب ان عرب سرداروں کا کام تھا اور ان کے پیچھے وقت کے حاکم کا ہاتھ۔ یہ درست ہے کہ سلیمان بن عبدالملک اخلاقی طور پر ایک اچھا آدمی تھا۔ اور اس کے زمانہ میں اموی حکومت رقبہ کی وسعت اور ترقی کے لحاظ سے اپنے بام عروج پر تھی' اور سلیمان اصلاح کی طرف اپنی توجہ منعطف رکھتا تھا' لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل اصلاح خود اموی عمال تھے جنہوں نے اپنی مطلق العنانی اور مظالم کی وجہ سے اموی خلفاء کو بدنام کر رکھا تھا۔ خود اموی خلفاء کچھ ایسے ظالم اور جابر نہ تھے بلکہ عام دنیوی حکمرانوں کی طرح ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی' لیکن بعد والے حکمرانوں سے یہ بدرجہا بہتر اور اچھے تھے۔ یہ بھی ممکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان سے کچھ ظالمانہ افعال سرزد ہوئے ہوں لیکن ظلم ان کی خصوصیت نہ تھی اس شہرت کا اصل سبب ان کے بعض عمال خصوصاً حجاج بن یوسف ثقفی اور اس کی طرح کے کچھ اور' کچھ ان کے ماتحت حکام ظالم اور مطلق العنان تھے اور اموی خلفاء ان کی مطلق العنانی کا وہ تدارک نہ کر سکے جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ سلیمان نے تخت نشین ہوتے ہی اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ اس لیے تخت نشینی کے ساتھ ہی اس نے عمال اور گورنرز کا مواخذہ اور احتساب کرنا شروع کر دیا۔ اس کی خلافت سے پہلے جو لوگ ناحق ان لوگوں نے قید کیے تھے' ان سب کو رہا کر دیا' جلاوطن اشخاص کو واپسی کی اجازت دی۔ اس سلسلہ میں تاریخ کے رپورٹرز بتاتے ہیں کہ اتنے قیدی رہا ہوئے کہ جیل خانے خالی ہو گئے۔ حجاج بن یوسف خود تو مر چکا تھا لیکن اس کے ماتحت حکام زندہ تھے۔ سلیمان نے ان میں سے اکثر کو معزول کر کے ان کا محاسبہ شروع کر دیا اور بعض کو سزائیں بھی دیں۔ اس میں اس نے اتنی وسعت اور شدت برتی کہ اچھے اور برے عمال میں بھی امتیاز نہیں کیا۔ چنانچہ حجاج کے متعلقین کے سلسلہ میں محمد بن قاسم جیسا نیک اور فاتح جرنیل بھی ناکردہ گناہ کی زد میں آ گیا۔ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ جو سلوک ہوا' کچھ تو ہمارے مؤرخین نے اس میں مبالغہ سے کام لیا ہے' لیکن اگر یہ سب کچھ درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی درحقیقت اسی احتساب کے جذبہ کا نتیجہ تھا۔ سلیمان اس کی مطلق العنانی گوارا نہ کر سکا گو وہ ناکردہ گناہ اس کے عتاب اور غم و غصہ کا شکار ہوا لیکن اس کا بڑا سبب موسیٰ کی مطلق العنانی تھی' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑے بڑے جرنیل اکثر و بیشتر مطلق العنان ہو ہی جایا کرتے ہیں کیونکہ فتح کی ترنگ ایک بہت بڑی ترنگ ہوتی ہے۔

موسیٰ بن نصیر کی وفات

موسیٰ بن نصیر سلیمان کے معتوب ہونے کے بعد اپنی مجاہدانہ زندگی سے یک قلم سبکدوش ہو چکے تھے اور نہایت کسمپرسی اور خلوت کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی تھی۔ آخر سنہ 97ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ ہی میں وادی القریٰ میں بیمار پڑ گئے۔ اسی سال کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک بھی اپنے خدم و حشم کے ساتھ حج کے لیے دمشق سے نکلا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ بھی اسی قافلہ کے ساتھ تھے' اور انہیں اپنی وفات کا ایک روز پہلے ہی علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اہل قافلہ سے ایک روز پہلے ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیا تھا کہ "کل ہمارے قافلہ سے ایک شخص اس دنیا سے کوچ کر جائے گا جس کا نام اور کارنامہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے"۔ یہ سلیمان کی عقل کے لیے موسیٰ کا آخری معنی خیز جواب تھا۔ چنانچہ موسیٰ بیمار ہو گئے اور ان کی یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی۔ اور اپنے کہنے کے مطابق دوسرے روز 78 برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ سنہ 97ھ میں انہوں نے اس دنیا کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہا۔ موسیٰ بن نصیر اگرچہ جسمانی طور پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے کارنامے ہمیشہ تک زندہ ہیں اور رہیں گے' اور آج بھی ان کے کارناموں کو مشرق و مغرب کی تاریخ لوگوں کے سامنے بیان کرتی ہے۔ گویا کہ موسیٰ بن نصیر' طارق بن زیاد' محمد بن قاسم اور قتیبہ بن مسلم جیسے لوگوں کا نام جریدہ عالم پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گیا ہے۔ وہ خود مر گئے لیکن ان کے کارنامے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

طارق بن زیاد کی گمنامی

طارق بن زیاد موسیٰ کے ساتھ اندلس سے دمشق آئے تھے۔ موسیٰ تو خلافت اموی کے معتوب ہو گئے اور پھر گوشۂ گمنامی میں رہتے ہوئے سنہ 97ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ روایات میں ہے کہ سلیمان کو موسیٰ کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا لیکن ؎

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

لیکن اب سلیمان کی پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ موسیٰ کی وفات کے بعد اندلس کی ولایت کے لیے سلیمان کی توجہ طارق کی طرف مبذول ہوئی کیونکہ اس قدر فتح کیا ہوا علاقہ خالی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ اس مفتوحہ علاقہ کے اردگرد تمام عیسائی حکومتیں تھیں' خود اندلس کے عیسائی بھی اندر سے مسلمانوں کی اس حکومت کے سخت خلاف تھے' لہٰذا ضروری تھا کہ وہاں موسیٰ کے بعد کوئی اس جیسا آدمی بھیجا جائے تاکہ وہ مفتوحہ علاقہ کی حفاظت کرے اور غیر مفتوحہ علاقہ کو فتح کرے۔ اس کے لیے طارق سے بہتر اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور طارق سے زیادہ موزوں آدمی اور کوئی تھا بھی نہیں کیونکہ اصل میں فاتح اندلس وہی تھا' موسیٰ بن نصیر تو ایک سال بعد اندلس گیا تھا جب تک طارق نے اندلس کے کافی اہم شہر فتح کر لیے ہوئے تھے۔ سلیمان ہو سکتا ہے کہ طارق کی ان خوبیوں سے آشنا نہ ہو' اس لیے اس نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغیث سے رائے طلب کی۔ مغیث اندلس میں طارق کے ماتحت رہ چکا تھا' کچھ اس وجہ سے اسے طارق سے کوئی شکر رنجی اور ناراضی تھی۔ اس لیے اس نے ایسا ذومعنی جملہ بولا کہ سلیمان کو طارق کو اندلس بھیجنے کے بارہ میں اپنا خیال بدلنا پڑا۔ مغیث نے طارق کے بارہ میں کہا: "طارق کو اندلس میں اس قدر مقبولیت حاصل ہے کہ اگر وہ قبلہ رخ کو چھوڑ کر کسی اور سمت میں نماز پڑھنے کا حکم دے تو لوگ اس کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔ ارباب اقتدار کو اپنے سوا کسی اور کی اتنی مقبولیت برداشت نہیں ہوتی' لہٰذا تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے اس کو واپس اندلس بھیجنے کا اپنا خیال بدل لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طارق کی پوری زندگی گمنامی میں گزر گئی۔ اور پھر وہ پوری زندگی اندلس نہیں آیا لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کی اولاد اندلس ہی میں پھلی پھولی اور اس کی حیثیت یہاں معززین کی رہی لیکن طارق جیسے بہادر جرنیل سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ طارق گوشۂ خمولت میں بیٹھ گیا اور مؤرخین کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس سال انتقال کر گیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن نصیر کے بعد اندلس

موسیٰ بن نصیر شام آتے وقت اپنے لڑکے عبدالعزیز کو اندلس کا والی بنا کر آیا تھا۔ موسیٰ کے معتوب ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کو بھی سلیمان نے عرب سرداروں کے توسط سے قتل کروا دیا۔ عبدالعزیز بھی اندلس میں ایک حکمران کی حیثیت سے بہت مقبول تھا۔ اس کے قتل کے بعد مشرق میں حکومت بنوامیہ کے خاتمہ تک اندلس کے حکمران کبھی دمشق سے مقرر اور نامزد ہو کر آتے اور کبھی خلافت امویہ کا گورنر افریقہ اس کو اپنی طرف سے نامزد کرتا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اندلس کے مختلف معززین خود ہی کسی کو منتخب کر لیتے اور دمشق یا افریقہ سے اس کی تصدیق آ جاتی۔ چنانچہ عبدالعزیز کے قتل کے بعد اندلس چند دنوں تک کسی والی کے بغیر رہا۔ پھر مسلمانان اندلس نے اتفاق رائے سے موسیٰ بن نصیر کے بھانجے ایوب بن حبیب کو ذی الحجہ سنہ 97ھ/ اگست سنہ 716ء میں اندلس کا حکمران بنایا۔ ایوب کا تعلق بھی موسیٰ کی طرح لخمی قبیلہ سے تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ایوب نہایت دین دار اور نیک آدمی تھا۔ اس کے عہد حکومت کا اہم واقعہ یہ ہے کہ اس نے اشبیلیہ کو حکومت کا پایہ تخت ختم کر کے قرطبہ کو پایہ تخت بنایا کیونکہ کہ کہتے ہیں کہ ایوب لخمی کو قرطبہ سے کوئی خاص دلی تعلق تھا۔ لیکن اس نے اپنی رائے سے پایہ تخت تبدیل نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانان اندلس کے مشورہ سے ایسا کیا تھا۔ اس نے اندلس کی حکومت کو صحیح شریعت اسلامیہ کے مطابق چلانے کی کوشش کی، نظم و نسق کو درست کرنے کے لیے تمام مفتوحہ علاقوں کا دورہ کیا۔ بدعنوانیوں کی اصلاح کی، مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہروں کے عاملوں میں ردوبدل کیا۔ جہاں عیسائیوں کی تعداد زیادہ نظر آئی وہاں مسلمانوں اور یہودیوں کو آباد کیا اور سرحدوں پر قلعوں کو مستحکم کیا تاکہ کوئی بیرونی دشمن ملک پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ ایوب نے جس نہج پر یہ کام شروع کیا تھا اس سے اندلس کو غیر معمولی فائدہ پہنچتا لیکن دمشق کے ارباب اقتدار موسیٰ بن نصیر کے کسی عزیز اور رشتہ دار اور لخمی خاندان کے کسی فرد کو اندلس میں برسر اقتدار دیکھنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا ایوب بن حبیب کو حکومت کی باگ دوڑ سنبھالے ابھی چھ ماہ ہی ہوئے تھے کہ بارگاہ خلافت سے ایوب کی معزولی اور حر بن عبداللہ ثقفی کو حکمرانی کا پروانہ دے دیا گیا۔ جس نے ایوب سے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ (نفح الطیب جلد 2 ص 56' اخبار الاندلس جلد 1 ص 265)

حر بن عبدالرحمٰن کی ناکامی اور عیسائیوں کا متحدہ محاذ

حر بن عبدالرحمٰن اپنی تقرری کا پروانہ لے کر آ تو گیا' لیکن وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہو سکا بلکہ اس کے طرز عمل سے لوگ بددل ہو گئے اور عوام خواہ وہ مسلم تھے یا عیسائی اس سے گلوخلاصی کی کوششیں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے نظم ونسق میں ابتری اور اتنی جلدی جلدی حکمرانوں کی تبدیلی نے عیسائیوں کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ وہ اپنی قوت فراہم کریں اور اندلس کو مسلمان حکمرانوں سے نجات دلائیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے مقبوضہ اور آباد علاقوں سے بہت دور ایک ایسے خطے کو اپنے مرکز کے لیے منتخب کر لیا جس کا جغرافیائی اور قدرتی ماحول ان کے لیے نہایت سازگار تھا۔ اس علاقہ میں پہاڑیوں کی قدرتی قلعہ بندیوں اور غاروں سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں کی ایک خفیہ تنظیم شروع کر دی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں راڈرک کی فوج کا ایک آزمودہ کار گاتھک افسر پلایو (Pelayo) بھی اس علاقہ میں چلا آیا۔ وہ گاتھ کے شاہی خاندان سے تھا۔ اس نے صرف تین سو عیسائیوں کی ایک جماعت تیار کی اور اس مختصر جماعت کے ساتھ پہاڑ کی کھوہ میں جس کا نام کوواڈونگا (Couadonga) تھا' پناہ گزین ہو گیا' اور مسلمانوں کے ساتھ خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ عیسائیوں کی تنظیم کو مستحکم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس جماعت کی خبر جب دوسرے عیسائیوں کو ہوئی تو ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا' اور دوسرے علاقوں کے عیسائی مذہبی جوش وخروش سے سرشار اس علاقہ میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیساؤں کے مفرور پادری بھی اپنے کلیسائی تبرکات اپنے ساتھ لیے یہاں آ گئے' اور یہ علاقہ اندلس میں عیسائیوں کا قادیانیوں کے مرکز ربوہ کی طرح ایک آزاد مرکز بن گیا۔ مسلمانوں کی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پلایو کی قیادت میں یہاں عیسائی جیالوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اکٹھی ہو گئی۔ عیسائیوں کے اس اجتماع کی خبر سن کر اس علاقہ کے سلمان حکمران نے ان کو منتشر کرنے کے لیے فوج کشی کی' لیکن جونہی اسلامی لشکر پہاڑی سلسلہ کو عبور کر کے اس وادی میں پہنچا تو پلایو جو پہاڑ کی کمین گاہوں میں چھپا بیٹھا تھا' اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں کی کمین گاہوں سے نکل آیا اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس وادی کے دوسری سمت ایک دریا بہتا تھا' مسلمانوں کے لیے ادھر بھاگنے کا موقع نہ تھا' لہٰذا تیروں کی اس بارش سے بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور جو بچے وہ ''جان بچی تو لاکھوں پائے'' کا نعرہ لگاتے ہوئے واپس آ گئے۔ اس لڑائی میں فتح کے بعد پلایو کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی اور یہ اسلامی اندلس میں اس نوزائیدہ عیسائی سلطنت کا پہلا فرماں روا قرار پایا۔

عیسائی مؤرخین نے تو اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی ہے' لیکن عرب مؤرخین نے اس کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ (ملاحظہ ہو نفح الطیب جلد 2 ص 512' اخبار الاندلس جلد 1 ص 349) لیکن اس سے انکار نہیں کہ اس حکومت میں ''حکومت آسٹریا'' کی بنیاد قائم ہو گئی جس کی حدود حکومت بقول مسٹر اسکاٹ ابتداءً پانچ میل طویل اور تین میل عریض قطعہ زمین میں تھی۔

(اخبار الاندلس جلد 1 ص 345)

حر بن عبدالرحمٰن کے طرز حکومت سے عوام خوش نہ تھے' اس لیے انہوں نے اس کی معزولی کی درخواست دمشق بھیجی جو عمر بن عبدالعزیزؒ نے منظور کر لی اور اس کی جگہ ایک تجربہ کار اور متدین شخص سمح بن مالک خولانی کو رمضان سنہ 100ھ میں گورنر بنا کر اندلس بھیجا جس نے اندلس پہنچ کر زمام خلافت ہاتھ میں لی۔ (نفح الطیب جلد 2 ص 56' ابن اثیر جلد 5 ص 23)

سمح بن مالک خولانی نہایت قابل سپہ سالار تھے۔ افریقہ کا بہت سا علاقہ انہوں نے فتح کیا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک انتقال کر چکے تھے اور ان کی جگہ عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر جلوہ افروز تھے۔ انہوں نے سمح بن مالک خولانی کا گورنر کے طور پر تقرر کیا تھا۔ اور دمشق سے ان کو اندلس روانہ کرتے وقت کچھ ہدایات دیں اور انہیں تاکید کی کہ وہ اندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات اور مشاہدات سے مرکزی حکومت کو مطلع کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(1) اندلس کی زمینیں جن جن نوعیتوں سے فتح ہوئی ہوں' ان کی تفصیلات مرکزی حکومت کو مہیا کریں تا کہ ان زمینوں کے عشر اور خراج کا فیصلہ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں کیا جائے۔

(2) سرزمین اندلس مرکزی حکومت سے بہت دور ہے اور اسلامی ملکوں سے بھی بہت فاصلہ پر ہے' لہٰذا یہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور اسکے استحکام اور تحفظ پر نظر ڈالی جائے۔ اگر مسلمانوں کے لیے وہاں حالات سازگار نہ ہوں تو مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر واپس اسلامی ملکوں میں چلے آئیں' اور اندلس کو ان کے قدیم باشندوں کو سپرد کر دیا جائے۔

سمح بن مالک خولانی نے ان دونوں باتوں کے بارہ میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو تفصیل سے لکھا اور اندلس کے حالات سے خود مطمئن ہونے کے بعد سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کو اندلس میں مسلمانوں کی فوجی و اجتماعی طاقت' آبادی کی کثرت' شہروں کی زیادتی اور ان میں مسلمانوں کی سربلندی' فصیلوں کی مضبوطی اور یہاں کے قلعوں کے استحکامات کی تمام تفصیلات لکھ کر بھیجیں اور مشورہ یہ دیا کہ یہاں کے حالات نہایت اطمینان بخش اور اچھے ہیں' لہٰذا مسلمانوں کو یہاں سے سکونت ترک کرنے کا مشورہ نہیں دیتا۔ سیدنا عمرؒ نے ان کے مشورہ کی تحسین فرمائی اور ان کی رائے کو قبول کیا۔ سمح بن مالک نے اندلس میں حکومت کے انتظام و انصرام میں بڑی اصلاحات کیں۔ مالیات کا بہترین انتظام قائم کیا' غیر آباد علاقوں کو بربروں کو افریقہ سے بلا کر یہاں آباد کیا اور ان کو آباد کرانے میں بہت سی مراعات دیں' مختلف شہروں کی پیداوار کی تفصیل' تجارت کے وسائل' سامان تجارت کی فہرست اور بندرگاہوں معدنی اور زرعی صلاحیتوں کی تمام تفصیلات قلم بند کرائیں۔

موسیٰ بن نصیر کے بعد سمح بن مالک خولانی نے فرانس پر دوسرا حملہ کیا۔ فرانس کی سرزمین مسلمان گھوڑوں کی ٹاپوں اور مسلمان فاتحین کے قدم پہلے ہی چوم چکی تھی۔ اب یہ حملہ دوسرا تھا۔ اس حملہ میں سمح نے جنوبی فرانس کے علاقہ ناربونین سس پر تاخت کی۔ یہ علاقہ اس دور کے ممتاز متمدن حصوں میں شمار کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بعض مورخین نے اس کی بعض تمدنی ترقیوں کو روم کی تمدنی ترقیوں سے بھی اونچا دکھایا ہے۔ اس کے علاوہ فرانس کے اور بھی کئی شہروں کو فتح کیا۔ سمح بن مالک اندلس سے چل کر اربونہ پہنچے۔ یہ شہر موسیٰ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ میں چند دنوں کے لیے مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکا تھا۔ موسیٰ بن نصیر کے واپس دمشق جانے کے بعد اندلس کے لوگوں نے اس پر پھر قبضہ کر لیا تھا۔ اس مرتبہ بھی یہ شہر نہایت آسانی سے فتح ہو گیا۔ موسیٰ کی نرم حکمت عملی کی وجہ سے گزشتہ مرتبہ یہاں کی دولت وثروت کو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا' لیکن اس مرتبہ مجاہدین کلیساؤں میں گھس گئے جہاں بے شمار دولت ان کے ہاتھ لگی کیونکہ اس زمانہ میں اندلس میں کلیسا ہی دولت کے مرکز ہوتے تھے۔ پھر آس پاس کے چند قلعوں پر قبضہ کیا۔ اور شہر کی فصیل اور قلعوں کی مرمت کر کے مستقل اقامت اختیار کی۔ یہ شہر اسی (80) برس تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ اس عرصہ میں فرانسیسی فرمان رواؤں نے کئی بار اس شہر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے حملے کیے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی اور ہر مرتبہ پسپا ہونا پڑا۔

اس علاقہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی۔ اس لیے سمح بن مالک نے دوسرے شہروں کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ میں صوبہ اکوتانیہ (ایکوٹین) کا رخ کیا۔ اس کا پایہ تخت طلوشہ تھا۔ سمح نے طلوشہ کی دیوار کے نیچے پہنچ کر سختی سے محاصرہ کر لیا۔ اتفاق کی بات ان دنوں ڈیوک آف ایکوٹین کسی مہم میں فوج لے کر باہر گیا ہوا تھا۔ وہ بے خبری میں اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی پشت پر آ گیا۔ اب مقابلہ سخت تھا۔ چنانچہ دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ امیر سمح بن مالک نے اس جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کے شہید ہوتے ہی مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے فوج کے ایک ممتاز قائد عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو اپنا امیر بنا لیا۔ عبدالرحمٰن غافقی اگرچہ فنون سپاہ گری میں ماہر تھے اور اس دور کے ممتاز اہل علم میں سے تھے' لیکن اس وقت مسلمان طلوشہ میں بری طرح گھرے ہوئے تھے اور عبدالرحمٰن کے لیے بھی اس محاصرہ کو توڑنا ازحد مشکل تھا۔ لیکن جب سمح کی شہادت اور مسلمانوں کے گھر جانے کی اطلاع قرطبہ پہنچی تو قائم مقام والیٔ قرطبہ نے فوری طور پر ایک امدادی لشکر بھیجا لیکن وہ منزل تک نہ پہنچ سکا' اور عبدالرحمٰن غافقی اپنی دانائی اور تدبر سے اس لشکر کو گھیرے سے نکال لائے۔ اور اسلامی لشکر طلوشہ سے اربونہ واپس آ گیا' لیکن جونہی جنوبی فرانس کے لوگوں کو مسلمانوں کی اس شکست کا علم ہوا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اربونہ کے آس پاس کے چھوٹے شہر اور قلعے خودسر ہو کر باغی ہو گئے' لیکن غافقی نہایت تجربہ کار جرنیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ انہوں نے پیش قدمی کر کے ان بغاوتوں کی سرکوبی کی۔

مختصر یہ کہ سنہ 97ھ میں عبدالعزیز بن موسیٰ کو قتل کرنے کے بعد اندلس کی حکومت تشتت اور انتشار کا شکار رہی اور سنہ 139ھ تک اس کو سیاسی استحکام نصیب نہ ہوسکا۔ اس عرصہ میں قریباً 14 حکمران آئے لیکن سال دو سال سے زیادہ کوئی بھی حکومت نہ کر سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو خود مسلمانوں میں سر پھٹول شروع ہوگئی۔ اور دوسرے ملکی نظم ونسق ڈھیلا ہونے کی وجہ سے ملک میں عیسائیوں میں بھی بغاوت کے آثار پیدا ہوگئے۔

عرب اور بربر دونوں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس گئے تھے۔ ان کے بعد بھی افریقہ سے یہی لوگ امدادی فوج کی شکل میں اندلس جاتے۔ بربر طبعاً آزادی پسند تھے' بدویت کے تمام خصائص ان میں موجود تھے۔ ان کا مرکز افریقہ اور مغرب تھا' اور یہ جابرانہ حکومت کو کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ افریقہ میں بربروں کو تلوار کی طاقت سے فتح نہیں کیا جاسکا تھا۔ آخر کار ان کے دلوں کو اسلام کی تعلیمات کو پیش کر کے مسخر کیا گیا' اس لیے ان میں مساوات کا صحیح تصور بھی پیدا ہو چکا تھا جو معاشرتی زندگی کے لیے اسلام کا جوہر ہے۔ اس وجہ سے بربر کسی صورت بھی اپنے اوپر عربوں کا تفوق تسلیم کرنے لیے تیار نہ تھے۔ وہ معاشرتی زندگی اور حکومتی زندگی میں مساوات کے طلب گار تھے۔ لیکن قیسی اور کلبی عرب قبائل ان کے ساتھ ایک طرح سے رعایا کا سا برتاؤ کرتے تھے جس سے ان کے دل کو ٹھیس لگتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکشی کے جذبات پنپنے لگے اور آخر کار وہ خوفناک اور ہیبت ناک بغاوت ہوئی کہ افریقہ کا چپہ چپہ عربوں اور بربروں کے خون سے رنگین ہوگیا۔ اس ہنگامہ میں عربوں کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی اور بربروں نے چند دنوں کے لیے افریقہ سے عربوں کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ اندلس بھی چونکہ افریقہ کے ماتحت تھا۔ یہاں بھی بربر اور عرب قبائل آباد تھے لہٰذا اس چپقلش کا اثر یہاں بھی پہنچا اور یہاں بھی بربروں اور عربوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور ایسی بدامنی پھیلی کہ مسلمانوں کی ساری ترقیاں یک دم رک گئیں اور لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے اور ان باہمی خانہ جنگیوں کا سلسلہ ایسا جاری ہوا جو دراصل عبدالرحمٰن الداخل کے اندلس میں ورود سے پہلے ختم نہ ہوسکا۔ اس سے اندلس کی اسلامی حکومت کو سخت نقصان پہنچا۔

اندلس کے اردگرد کی عیسائی حکومتیں اسلامی حکومت کے سیاسی عدم استحکام سے پوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح آشنا تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کیونکہ ملک میں مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف ایک ہیجانی کیفیت تھی۔ چنانچہ سنہ 737ء میں چارلس مارٹل نے پروونیس کی باجگزار اسلامی ریاست پر فوج کشی کی۔ یوسف نے اس کا مقابلہ کیا لیکن ناکام رہا اور وہ ریاست اسلامی حلقہ اطاعت سے باہر ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے قبضہ اقتدار سے نکل گئی۔

اندلس میں یہ سیاسی ہیجان اپنے پورے عروج پر تھا کہ افریقہ کے والی نے ایک دوسری ستم ظریفی یہ کی کہ عقبہ بن حجاج سلولی جیسے دوراندیش' ہوش منداور تجربہ کار گورنر کی خدمات سے اس کو محروم کر دیا اور اس کو افریقہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے افریقہ بلا لیا۔ اندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہاں کے حالات پہلے سے بھی زیادہ دگرگوں ہوگئے۔ بربروں نے اندلس میں بھی بغاوت کر کے اس کا رشتہ افریقہ سے منقطع کر دیا اور ایک مدنی قائد عبدالملک بن قطن فہری کو سنہ 121ھ میں اپنا والی بنا کر اندلس کی آزاد حکومت کی تاسیس کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں کی اس باہمی خانہ جنگی نے اسلامی اندلس کو پہلا نقصان تو سرزمین فرانس میں چارلس مارٹل کے ہاتھوں پہنچا۔ دوسری پلایو کے جانشینوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ پلایو تو خود نامرادی کے عالم میں سنہ 119ھ مطابق 737ء میں مر گیا لیکن اس کے بعد اس کا بیٹا فاویلا (Favila) اس کا جانشین مقرر ہوا۔ فاویلا ایک سور کا شکار کرتے ہوئے سور کے حملہ میں 739ء میں مارا گیا۔ اس کے لڑکے تو ابھی چھوٹے تھے' اس لیے اس کی جانشینی کے لیے نظر انتخاب الفانسو (Alphanso) پر پڑی جو پلایو کا داماد اور ڈیوک آف کنٹبریا کا بیٹا تھا۔ الفانسو نے اس زمانہ میں جب گورنر عقبہ کو افریقہ بلایا گیا اور اسلامی اندلس میں زبردست انتشار پیدا ہوا تو اس نے جلیقیہ پر قابض ہو کر موجودہ پرتگال کے بعض شہروں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔ اور بادشاہ کا لقب اختیار کر کے حکومت کرنے لگا۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد 1 ص 734)

مختصر یہ کہ سنہ 138ھ تک موسیٰ کے بیٹے عبدالعزیز کے قتل کے بعد ایک خلفشار اور انتشار کی حکومت تھی جس سے حکومت اسلامی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

یہ تھی وہ مختصر داستان جو موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے اندلس چھوڑنے کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آئی۔ پھر 138ھ میں عبدالرحمٰن الداخل اندلس میں وارد ہوا اور اس نے یہاں کے حالات کو درست کیا اور سنہ 171ھ تک بلاشرکت غیرے اندلس پر حکومت کی۔ اس نے شارلمین کی قوت کو ختم کیا' عام بغاوتوں کا استیصال کیا' عیسائی حکومتیں جو شمالی اندلس میں تھیں' انہوں نے اطاعت قبول نہیں کی تھی اور شمال میں پہاڑیوں کے لمبے سلسلہ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا' ان کو اطاعت پر مجبور کیا۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے عبدالرحمٰن نہ صرف اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا بانی بنا بلکہ مغرب میں ایک ایسی نئی تہذیب وتمدن کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا جو قرون وسطیٰ میں دنیا کی معیاری تہذیب کی حیثیت سے تسلیم کی گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حکیم محمود احمد ظفر کی دیگر کتب

- سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
- امہات المومنینؓ
- خلفائے راشدینؓ
- سیرت صدیق اکبرؓ
- سیرت حضرت عمر فاروقؓ
- سیرت حضرت عثمان غنیؓ
- سیرت سیّدنا حضرت علیؓ
- اسلام کی دعوتی قوت
- گھر کا حکیم
- گلدستۂ صحت
- سیّدنا عمر بن عبدالعزیزؒ (تاریخ کی روشنی میں)
- سیّدنا خالد بن ولیدؓ

Design By
0333-4349801

297.64
ظ 596 م
* 2 4 1 1 7 - E U - 6 4 *

تخلیقات
علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ، لاہور۔ فون: 7238014
Email: takhleeqat@yahoo.com
www.takhleeqat.com